رسالہ

حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات ۱۳۰۵ھ

(بے جان کی زندگی، مُردوں کی سماعت کے بیان میں)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی خلق الانسان* علمہ البیان* واعطاہ سمعا وبصرا وعلماافزان* وجعلہ مظہر الصفات الرحمن* ولم یجعلہ معدوما بفناء الابدان* والصلٰوۃ والسلام الاتمان الاکملان* علی السمیع البصیر العلیم الخبیر الملك المستعان* المولی الکریم الرؤف الرحیم العظیم الشان* سیدنا ومولٰنا محمد النافذ حکمہ فیك عوالم الامکان* وعلٰی اٰلہ وصحبہ وابنہ الغوث الباھر السلطان* الحیّ المنعم فی القبر المکرم	تمام تعریفیں اللہ کے لیے جس نے انسان کو پیدا کیا۔ اسے بیان سکھایا۔ اسے سماعت، بصارت اور علم دے کر سنوارا۔ اسے رحمان کی صفات کا مظہر بنایا۔ اور بدنوں کے فنا ہونے سے اس کو معدوم نہ فرمایا، اورزیادہ تام وکامل تر درود وسلام ہو ان پر جو سننے، دیکھنے، جاننے، خبر دینے والے سُلطان ہیں جن سے مدد مانگی جاتی ہے۔ جو کریم آقا، بڑے مہربان، رحم کرنے والے، بڑی شان والے ہیں، ہمارے سردار اور ہمارے آقا حضرت **محمد** جن کا حکم امکان کے جہانوں میں نافذ ہے اور ان کی آل واصحاب اور ان کے

بفضل المنان* واشھدان لا الٰہ الاّ اللّٰہ وحدہ لاشریك لہ شھادۃ یحیی بھا وجہ الدیان* واشھد انّ محمدًا عبدہ، ورسولہ شھادۃ توردنا موارد الرضوان* فصلی اللّٰہ وسلم وبارك وانعم علی ھذ الحبیب القریب الملتجی، البعید المرتقی الرفیع المکان* وعلیٰ اٰلہ وصحبہ وعیالہ وحزبہ اولی العلم والعرفان* وعلینا معھم وبھم ولھم یاجلیل الاحسان* وجمیل الامتنان* اٰمین الٰہ الحق اٰمین	فرزند روشن دلیل والے غوث والے پر جو بہت احسان فرمانے والے رب کے فضل سے قبر مکرم میں زندہ انعام یافتہ ہیں، اور میں شہادت دیتاہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ یکتا ہے جس کا کوئی شریک نہیں ایسی شہادت جس سے جزا دینے والے رب کو تحیت پیش کی جائے۔ اور میں شہادت دیتاہوں کہ محمد اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں ایسی شہادت جو ہمیں رضوان کے مقامات میں اتارے۔ توخدا کا درود وسلام اور برکت وانعام ہو اس محبوب پر جو التجا کے لیے قریب، منزل ارتقامیں بلند مرتبے والے ہیں، اور ان کی آل و اصحاب وعیال اور علم وعرفان والی جماعت پر، اور ان کے ساتھ، ان کے طفیل، ان کے سبب ہم پر بھی، اے بزرگ احسان، جمیل امتنان والے، قبول فرما، قبول فرما، اے معبود برحق قبول فرما! (ت)

امابعد! یہ معدود سطریں ہیں یا منضود سلکین، تنقیح مسئلہ علم وسماع موتیٰ، وطلب دعا بمشاہد اولیاء ہیں، جنھیں افقر الفقراء احقر الورٰی عبد المصطفیٰ احمد رضا محمدی، سُنی، حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی، اصلح اللّٰہ عملہ وحقق املہ، نے وائل ماہ رجب ۱۳۰۵ ہجری کی چند تاریخوں میں رنگ تحریر دیا، اور بلحاظ تاریخ حیاۃ الموات فی بیان سماع الوصال (۱۳۰۵ھ) سے مسمّٰی کیا، اس سے پہلے کہ فقیر غفرلہ، نے چند کلمے مسمّی بہ الاھلال بفیض الاولیاء بعد الوصال (۱۳۰۳ھ) جمع کئے تھے، ان کے اکثر مطالب ومضامین بھی اس رسالہ کے بعض انواع وفصول میں مندرج ہوئے۔ اب یہ عجالہ نہ صرف علم وسماع موتیٰ کا ثبوت دے گا بلکہ بحول اللّٰہ تعالیٰ خوب واضح کرے گا کہ حضرات اولیاء بعد الوصال زندہ اور ان کے تصرف وکرامات پایندہ اور ان کے فیض بدستور جاری اور ہم غلاموں خادموں محبوں معتقدوں کے ساتھ وہی امداد واعانت ویاری، والحمد للّٰہ القدیر الباری۔

یہ رسالہ حق سے متصل، باطل سے منفصل مقدمہ وسہ مقصد وخاتمہ پر مشتمل وحسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل ھو مولٰنا وعلیہ التعویل۔

مقدمہ باعث تالیف میں سلخ جمادی الآخرہ ۱۳۰۵ھ کو ایک مسئلہ بغرض تصدیق واظہار ادعائے طلب تحقیق فقیر کے پاس آیا، صورت سوال یہ تھی:

مسئلہ ۲۷۲: بسم اللہ الرحمن الرحیم چہ می فرمایند علماء دین ومفتیان شرع متین دریں باب (کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں۔ ت) کہ ایک بزرگ کے مزار شریف پر واسطے زیارت کے گیا اس وقت یہ کلمہ زبان سے نکلا کہ اے بزرگ برگزیدہ درگاہ کبریائی! آپ اللہ پاک سے میرے واسطے دعا کیجئے کہ حاجت میری فلانی برآوے کیونکہ آپ بزرگ ہیں، بطفیل رسول عــہ۱ مقبول، واسطے اللہ کے حاجت برآوے، بعد کو کچھ فاتحہ ودرود شریف پڑھا اور پیشتر میں پڑھا، یوں مزارگاہ میں جانا اور دعا مانگنا اور زیارت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ زیادہ والسلام، فقط انتہی بلفظہ۔

اس پر بعض اجلہ مخادیم کا جواب مزیّن بمہر ودستخط جناب تھا۔ جس میں صاف صاف صورت مذکورہ کو شرک اور ادنٰی، درجہ شائبہ شرک قرار دیا، اور دلیل میں ایک نئے طور پر اصحاب قبور کے انکار سماع بلکہ استحالہ وامتناع سے کام لیا، تحریر شریف یہ ہے: **بسم اللہ الرحمن الرحیم** اس میں شک نہیں کہ زیارت قبور مومنین خاصہ بزرگان دین، اور پڑھنا درود شریف اور سورہ فاتحہ وغیرہ کا اور ثواب خیرات، اموات کو بخشنا مندوب ومسنون ہے۔ جس پر حدیث شریف جناب سید الثقلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

کنت نہیتکم عن زیارۃ القبور فزوروہا[1]۔	میں نے تمھیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا تو اب تم ان کی زیارت کرو۔ (ت)

نص صریح ناطق، لیکن بزرگانِ اہل قبور کو خطاب طلب دعائے حاجت روائی خود کرنا خالی از شائبہ وشبہہ شرک نہیں۔ کیونکہ جب درمیان زائر اور مقبور کے حجب عدیدہ سمع وبصر حائل تو سماع اصوات اور بصارت صور محال، اگرچہ بعض اموات کو بوجہ عــہ۲ قطع تعلق ازمادہ، زیادت عــہ۳ ادراک بھی حاصل ہو، لیکن یہ مستلزم اس کو نہیں بلاتوجہ خاص جس کا

عــہ۱: صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

عــہ۲: عجیب لطیفہ غیبی **اقول: وباللہ التوفیق**، ذی علم اگرچہ لغزش کریں پھر بھی سخن حق ان کے کلام میں اپنی جھلک دکھا ہی جاتا ہے، یہ بوجہ مولوی صاحب نے ایسے فرمائے جس نے مذہب حق کی وجہ موجہ ظاہر کردی۔ میں عرض کروں جب زیارت ادراک کی وجہ علائق مادی کا انقطاع ہے تو وہ عموماً ہر میّت کو حاصل (باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی زیارۃ القبور ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۳، مشکوٰۃ المصابیح باب زیارۃ القبور فصل اول مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۵۴

انکشافِ حال خارج از علم زائر اور بحیز اختیار پروردگار عالم ہے۔ بروقت دعا زائر کے وہ بزرگ اس کی دعا کو سن لیں، جب زائر بلا حصولِ علم مرتکب سوال کا ہے تو گویا سائل نے اہل قبر کو سمیع وبصیر علی الاطلاق قرار دیا ہے، اور نہیں ہے یہ اعتقاد مگر شرک، اور ادنٰی درجہ کا شائبہ وشبہہ شرک تو ضرور ہوا، جس سے احتراز واجتناب لازم و واجب، فرقانِ حمید میں بمقاماتِ متعددہ اس کا بیان بتصریح تام وموجودہ ازانجملہ ہے۔ سورہ یوسف میں ہے:

وَمَا یُؤْمِنُ اَکْثَرُھُمْ بِاللّٰہِ اِلَّا وَھُمْ مُّشْرِکُوْنَ۝۱۰۶ [1]۔	اور ان میں اکثر خدا کو نہیں مانتے مگر شرک کرتے ہوئے۔ (ت)

اور حدیث شریف میں ہے:

من حلف بغیر اللہ فقد اشرك [2]۔	جس نے غیر خدا کی قسم کھائی اس نے شرک کا کام کیا۔ (ت)

اور اس حرمت کا سبب سوائے اس کے نہیں کہ حالف کی اس قسم غیر خدا سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے عقیدے میں غیر خدا کو بھی ضرر رسان جانتا ہے جو معنًی شرک ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

اس جواب کو دیکھ کر زیادہ تر حیرت یہ ہوئی کہ مولوی صاحب کی کوئی تحریر ان خلاف محدثہ میں آج تک نظر سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) کہ موت خود اسی قطع تعلق مادی کا نام ہے، تو بعض اموات کی تخصیص محض بے وجہ، بلکہ تمام اموات کو حاصل ہونا چاہئے، اور بیشک ایسا ہے۔ اسی لیے اکابر محققین تصریح فرماتے ہیں کہ موت کے بعد کا ادراک بہ نسبت ادراک حیات کے صاف تر اور روشن تر ہے۔ مقصد اخیر میں اس کی بعض تصریحیں آئیں گی، زیادہ نہیں تو نوع دوم مقصد سوم مقال چہارم میں شاہ عبدالعزیز صاحب ہی کا قول ملاحظہ ہو جائے۔ منہ

عــہ۳: مولوی صاحب اس کلام سے شاہ عبدالعزیز صاحب کے اس قول کی طرف مشیر ہیں، جس کا ایک پارہ نوع ۲ مقصد ۳ مقال ۱۶ میں مذکور ہوگا۔ اور تتمہ جس نے آدھی وہابیت کا کام تمام کردیا عنقریب سوال ۱۵ میں آتا ہے ان شاء اللہ تعالٰی، اس میں شاہ عبدالعزیز صاحب نے شائبہ شبہہ ثابت مانا ہے کہ اللہ تعالٰی بعض اولیائے کرام کے مدارک کو ایسی وسعت دیتا ہے، مولوی صاحب کے لفظ یہاں ایسے واقع ہوئے جو اقرار وانکار دونوں کا پہلو دیں، خیر اگر شاہ صاحب کو اس قول میں خاطی پائیں اور اپنی اگرچہ کو اساعت یافرض ہی پر محمول رکھیں تاہم ہمیں مضر نہیں، نہ آپ کے کلام کی اصلاح کرسکتا ہے، کما ستری، ان شاء اللہ تعالٰی۔ منہ

---

[1] القرآن ۱۲/۱۰۶

[2] مسند احمد بن حنبل مروی از عبداللہ بن عمر دار المعرفہ بیروت ۲/۸۷

نہ گزری تھی۔ گمان یوں تھا کہ قصداً احتراز فرماتے ہیں بلکہ غلو منکرین کو خود بھی لائق انکار ٹھہراتے ہیں۔ طرفہ تر یہ کہ پہلی بسم اللہ قلم کو اذن رقم ملا تو یوں کہ طرز ارشاد فریقین کے مضاد، پھر سراپا ناتمامی تقریب وناکامی مدعاء۔ واجنبیت دلیل و بے تعلّقی دعوی اگرچہ حضراتِ نجدیہ کا قدیمی دستور، مگر فضیلت سے بغایت دور، فقیر کو بعض وجوہ سے مولوی صاحب کی رعایت ایک حدتک منظور، ولہٰذا ان سطور میں نام نامی مستور و نامسطور، مگر اظہار حق بنص قرآن ضرور، اور حدیث صحیح میں الدین النصح لکل مسلم [1] (دین ہر مسلم کی خیر خواہی ہے۔ت) ماثور، میرا مقصد تھا کہ اس مسئلہ میں تحقیق بالغ وتنقیح بازغ سے کام لوں، اس تفصیل جامع و تحریر لامع سے اختتام دوں کہ براہین اثبات کا حصر وافی ہو، ازہاق شبہات کا احاطہ کافی ہو، مگر جب دیکھا کہ خود جواب جناب مذہب منکرین سے منزلوں دور، اور اکثر اوہام جو ادھر سے پیش ہوتے ہیں آپ ہی کی تحریر سے ہباءً منثور، تو مجھے بہت کفایتِ مؤنت وکمی مشقت ہوئی، اور آخر رائے اس پر ٹھہری کہ بالفعل جناب کی تقریر خاص پر جواعتراضات میرے ذہن میں ہیں گزارش کرکے چند آثار واحادیث واقوال علمائے قدیم وحدیث ونبذ بحث اصل مدعا، یعنی ارواح طیبہ سے طلب دعاء، اور بعد وصال ان کا فیض ونوال لکھ کر ختم کلام کروں اور بقیہ تحقیقات باہرہ وتدقیقات قاہرہ جو بحمد اللہ حاضر خاطر بندہ قاصر ہیں، انھیں بشرط جواب مولوی صاحب دور آئندہ پر محول رکھوں، بااینہمہ یہ مختصر رسالہ ان شاء اللہ تعالٰی ثابت کردے گا کہ مولوی صاحب کی یہ چند سطری تحریر اور اس پر مع ان کے اصل مذہب عــہ چارسو ۴۰۰ وجہ سے دار وگیر۔ واللہ المعین وبہ استعین۔

المقصد الاول فی الاعتراضات وازاحۃ الشبہات

(پہلا مقصد اعتراضات اور ازالۂ شبہات میں)

اور اس میں دو نوع ہیں:

نوع اوّل اعتراضات مقصودہ میں ___ شاید مولوی صاحب نام اعتراضات سے ناراض ہوں، لہٰذا مناسب کہ پیرایہ سوال میں اعتراض ہوں۔

فاقول: وبہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق (تومیں کہتا ہوں، اور خدا ہی سے توفیق، اور اسی کی

عــہ: اصل مذہب سے کبرائے مذہب مولوی صاحب کی تصریح مراد ہے کہ میّت جماد ہے ۱۲ منہ سلّمہ ربہ

---

[1] الصحیح البخاری باب الدین النصیحۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳

مدد سے بلندیٔ تحقیق تک رسائی ہے۔ت)

سوال (۱): جناب نے قبر کی مٹی حائل دیکھ کر آواز سننی، صورت دیکھنی محال ٹھہرائی، اس سے مراد محال عقلی یا شرعی یا عادی، بر تقدیر اول کاش کوئی برہان قاطع اس کے استحالہ پر قائم فرمائی ہوتی۔ میں پوچھتا ہوں کہ اللہ تعالٰی قادر ہے کہ یہ حائل مانع احساس نہ ہو، اگر کہیے نہ، تو اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ[1] (بیشک اللہ تعالٰی ہر شے پر قادر ہے۔ت) کا کیا جواب؟____ اور فرمایئے ہاں تو استحالہ کہاں؟____ بر تقدیر ثانی آیات قرآنیہ واحادیث صحیحہ سے ثابت کیجئے کہ جب تک یہ حجاب حائل رہیں گے ابصار وسماع نہ ہوسکیں گے، الفاظ شریفہ ملحوظ خاطر رہیں___ بر تقدیر ثالث عادتِ اہل دنیا مراد یا عادت اہل برزخ۔ در صورت اول کیا دلیل ہے کہ مانع دنیوی حائل برزخ بھی ہے۔ کیا جناب کے نزدیک برزخ دنیا کا ایک رنگ ہے؟ اہل دنیا ملائکہ کو نہیں دیکھتے مگر بطور خرق عادت اور برزخ والے عموما دیکھتے ہیں، حتی کہ کفار بھی۔ احادیث نکیرین چھپنے کی چیز نہیں، درصورت دوم جناب نے یہ عادت اہل برزخ کیونکر جانی، اموات نے تو آکر بیان ہی نہ کیا، اور طریقے سے علم ہوا تو ارشاد ہو، اور ماموں کہ دعوی بتمامہا زیر لحاظ رہے۔

سوال (۲): اسی تشقیق سے احد الشقین الاولین مراد تو آپ ہی کا آخر کلام اس کا اول راد کہ محال عقلی، صالح تعلق اذن نہیں، اور محال شرعی سے ہرگز اذن متعلق نہ ہوگا، و بر شقِ ثالث اسکا اعتقاد ممکن کا اعتقاد کہ ہر محال عادی، ممکن عقلی ہے اور شرک اعظم محالات عقلیہ کا اعتقاد، تو اعتقاد ممکن عقلی کا شرک ہونا محال عقلی بین الفساد وبعبارۃ اخری اوضح واجلی (اور بعبارات دیگر زیادہ واضح وروشن۔ت) جناب کی پچھلی عبارت صاف گواہ کہ بعض اموات کو ایسی زیادتِ ادراک عطا ہوتی ہے کہ وہ توجہ خاص کریں تو باذن اللہ دعائے زائرین سن سکتے ہیں___ میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالٰی قادر ہے یا نہیں کہ یہ قوت انھیں ہر وقت کے لیے بخشے___ بر تقدیر انکار سخت مشکل، اَفَعَیِیۡنَا بِالۡخَلۡقِ الۡاَوَّلِ[2] (تو کیا ہم پہلی تخلیق سے تھک گئے۔ت) در صورت اقرار میّت یہ وصف ملنے سے خدا کا شریک ہوگیا یا نہیں؟ میں جانتا ہوں ہاں نہ کہئے گا، اور جب نہ کہ ٹھہری تو میں عرض کروں، وہ وصف جس کے ثبوت سے خدا کی شرکت لازم نہ آئی، اس کے اثبات سے خدا کا شریک ہونا کیونکر قرار پایا؟ او رجس کی حقیقت شرک نہیں اس کا گویا شائبہ کیونکر ہوا؟

سوال (۳): کیا آدمی اسی کام کو حلال جانے جس کے بکار آمد ہونے پر یقین رکھتا ہو، باقی کو حرام سمجھے یا صرف امید کافی اگرچہ علم نہ ہو، در صورت اولٰی واجب کہ نماز روزہ اور تمام اعمال حسنہ کو حرام جانیں کہ وہ بے قبول وبکار آمد نہیں اور

---

[1] القرآن ۱۰۹/۲

[2] القرآن ۱۵/۵۰

ہم میں کوئی نہیں کہ سکتا کہ اس کے اعمال قطعاً مقبول ___ در صورت ثانیہ جب آپ کے نزدیک بھی بعض اکابر کا ایسا قوی الادراک [عہ۱] ہونا مسلم کہ بتوجہ خاص باذن اللہ تعالٰی دعائے زائر سن لیں تو وہاں کرم الٰہی سے ہر وقت امید و توقع موجود کہ سننے کا علم نہیں، تو نہ سننے پر بھی جزم نہیں، پھر کلام کیوں کر، ناروا ہو سکتا ہے۔ جناب کو اپنا اطلاق حکم ملحوظ خاطر عاطر رہے۔

سوال (۴): یہ تو ظاہر کہ سائل جن کے دروازوں پر سوال کرتے ہیں وہ ہر وقت فراخ دست نہیں ہوتے، اب ان سائلوں کو حضرت کے اعتقاد میں ہر شخص کے حالِ خانہ پر اطلاع و وقوف ہے یا نہیں، اگر کہے ہاں تو جس طرح جناب کے نزدیک زائر بیچاروں نے حضرت اولیاء کو سمیع وبصیر علی الاطلاق مانا، یونہی [عہ۲] آپ نے ان بھیک مانگنے والوں، جوگیوں، سادھووں کو علیم وخبیر علی الاطلاق جانا۔ والعیاذ باللہ سبحنہ وتعالٰی، اور اگر فرمایئے نہ، تو جبکہ سائل بلا حصول علم مرتکب سوال ہوتے ہیں، آپ کے طور پر گویا اہل بیوت کو معطی وقدیر علی الاطلاق قرار دیتے ہیں یا نہیں ___ بر تقدیر اول واجب ہوا کہ سوال شرک نہ ہو تو ادنٰی درجہ شائبہ وشبہہ شرک ضرور ہو حالانکہ بہت اکابر علماء اولیاء نے وقت حاجت اس پر اقدام فرمایا ہے، حضرت ابوسعید خراز قدس سرہ العزیز جن کی عظمت عرفان وجلالت شان آفتاب نیمروز سے اظہر، ہنگامہ فاقہ ہاتھ پھیلاتے اور شیئاً للہ فرماتے ___ یونہی سید الطائفہ جنید بغدادی کے استاد حضرت ابوحفص حداد وحضرت ابراہیم ادھم وامام سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین سے وقت ضرورت شرعیہ سوال منقول [1] نقل کل ذلك العلامۃ المناوی فی التیسیر [عہ۳] (یہ سب علامہ مناوی نے تیسیر میں نقل کیا ہے۔ت) کتب فقہیہ شاہد عادل کہ بعض صور میں علمائے کرام نے سوال فرض بتایا ہے۔ معاذاللہ! یہ آپ کے طور پر شرک یا شائبہ شرک فرض ہونا ہوگا۔ بر تقدیر ثانی زائر بیچارہ بلا حصول علم

عہ۱: اگر تسلیم تحقیقی ہے تو امر ظاہر اور بطور تجویز و تقدیر ہے۔ تو یہی عرض کیا جاتا ہے کہ یہ صورت مان کر پھر اس کلام کی کیا گنجائش ہے۔ یہ نکتہ محفوظ رہنا چاہئے، ۱۲منہ

عہ۲: تشبیہ مقصود بالذات ہے کہ یہ سوال نقض اجمالی ہے ورنہ ہمارے نزدیک نہ صرف اتنا علم وخبر مطلق نہ فقط اتنا سمع وبصر مطلق۔ ۱۲منہ

عہ۳: تحت قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من سأل من غیر فقر فکانما یاکل الجمر ۱۲ منہ

زیر ارشاد رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: جس نے بغیر احتیاج کے سوال کیا گویا وہ اپنے پیٹ میں انگارے بھرتا ہے ۱۲منہ (ت)

---

[1] التیسیر شرح جامع الصغیر تحت حدیث من سأل مکتبۃ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۲/ ۴۲۱

سوال کرنے پر کیوں ان الفاظ کا مصداق ہوا۔

سوال (۵) : جو شخص ایک جگہ خاص پر ہو کہ وہاں جا کر جس وقت بات کیجئے سن لے۔ اس قدر سے اسے سمیع علی الاطلاق کہا جائے گا یا نہیں۔ اور اگر کہیے ہاں، تو اپنے نفس نفیس کو سمیع علی الاطلاق مانیے، ہم نے تو ہمیشہ یہی دیکھا ہے کہ دولت خانہ پر جا کر جب کسی نے بات کی ہے آپ کے کان تک پہنچی ہے۔ اور فرمایئے نہ۔ تو مزار پر جا کر سمیع علی الاطلاق جانا کیونکر سمجھا گیا!

سوال (۶) : زمانہ وجود مخاطب کے استغراق ازمنہ باوصف خصوص مکان کو جناب نے مثبت سمع علی الاطلاق ٹھہرایا تو استغراق ازمنۂ وجود وامکنۂ دنیا بدرجہ اولٰی موجب ہوگا۔ اب کیا جواب ہے اس حدیث سے کہ امام بخاری نے تاریخ میں اور طبرانی و عقیلی اور ابن النجار و ابنِ عساکر و ابوالقاسم اصبہانی نے عمار بن یاسر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے سُنا:

ان للّٰہ تعالٰی ملکا اعطاہ اسماع الخلائق (زاد الطبرانی کلھا) قائم علٰی قبری (زاد الٰی یوم القٰیمۃ) فما من احد یصلّی صلٰوۃ الاّ ابلغنیھا[1]۔	بیشک اللہ تعالٰی کا ایک فرشتہ ہے جسے خدا نے تمام جہاں کی بات سن لینی عطا کی ہے۔ وہ قیامت تک میری قبر پر حاضر ہے۔ جو مجھ پر درود بھیجتا ہے جو مجھ سے عرض کرتا ہے۔ (ت)

علامہ زرقانی شرح مواہب اور علامہ عبدالرؤف شرح جامع صغیر میں اعطاہ اسماع الخلائق کی شرح میں یوں فرماتے ہیں:

ای قوۃ یقتدر بہا علٰی سماع ماینطق بہ کل مخلوق من انس وجن وغیرھما (زاد المناوی فی ای موضع کان[2]۔	یعنی اللہ تعالٰی نے اس فرشتے کو ایسی قوت دی ہے کہ انسان جن وغیرہما تمام مخلوقِ الٰہی کی زبان سے جو کچھ نکلے اسے سب کے سننے کی طاقت ہے چاہے کہیں کی آواز ہو (ت)

اور دیلمی نے مسند الفردوس میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اکثر واالصلٰوۃ علی فان اللّٰہ تعالٰی وکل لی ملکا	مجھ پر درود بہت بھیجو کہ اللہ تعالٰی نے میرے مزار پر

[1] الترغیب بحوالہ المعجم الکبیر الترغیب فی اکثار الصلٰوۃ علی النبی مصطفی البابی مصر ۲/ ۴۹۹۔ ۵۰۰

[2] التیسیر شرح جامع الصغیر تحت ان اللہ ملکا الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/ ۳۳۰

عند قبری فاذا صلی علی رجل من امتی قال لی ذلك الملك یامحمد ان فلان بن فلان یصلی علیك الساعۃ[1]۔ اللھم صلی وبارك علی ھذا الحبیب المجتبی والشفیع المرتجی وعلی الہ واصحابہ واولیاء امّتہ وعلماء ملتہ اجمعین صلٰوۃ تدوم بدوامك وتبقی ببقائك کما ھو اھل لہ وکما انت اھل لہ اٰمین اٰمین الہ الحق اٰمین۔	ایک فرشتہ متعین فرمایا ہے جب کوئی امتی میرا مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ مجھ سے عرض کرتا ہے: یارسول اللہ ! فلاں بن فلاں نے ابھی ابھی حضور پر درود بھیجی ہے (ت) اے اللہ! درود اور برکت نازل فرما اس حبیب پر جو برگزیدہ ہیں اور اس شفیع پر جن سے کرم کی امید ہے اور ان کی آل، اصحاب، ان کی امت کے اولیاء ان کی ملت کے علماء سب پر ایسا درود جسے تیرے دوام کے ساتھ دوام اور تیری بقا کے ساتھ بقا ہو، ایسا درود جس کے وہ اہل ہیں اور جو تیری شان کے لائق ہو، قبول فرما، قبول فرما اے معبود برحق قبول فرما! (ت)

ے جاں می دہم درآرزو اے قاصد آخر باز گو
در مجلس آں نازنین حرفے گر از ما مے رود

(اے قاصد! اس آرزو میں جان دے رہا ہوں کہ اس محبوب کی مجلس میں پھر ایک بات پہنچادو اگر پہنچ سکے۔ ت)

بھلا ارشاد ہو۔ اولیاء کرام تو خاص حاضرانِ مزار کی بات سننے پر سمیع علی الاطلاق ہوئے جاتے ہیں، یہ بندہ خدا کہ بارگاہ عرش جاہ سلطانی صلوات اللہ وسلامہ علیہ سے جدا نہیں ہوتا اور وہیں کھڑے کھڑے ایک وقت میں شرقاً غرباً جنوباً شمالاً تمام دنیا کی آوازیں سنتا ہے اسے کیا قرار دیا جائے گا۔ آپ کو تو کیا کہوں مگر ان نجدی شرک فروشوں نے نہ خدا کی قدرت دیکھی ہے کہ وہ اپنے بندوں کو کیا کیا عطا فرماسکتا ہے۔ نہ اس کی عظمت صفات سمجھی ہے کہ ذرا ذرا سی بات پر شرک کا ماتھا ٹھنکتا ہے۔ مَاقَدَرُوااللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ[2] (انھوں نے خدا کی قدرت نہ جانی جیسا کہ اس کی قدر کا حق تھا۔ ت)

سوال (۷): کیا بات سننے کے لیے صورت دیکھنی بھی ضرور، جب تو واجب کہ تمام اندھے بہرے ہوں اور فرشتہ مذکور، آپ کے طور پر بصیر علے الاطلاق بلکہ اس سے بھی کچھ زائد، ورنہ فقط خطاب کرنے سے بصیر ماننا کیونکر مفہوم

---

[1] کنز العمال بحوالہ مسند الفردوس حدیث ۲۱۸۱ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/ ۴۹۴

[2] القرآن ۲۲/ ۷۴

ہوا، عموم واطلاق تو بالائے طاق۔

سوال (۸): بغرض لزوم سماع کلام کو مطلق بصر درکار۔ جو رویتِ مخاطب سے حاصل، یابصر علی الاول ملازمت باطل، وعلی الثانی لازم کہ تمام مخلوق الٰہی بہری اور کسی بات کا سننا کسی غیر خدا کے لیے ماننا مطلقاً مستلزم شرک ہو، توسب مشرک ہیں، یاہر ذی سمع، بصیر علی الاطلاق تو آفت اشد ہے۔ **والعیاذ باللہ۔**

سوال (۹): ان اولیاء کی زیارت ادراک اگر اسے مستلزم نہیں کہ ہر کلام زائر سن لیں تو اسے بھی نہیں کہ سب کو نہ سنیں آپ خود عدم استلزام فرماتے ہیں، نہ استلزام عدم، تو دونوں صورت میں محتمل رہیں، پھر ایک امر محتمل پر جزم شرک کیونکر ہوسکتا ہے، غایت یہ کہ بے دلیل ہو تو غلط سہی، کیا ہر غلط بات شرک ہوتی ہے!

سوال (۱۰): مجھے نہیں معلوم کہ قرآن عظیم میں ایک جگہ بھی بیان فرمایا ہو کہ مزارات پر جاکر کلام وخطاب کرنا شرک یاحرام ہے۔ یا اتنا ہی ارشاد ہوا ہو۔ جو ایسا کرتا ہے گویا اصحاب قبور کو سمیع یا ب۔صیر علی الاطلاق مانتا ہے۔ اور حضرات کی صحتِ استدلال انھیں امور پر مبنی، آپ فرماتے ہیں فرقان حمید میں، بمقامات متعددہ اس کا بیان بتصریح تام موجود، میں مقاماتِ متعددہ کی تکلیف نہیں دیتا۔ ایک ہی آیت فرمادیجئے جس میں صاف صاف مضمون مذکور مزبور ہو۔ **بینوا توجروا**

سوال (۱۱): سورہ یوسف کی آیۂ کریمہ کہ تلاوت فرمائی اس کا ترجمہ ومطلب میں کیوں عرض کروں مولوی اسمٰعیل سے سنئے۔ تقویۃ الایمان میں لکھا ہے: "نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ مگر کہ شرک کرتے ہیں[1] یعنی اکثر لوگ جو دعوٰی ایمان کا رکھتے ہیں سو وہ شرک میں گرفتار ہیں" **انتہی**

خدارا اس میں مزارات اولیاء پر جانے یا ان سے کلام وخطاب کرنے کا کون سا حرف ہے۔ **استغفر اللہ**! نام کو بو بھی نہیں، تصریح تام تو بڑی چیز ہے۔ پھر اُس آیت نے جناب کا کون سا دعوٰی ثابت کیا یا حضار مزار کو کیا الزام دیا۔ اگر ایسے ہی بے علاقہ استناد کا نام صریح تام، تو ہر شخص اپنے دعوے پر قرآن عظیم کی آیت پیش کرسکتا ہے، مثلاً فلسفی کہے: توسیط عقول حق ہے ورنہ لازم آئے کہ تمام اشیاء متکثرہ اس واحد حقیقی سے بالذات صادر ہوئی ہوں، اور یہ خدائے عزوجل پر افتراء۔ **فان الواحد لایصدر عنہ الا الواحد** (کیونکہ واحد سے واحد ہی صادر ہوسکتا ہے۔ت) اور اللہ تعالٰی پر افتراء حرام قطعی۔ قرآن حمید میں بمقامات متعددہ اس کا بیان بتصریح تام موجود، از انجملہ ہے سورہ انعام میں: اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ ﴿۱۱۶﴾[2] (جولوگ

---

[1] تقویۃ الایمان پہلا باب توحید وشرک کے بیان میں مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۴۴

[2] القرآن ۱۱۶/۱۶

اللہ پر جھوٹا افتراء کرتے ہیں وہ مراد کو پہنچنے والے نہیں۔ت) یا نصرانی کہے انکار تثلیث گناہ عظیم ہے کہ تثلیث ایت انجیل محرف سے ثابت ،اور آیت الٰہیہ کی تکذیب موجب عذاب شدید، فرقان حمید میں بمقامات متعددہ اس کا بیان بتصریح تام موجود ازانجملہ ہے سورۂ عنکبوت میں: وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَاۤ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ۝[1] (ہماری آیتوں کا انکار نہیں کرتے مگر وہی جو ظالم ہیں۔ت) ارشاد فرمایئے کیا ان تقریروں سے ان کی استدلال تام ہو گئی، اور ان کے جھوٹے دعوے معاذاللہ قرآن عظیم نے ثابت کردئے؟ حاش ﷲ، واستغفر اللہ ولاحول ولاقوۃ الاّباللہ___ میں نہیں چاہتا کہ عیاذًا باللہ فلاں وہماں کی طرح آیات الٰہیہ کو ان کے موقع ومحل سے بیگانہ کرکے بزور زبان دوسری طرف پھیرا جائے، ورنہ حضرات منکرین کے مقابل آیہ کریمہ كَمَا يَىِٕسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ۝[2] (جیسے کفار اہل قبور سے ناامید ہو بیٹھے۔ت) بہت اچھی طرح پیش ہو سکتی ہے۔ اور وہ آیت کی نسبت جو آپ نے تلاوت کی ہزار درجہ زیادہ محل وموقع سے تعلق رکھتی ہے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے: اہل قبور سے کافر لوگ ناامید ہو بیٹھے۔ اب غور کرلیا جائے کہ کون لوگ اہل قبور سے امید رکھتے ہیں اور کون یاس کے ہاتھوں آس توڑے بیٹھے ہیں، انّا ﷲ وانّا الیہ راجعون۔

صنف آخر من ھذاالنوع

اسی نوع کی ایک اور قسم

یہاں ان اکابر خاندان عزیزی کے بعض اقوال رنگ تحریر فرمائیں گے جنھوں نے بے حصول علم ارتکاب سوال جائز رکھا اور مولوی صاحب کے طور پر شرک خالص یا ہارے درجے شائبہ شرک میں گرفتار ہوئے۔

سوال (۱۲): شاہ ولی اللہ ہمعات میں حدیث نفس کا علاج بتاتے ہیں:

مشائخ کی پاک روحوں کی جانب متوجہ ہو اور ان کے لیے فاتحہ پڑھے یا ان کے مزارات کو جائے اور وہاں سے بھیک مانگے۔(ت)	بارواح طیبہ مشائخ متوجہ شود وبرائے ایشاں فاتحہ خواند یا بزیارت قبر ایشاں رود وازانجا انجذاب دریوزہ کند[3]۔

اقول اولاً جناب کے نزدیک مزارتِ اولیاء سے بھیک مانگنے کا کیا حکم ہے۔ وہاں تو ان سے دُعا

[1] القرآن ۲۹/ ۴۹

[2] القرآن ۶۰/ ۱۳

[3] ہمعات ہمعہ ۸ اکادیمیۃ الشاہ ولی اللہ حیدرآباد ص ۳۴

منگوانا شرک ہوا جاتا تھا یہاں خود ان سے بھیک مانگی جاتی ہے۔

ثانیاً کسی سے بھیک مانگنی یونہی معقول کہ وہ اس کی عرض سنے اور اس کی طرف توجہ کرے، ورنہ دیواروں پتھروں سے کیا بھیک مانگنا۔ مگر آپ فرما چکے کہ "توجہ خاص کا انکشاف حال خارج از علم زائر بجیز اختیار پروردگار عالم ہے۔" اب یہ جو بھیک مانگنے والا شاہ صاحب کے حکم سے بیحصول علم مرتکب سوال کا ہے اس نے گویا اہل قبر کو سمیع وبصیر علی الاطلاق قرار دیا یا نہیں؟ اور شاہ صاحب نے یہ شرک خالص یا شائبہ شرک تعلیم کیا یا نہیں؟ اور ایسی چیز کا سکھانے والا کافر یا مشرک یا بدعتی بدمذہب ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا

ثالثاً انھوں نے مزار پر جاکر گدائی تو پیچھے بتائی، پہلے گھر ہی بیٹھے ارواح طیبہ کی طرف توجہ کرا رہے ہیں اب تو اطلاق کا پانی سر سے اونچا ہوگیا۔

سوال (۱۳): انھی شاہ صاحب نے ایک رباعی لکھی:

آنانکہ زاد ناس بہیمی جستند ۔۔۔ بالجۂ انوار قدم پیوستند

فیض قدس از ہمت ایشاں می جو ۔۔۔ دروازۂ فیض قدس ایشاں ہستند [1]

(جو لوگ نفس حیوانی کی آلودگیوں سے باہر ہوگئے وہ ذات قدیم کے انوار کی گہرائیوں سے جاملے: فیض قدس ان کی ہمت سے طلب کرو، فیض قدس کا دروازہ یہی لوگ ہیں۔ ت)

اور مکتوب شرح رباعیات میں خود اس کی شرح یوں کی:

یعنی توجہ بارواح طیبہ مشائخ در تہذیب روح وسر نفع بلیغ دارد [2]۔	یعنی مشائخ کی ارواح طیبہ کی جانب توجہ روح اور باطن کو سنوارنے میں نفع بلیغ رکھتی ہے (ت)

اقول: (میں کہتا ہوں ۔ت) کیا اچھا نفع بلیغ ہے کہ بلا حصول علم ان کی ہمت سے فیض چاہ کر مشرک ہوگئے۔

سوال (۱۴): یہی شاہ صاحب "قول الجمیل" میں لکھتے ہیں۔ ان کی عبارت عربی لاکر ترجمہ کروں، اس سے یہی بہتر ہے کہ مولوی خرم علی صاحب بلہوری مصنفِ نصیحۃ المسلمین کا ترجمہ نقل کروں۔ یہ صاحب بھی عمائد وکبرائے منکرین سے ہیں، شفاء العلیل میں کہتے ہیں:

"مشائخ چشتیہ نے فرمایا: قبرستان میں میّت کے سامنے کعبہ معظّمہ کو پشت دے کر بیٹھے، گیارہ بار سورہ فاتحہ پڑھے پر میّت سے قریب ہو پھر کہے یارُوح اور یاروح الرّوح کی دل میں ضرب کرے،

[1] مکتوبات ولی اللہ از کلمات طیبات مکتوب بست ودوم در شرح بعض اشعار مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۹۴

[2] مکتوبات ولی اللہ از کلمات طیبات مکتوب بست ودوم در شرح بعض اشعار مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۹۴

یہاں تک کہ کشائش ونور پائے، پھر منتظر رہے اس کا جس کا فیضان صاحب قبر سے ہو اس کے دل پر [1] اھ ملخصا

اقول: اوّلاً اس ندائے یارُوح کا حکم ارشاد ہو۔

ثانیاً یہ سائلان فیض جو تقریر وتسلیم واشاعت و تعلیم شاہ صاحب و مترجم صاحب جب چاہا بلاحصول علم قبور کے سامنے یارُوح یا رُروح کرنے اور فیض مانگنے بیٹھ گئے۔ آپ کے طور پر اہل قبور کو سمیع وبصیر ومعطی ومفیض علی الاطلاق مان کر اور ماتن ومترجم بتاجتا کر مشرک ہوئے یا نہیں؟

سوال (۱۵): شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر فتح العزیز میں، وہیں جہاں انھوں نے بعض خواص اولیاء کو ایسی زیادت ادراک ملنی لکھی ہے۔ یہ بھی فرماتے ہیں کہ:

"اویسیان تحصیل مطلب کمالات باطنی ازانہا مے نمایند وارباب حاجات ومطالب حل مشکلات خود ازانہامی طلبند ومے یابند۔" [2]	اُویسی لوگ اپنے کمالات باطنی کا مقصد ان سے حاصل کرتے ہیں، اور اہل حاجات ومقاصد اپنی مشکلوں کا حل ان سے مانگتے اور پاتے ہیں (ت)

کہئے زیادت ادراک مسلم، مگر توجہ خاص کا انکشاف حال تو خارج از علم بحیز اختیار پروردگار ہے۔ پھر اویسی لوگ جو بلاحصول علم مرتکب استفادہ ہوتے ہیں کیونکر مصداق ان لفظوں کے نہ ہوئے اور ایسی نسبت کہ معاذاللہ بذریعہ شرک ملتی ہے۔ کیونکر صحیح ومقبول ٹھہری، یہی شاہ صاحب اپنے والد شاہ ولی اللہ صاحب سے ناقل اویسیت کی نسبت قوی اور صحیح ہے۔ شیخ ابوعلی فارمدی کو ابوالحسن خرقانی سے روحی فیض ہے اور ان کو بایزید بسطامی کی روحانیت سے، اور ان کو امام جعفر صادق کی روحانیت سے تربیت ہے [3] اھ نقلہ البلھوری فی شفاء العلیل (اسے مولوی خرم علی لاہوری نے شفاء العلیل میں نقل کیا۔ ت)

ثانیاً ذرا شاہ صاحب کے پچھلے لفظ کہ "اہل حاجت اپنی مشکلوں کا حل ان سے مانگتے اور پاتے ہیں" ملحوظ خاطر رہیں، کس دھوم دھام سے ارواح اولیاء کو حاجت روا مشکل کشا بتایا ہے۔ واللہ! کہا سچ، اگرچہ بُرا مانیں ناواقف ۔

الناس اعداء لما جھلوا

(لوگ جس چیز کو نہیں جانتے اس کے دشمن ہوتے ہیں۔ ت)

[1] شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل پانچویں فصل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۷۲

[2] تفسیر فتح العزیز پارہ عم بیان صدقات وفاتحہ الخ مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ۲۰۶

[3] شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل گیارھویں فصل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷۸

؎ غوثِ اعظم بمن بے سر وساماں مددے
قبلہ دیں مددے کعبہ ایماں مددے

(غوث اعظم ! مجھ بے سر وسامان کی مدد فرمائیں، قبلہ دیں ! مدد فرمائیں، کعبہ ایمان ! مدد فرمائیں)

سوال (۱۶) : اُسی تفسیر عزیزی میں دفن کو نعمت الٰہی ٹھہرا کر اس کے منافع وفوائد میں لکھتے ہیں :

ازاولیائے مدفونین انتفاع واستفادہ جاریست[1]۔	مدفون اولیاء سے نفع پانا اور فائدہ طلب کرنا جاری ہے۔ (ت)

اقول اولاً انتفاع تک خیر تھی کہ بے مقصد منتفع بھی ممکن، استفادہ نے غضب کر دیا کہ وہ نہیں مگر طلب فائدہ، پھر کیا اچھا نفع دفن میں نکالا کہ بندگانِ خدا بے حصول علم مرتکب سوال ہو کر معاذاللہ مشرک ہوتے ہیں۔

ثانیاً لفظ "جاری ست" پر لحاظ رہے کہ اس سے مراد نہیں مگر مسلمانوں میں جاری ہونا، اور جو مسلمانوں میں جاری ہر گز شرک نہیں کہ جن میں شرک جاری ہر گز مسلمان نہیں۔

سوال (۱۷) : مرزا مظہر جانجاناں صاحب جنھیں شاہ ولی اللہ صاحب اپنے مکاتیب میں قیم طریقہ احمدیہ وداعی سنت نبویہ لکھتے ہیں، اور حاشیہ مکتوبات ولویہ پر انھیں شاہ صاحب سے ان کی نسبت منقول ہند وعرب وولایت میں ایسا متبع کتاب وسنت نہیں سلف میں بھی کم ہوئے اھ ملخصا مترجمًا، یہ مرزا صاحب اپنے ملفوظات میں تحریر فرماتے ہیں :

نسبت ماbجناب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ می رسد، وفقیر رانیازی خاص بآنجناب ثابت است۔ دروقت عروض عارضہ جسمانی توجہ بآنحضرت واقع می شود وسبب حصول شفامی گردد[2]۔	امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بارگاہ تک نسبت پہنچتی ہے اور فقیر کو اس جناب سے خاص نیاز حاصل ہے، جب کوئی جسمانی عارضہ لاحق ہوتا ہے تو آنحضور کی جانب میری توجہ ہوتی ہے اور شفایابی کا سبب بنتی ہے۔ (ت)

سوال (۱۸) : آگے فرماتے ہیں :

یکبار قصیدہ کہ مطلعش اینست ؎	ایک بار وہ قصیدہ جس کا مطلع یہ ہے : ؎

[1] تفسیر فتح العزیز پارہ عم استفادہ ازاولیاء مدفونین مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ص ۱۴۳

[2] مکاتیب مرزا مظہر از کلمات طیبات ملفوظات مرزا صاحب مطبع مجتبائی دہلی ص ۷۸

فروغ چشمِ اگاہی امیر المومنین حیدر زانگشت ید اللہ ی امیر المومنین حیدر بجناب ایشاں عرض نمودم نواز شہا فرمودند اھ[1]۔	چشم معرفت کو روشنی عطا ہوا ے امیر المومنین حیدر خدائی ہاتھ والی انگشت سے اے امیر المومنین حیدر حضرت کی بارگاہ میں عرض کیا تو بڑی نوازشیں فرمائیں اھ (ت)

اقول: اولاً جب جناب مرزا صاحب امراض میں بارگاہ مشکل کشائی کی طرف توجہ کرتے تھے انھیں کیا خبر تھی کہ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الاسنی اس وقت میری طرف متوجہ ہیں یا میری طرف سے التفات فرمائیں گے۔

ثانیاً یونہی جب قصیدہ عرض کرنے بیٹھے، کیا جانتے تھے کہ حضرت والا اس وقت سن لیں گے، تو ان سب اوقات میں بے حصول علم، مرتکب عرض وتوجہ ہو کر انھوں نے جناب اسد اللّٰہی کو سمیع وبصیر علی الاطلاق ٹھہرایا، اور حضرت کے طور پر وہ برا لقب پایا یا نہیں۔

ثالثاً مزار پر جاکر کلام وخطاب تو وہ آفت تھا، مرزا صاحب جو بے حضور مزار ہی توجہیں کرتے قصیدے سناتے ان کے لیے حکم کچھ زیادہ سخت ہوگا یا نہیں۔

رابعاً اس نیازی خاص پر بھی نظر رہے کہ یہ معالجہ کرے گا ان جُہال کے وہم کا جو "نیاز" کے لفظ کو خاص بجناب بے نیاز مانتے، اور اسی بناپر فاتحہ فائحہ حضرات اولیاء کو نیاز کہنا شرک وحرام جانتے ہیں،

خامساً یہ بڑی گزارش تو باقی ہی رہ گئی کہ دفع امراض کے لئے ارواح طیبہ کی طرف توجہ استمداد بالغیر تو نہیں۔ اور جناب کے نزدیک بھلا ایسا شخص اتباعِ شریعت میں یکتا و بے نظیر جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے کہا تھا، بالائے طاق، سرے سے متبع سنت بلکہ از روئے ایمان، تقویۃ الایمان، راسًا مسلم وموحد کہا جائے گا یا نہیں

سوال (۱۹): شاہ ولی اللہ کے والد شاہ عبدالرحیم صاحب کی نسبت کیا حکم ہے؟ وہ بھی اس شرک عالمگیر سے محفوظ نہ رہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب قول الجمیل میں لکھتے ہیں: **وایضا تادب شیخنا عبدالرحیم علی روح جدہ لامہ الشیخ رفیع الدین محمد**[2]۔ شفاء العلیل میں اس کا ترجمہ یوں کیا: "اور بھی ہمارے مرشد شاہ عبدالرحیم ادب آموز ہوئے اپنے نانا شیخ رفیع الدین کی روح سے۔" اور حاشا یہ فیض یوں نہ تھا کہ ادھر سے بے طلب آیا ہو، بلکہ یہی جاکر قبر پر متوجہ ہوا کرتے۔ خود شاہ ولی اللہ

---

[1] مکاتیب مرزا مظہر جانجاناں از کلمات طیبات ملفوظات مرزا صاحب مطبع مجتبائی دہلی ص ۷۸

[2] القول الجمیل مع شفاء العلیل گیارھویں فصل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۷۹۔۸۰

اپنے والد ماجد سے انفاس العارفین میں ناقل:

می فرمودند مرادر مبدء حال بمزار شیخ رفیع الدین الفتے پیداشد۔آں جاہی رفتم وبقبر شاں متوجہ می شدم[1] الخ	فرماتے تھے مجھے ابتدائے حال میں شیخ رفیع الدین کے مزار سے ایک الفت پیدا ہوگئی۔ وہاں جاتا اور ان کی قبر کی طرف متوجہ ہوتا تھاالخ (ت)

یارب! جب مولوی اسمٰعیل کے اساتذہ ومشائخ سب گرفتار شرک ہوئے یہ انھیں کے خوشہ چین، انھیں کے نام لیوا، ان کے مداح، ان کے مقلد کیونکر مومن موحد رہے۔

وحسن نبات الارض من کرم البذر

(زمین کا پودہ عمدہ جب ہی ہوتا ہے کہ بیج اچھا ہو۔ت)

صنف آخر من ھٰذا النوع

اسی نوع کی ایک اور قسم

اس میں وہ سوالات مذکور ہوں گے جو مولوی صاحب کے استدلال دوم یعنی تمسك بحدیث من حلف الخ سے متعلق ہیں:

سوال (۲۰): حدیث **من حلف بغیر الله فقد اشرك**[2] کی جو عمدہ شرح افادہ فرمائی، ذرا کتب ائمہ حدیث وفقہ پر نظر کرکے ارشاد ہوجائے کہ کلمات عُلماء سے کہاں تک موافق ہے، فقیر بہت ممنون احسان ہوگا اگرایک عالم معتمد کی تحریر سے بھی آپ نے اپنا بیان مطابق کر دکھایا۔ الفاظ شریفہ پیش نظر رہیں کہ "اس حرمت کا سبب سوا اس کے نہیں" الخ

سوال (۲۱): اعتقاد نفع وضرر پر قسم کی دلالت، کسی قسم کی دلالت، آیا لغۃً اس کے معنی سے یہ امر مفہوم، یا عقلاً خواہ عرفاً لازم وملزوم، کہ آدمی اسی کی قسم کھائے جس سے نفع وضرر کی امید رکھے۔

صدر اسلام میں جو صحابہ کرام کعبہ معظّمہ کی قسم کھاتے[3] **کما رواہ النسائی وغیرہ** (جیساکہ نسائی

---

[1] انفاس العارفین (اردو ترجمہ) زندہ جاوید المعارف گنج بخش روڈ۔لاہور ص ۳۶

[2] مسند احمد بن حنبل مروی از عبداللہ ابن عمر دارالفکر بیروت ۲/ ۸۷

[3] سُنن نسائی الحلف بالکعبۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۱۴۳

وغیرہ نے روایت کیا۔ت) اس وقت کعبہ کی نسبت کیا اعتقاد عـــہ رکھتے تھے؟ **بینوا توجروا**

سوال (۲۲): غیر خدا کو کسی طرح نافع یا ضار جاننا مطلقاً شرک ہے یا خاص اس صورت میں کہ اسے نفع وضرر میں مستقل بالذات مانے۔ بر تقدیر اول یہ وہ شرک ہے جس سے عالم میں کوئی محفوظ نہیں۔ جہان شہد کو نافع اور زہر کو مضر جانتا ہے۔ سچے دوست سے نفع کی امید، پکے دشمن سے ضرر کا خوف رکھتا ہے۔ عالم کی خدمت حاکم کی اطاعت اسی لیے کرتے ہیں کہ دینی یا دنیاوی نفع کی توقع ہے۔ مخالف مذہب سے احتیاط، سانپ سے احتراز اسی لیے رکھتے ہیں کہ روحانی یا جسمانی ضرر کا اندیشہ ہے۔ خود قرآن عظیم ارشاد فرماتا ہے:

اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ ۚ لَا تَدْرُوْنَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ؕ[1]۔	تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تم نہیں جانتے ان میں کون تمہیں نفع دینے میں زیادہ نزدیک ہے۔

اور فرماتا ہے:

وَ مَا هُمْ بِضَآرِّیْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ[2]۔	اور وہ اس سے کسی کو ضرر نہ پہنچائیں گے بے حکم خدا کے۔

صحیح مسلم شریف میں جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی: حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ[3]۔	تم میں جو اپنے بھائی مسلمان کو نفع دے سکے نفع دے۔

امام احمد وابوداؤد وترمذی ونسائی وابن ماجہ بسند حسن مالک بن قیس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من ضارّ ضار اللہ بہ ومن شاق شق اللہ علیہ[4]۔	جو کسی کو ضرر دے گا اللہ تعالٰی اسے نقصان پہنچائے گا اور جو کسی پر سختی کرے گا اللہ تعالٰی اسے مشقت میں ڈال دے گا۔

عـــہ: ذکر نسخ نافع نہ ہوگا۔ کیا شرک وتوحید میں بھی نسخ جاری ہے ۱۲منہ (م)

---

[1] القرآن ۴/۱۱

[2] القرآن ۲/۱۰۲

[3] صحیح مسلم باب استحباب الرقیۃ من العین الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۲۴

[4] جامع الترمذی باب ماجاء فی الخیانۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۲۸۷

حاکم کی حدیث میں ہے مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم نے امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حجرِ اسود کی نسبت فرمایا:

بلٰی یا امیر المومنین یضر وینفع [1]۔	کیوں نہیں اے امیر المومنین! یہ پتھر نقصان دے گا اور نفع پہنچائے گا۔ (الحدیث)

بر تقدیر ثانی واقع ونفس الامر اس گمان کے خلاف پر شاہد عادل، لاکھوں آدمی اپنے یا اپنے محبوب کے سر یا آنکھوں یا جان کی قسم کھاتے ہیں، اور ہر گز ان کے خواب میں بھی یہ خیال نہیں ہوتا کہ یہ چیزیں بالاستقلال ہمارے نفع وضرر کی مالک ہیں۔ نہ ہر گز سامع کا ذہن اس طرف جاتا ہے۔ بھلا حضرت نابغہ جعدی رضی اللہ عنہ کے اس قول کے کیا معنی ہیں: ؎

لعمری وما عمری علیّ بھین

لقد نطقت بطلا علیّ الاقارع

(میری زندگی کی قسم، اور میری زندگی کوئی معمولی چیز نہیں__ بلاشبہ اژدہوں (دشمنوں) نے مجھ پر جھوٹ باندھا ہے۔ت)

اور جناب کے نزدیک اس سے کیا اعتقاد ظاہر ہوتا ہے__ اسی طرح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ اور ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا وغیرہما پیشوایانِ دین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے اپنے باپ اور اپنی جان کی قسم کھانی کہ خادم حدیث پر مخفی نہیں۔

سوال (۲۳): خیر قسم غیر سے توآپ کے نزدیک یہ صرف ظاہر ہی ہوتا تھا کہ وہ اپنے عقیدے میں غیر خدا کو بھی نفع وضرر رسان جانتا ہے۔ بگمان جناب اتنی ہی بات پر شرع مطہر میں بنائے تحریم ہوئی حالانکہ اس کے دل کا حال خدا جانے۔ اب ان کی نسبت حکم ارشاد ہو۔ جو صاف صاف بالتصریح غیر خدا کو نہ فقط نفع وضرر رسان بلکہ مالک نفع وضرر بتائیں، اور وہ بھی کسے۔ اس شقی کو جو مدعی الوہیت رہا ہو۔ اور برسوں خرانِ بے عقل نے اسے پوجا ہو۔ وہ کون، فرعون بے عون۔ **نسأل اللہ عن حالہ الصون** (خدا سے دعا ہے کہ ہمیں اس کی حالت سے بچائے۔ت) شاہ عبد العزیز صاحب اس امر کے ثبوت میں کہ سامری والوں کی گوسالہ پرستی قبطیوں کی فرعون پرستی سے بدتر تھی، تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں:

تعظم بادشاہ صاحب اقتدار کہ مالک نفع وضرر باشد	ایسے صاحب اقتدار بادشاہ کی تعظیم جو نفع وضرر کا

[1] المستدرک للحاکم الحجر الاسود یمین اللہ دار الفکر بیروت ۱/ ۴۵۷

مالک ہو فی الجملہ ایک وجہ معقولیت رکھتی ہے مگر بے عقلی گائے کا بچھڑا جو بلادت اور بیوقوفی میں ضرب المثل ہے کسی طرح قابل تعظیم نہیں۔(ت)	فی الجملہ وجہ معقولیت دارد۔ گوسالہ لایعقل کہ در بلادت وحمق ضرب المثل است ہیچ وجہ شایان تعظیم نیست۔[1]

سوال (۲۴): یہ تو آیندہ عرض کروں گا کہ طلب دعا کو اعتقاد نفع وضرر سے کتنا تعقل۔ بالفعل اسے یونہی فرض کرکے گزارش کرلوں کہ دعا منگوانے میں تو وہ اعتقاد نفع وضرر نکلا، جو معنًی شرک۔ حالانکہ وہ خود ان سے کسی حاجت کی خواستگاری نہیں۔ پھر:

(۱) ان کے مزارات عظیمہ البرکات پر حاضر ہوکر خود ان سے بھیک مانگنا۔

(۲) یارُوح یارُوح پکار کر ان کے فیض کا منتظر رہنا۔

(۳) اپنی مشکلوں کا ان سے حل چاہنا۔

(۴) بیمار پڑیں تو شفاء ملنے کو ان کی طرف توجہ کرنا کہ ابھی صنفِ سابق میں منقول ہوئے ان میں کتنا اعتقاد نفع وضرر ثابت ہوتا ہے۔اور

(۵) لفظ انتفاع واستمداد خود بمعنے نفع یافتن وفائدہ خواستن، اس کا قصد بے اعتقاد نفع، کس عاقل سے معقول، ہاں ہاں، انصاف کیجئے تو دعا طلبی سے دریوزہ گری وحاجت خواہی کہیں زیادہ ہے، اس میں صرف نیت سائل پر مدار تفرقہ ہے۔ اگر سبب ظاہری ومظہر عون باری جانا تو خالص حق، اور معاذاللہ مستقل مانا تو نرا شرک، بخلاف طلب دعا کہ وہاں نفس کلام مطلوب منہ کی غلامی وبندگی اور حضرت غنی جل جلالہ، کی طرف محتاجی پر دلیل واضح۔ یہاں تک کہ توہّم استقلال سے اس کا اجتماع محال **کما لا یخفٰی علی اولی النھٰی** (جیسا کہ اہل عقل پر مخفی نہیں۔ت) بااینہمہ اگر یہ شرک ہے تو اس کے لیے تو کوئی لفظ مجھے شرک سے بدتر ملتا بھی نہیں جس کا مصداق ٹھہراؤں ع ؎

ضاق عن وصفکم نطاق البیان

(آپ کے وصف سے بیان کا دائرہ تنگ ہے۔ت)

سوال (۲۵): اگر مان بھی لیں کہ غیر خدا کی قسم اس لیے حرام ہوئی تو اس کو مسئلہ دائرہ سے کیا علاقہ۔ کیا کسی سے دعا کے لیے کہنے میں بھی اسی طرح کے نفع وضرر کا اعتقاد ظاہر ہوتا ہے جو معنًا شرک ہے۔

(۱) خود مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے دعا چاہی

---

[1] تفسیر عزیزی سورۃ البقرۃ بیان رفتن موسٰی علیہ السلام برائے آوردن کتاب الخ افغانی دارالکتب لال کنواں دہلی ۲۳۸

جب وہ مکہ معظّمہ جاتے تھے۔ ارشاد فرمایا:

لاتنسنا یا اخی من دعائك [1]۔ رواہ ابوداؤد عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	اے بھائی! اپنی دعا میں ہمیں نہ بھول جانا (اسے ابوداؤد نے حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

احمد وابن ماجہ کی روایت میں ہے۔ فرمایا:

اشرکنا یا اخی فی صالح دعائك ولاتنسنا [2]۔	بھائی! اپنی نیک دعا میں ہمیں بھی شریک کرلینا اور بھول نہ جانا۔

(۲) حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی جب دفنِ میّت سے فارغ ہوتے تو قبر پر ٹھہر کر صحابہ کرام سے ارشاد فرماتے:

استغفروا لاخیکم واسئلو له التثبیت فانه الاٰن یسأل [3]۔ رواہ ابوداؤد والحاکم والبیھقی بسند حسن عن عثمان الغنی رضی اللہ تعالٰی عنه۔	اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور اس کے ثابت رہنے کی دعا مانگو کہ اب اس سے سوال ہوگا (اسے ابوداؤد، حاکم اور بہیقی نے بسند حسن حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

(۳) امام احمد عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اذالقیت الحاج فسلم علیه وصافحه ومره ان یستغفرلك قبل ان یدخل بیته فانه مغفورله [4]۔	جب تو حاجی سے ملے سلام ومصافحہ کر اور قبل اس کے کہ وہ اپنے گھر میں جائے اپنی مغفرت کی دعا اس سے منگوا کہ وہ بخشا ہوا ہے۔

(۴) حضور الحضور نے اویس قرنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ذکر کرکے صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کو حکم دیا:

فمن لقیه منکم فلیأمرہ فلیستغفرله [5]۔	تم میں جو اسے پائے اپنے لیے اس سے دعائے بخشش

---

[1] سنن ابی داؤد باب الدّعا آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۱۰

[2] سنن ابن ماجہ باب فضل دعاء الحاج ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۱۳

[3] سنن ابی داؤد باب الاستغفار آفتاب علم پریس لاہور ۲/۱۰۳

[4] مسند احمد بن حنبل مروی از عبداللہ ابن عمر دارالفکر بیروت ۲/۶۹

[5] صحیح مسلم فضائل اویس قرنی قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۱۱

اخرجه مسلم والبیهقی عن عمر فاروق رضی الله تعالٰی عنه۔	کرائے۔ اسے مسلم اور بیہقی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے رروایت کیا۔ (ت)

ایک روایت میں ہے حضرت فاروق کو بالتخصیص بھی حکم ہوا ان سے دعا کرانا کہ وہ اللہ کے حضور عزت والے ہیں، اخرجه الخطیب وابن عساکر[1] (اسے خطیب اور ابن عساکر نے روایت کیا۔ ت)

(۵) حسب الحکم امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ان سے دعا چاہی[2]۔

اخرجه ابن سعد والحاکم وابو عوانه و الرویانی والبیهقی فی الدلائل وابو نعیم فی الحلیة کلهم من طریق اسیر بن جابر عن عمر رضی الله تعالٰی عنه۔	اسے بطریق اسیر بن جابر حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ابن سعد، حاکم، ابو عوانہ، رویانی، دلائل میں بیہقی، اور حلیہ میں ابو نعیم نے روایت کیا۔ (ت)

(۶) ایک روایت میں ہے امیر المومنین فاروق وامیر المومنین مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہما دونوں کو حضرت اویس سے طلب دعا کا حکم تھا۔ دونوں صاحبوں نے اپنے لیے دعا کرائی[3]۔ اخرجه ابن عساکر (اسے ابن عساکر نے روایت کیا۔ ت)

(۷) امام ابوبکر بن ابی شیبہ استاذ امام بخاری و مسلم اپنے مصنف اور امام بیہقی دلائل النبوۃ کی مجلد یازدہم میں بسند صحیح عـــہ۱ بطریق ابو معٰویہ عن الاعمش عن ابی صالح عن مالک الدار رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت کرتے ہیں:

قال اصاب الناس قحط فی زمن عمر بن الخطاب فجاء رجل عـــہ۲ الٰی قبر النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم فقال یارسول الله استسق الله	یعنی عہد معدلت مہد فاروقی میں ایک بار قحط پڑا۔ ایک صاحب یعنی حضرت بلال بن حارث مزنی صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مزار اقدس حضور ملجاء بیکساں صلی اللہ

عـــہ۱: نص علی صحته الامام القسطلانی فی المواهب ۱۲ منه (م)	امام قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں اس کے صحیح ہونے کی تصریح فرمائی۔ (ت)
عـــہ۲: هو بلال بن الحارث المزنی الصحابی کما عند سیف فی کتاب الفتوح ۱۲ زرقانی شرح مواهب (م)	وہ بلال بن حارث مزنی صحابی ہیں، جیسا کہ سیف کی کتاب الفتوح میں ہے ۱۲ زرقانی شرح مواہب (ت)

[1] مختصر تاریخ ابن عساکر فی ترجمہ اویس قرنی دار الفکر بیروت ۵/ ۸۲

[2] المستدرک للحاکم ذکر لقاء اویس قرنی دار الفکر بیروت ۳/ ۴۰۳

[3] مختصر تاریخ ابن عساکر فی ترجمہ اویس قرنی دار الفکر بیروت ۵/ ۸۳ و ۸۴

لا متك فانهم قدهلكوا فاتاه رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فی المنام فقیل له ائت عمر فاقرأه السلام واخبره انكم مستقیون[1] الحدیث۔	تعالٰی علیہ وسلم پر حاضر ہو کر عرض کی: یارسول اللہ! اپنی امت کے لیے اللہ تعالٰی سے پانی مانگئے کہ وہ ہلاک ہوئے جاتے ہیں۔ رحمت عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان صحابی کے خواب میں تشریف لائے اور ارشاد فرمایا عمر (رضی اللہ عنہ) کے پاس جا کر اسے سلام پہنچا اور لوگوں کو خبر دے کہ پانی آیا چاہتا ہے۔ الحدیث (ت)

شاہ ولی اللہ قرۃ العینین میں یہ حدیث نقل کرکے کہتے ہیں: رواہ ابو عمر فی الاستیعاب[2] (اسے ابو عمر بن عبدالبر نے استیعاب میں روایت کیا۔ت)

تنبیہ نبیہ: یہ چند حدیثیں ہیں احیائے حقیقی سے طلب دعا میں۔ اور اموات سے طلب کی قدرے بحث کہ اصل مسئلہ مسئولہ سائل ہے، ان شاء اللہ تعالٰی مقصد سوم میں مذکور ہوگی۔ یہاں ایک نکتہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ جو بات شرک ہے اس کے حکم میں احیاء واموات وانس وجن وملائک وغیرہم تمام مخلوق الٰہی یکساں ہیں کہ غیر خدا کوئی ہو خدا کا شریک نہیں ہوسکتا تو امور شرک میں حیات وموت تفرقہ، جیسا کہ اس طائفہ جدیدہ کا شیوہ قدیمہ ہے۔ دائرہ عقل وشرع دونوں سے خروج، کیا زندے خدا کے شریک ہوسکتے ہیں، صرف شراکت اموات ہی ممنوع ہے۔ مولوی صاحب اپنی مقیس علیہ یعنی قسم غیر کو ملاحظہ کریں کہ حلال نہیں تو مردے زندے کسی کے لیے حلال نہیں، یونہی اگر طلب دعا میں شرک ہو تو ہرگز یہ حکم فقط اموات سے خاص نہ ہوگا بلکہ یقینا احیاء سے دعا کرانی بھی حرام ٹھہرے گی کہ خدا کا شریک نہ ہوسکنے میں زندے مُردے سب ایک سے۔ ولہذا شیخ الشیوخ علمائے ہند مولٰنا وبرکتنا سیدی شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس اللہ سرّہ العزیز نے شرح مشکوٰۃ شریف میں فرمایا:

اگر ایں معنی کہ درامداد واستمداد ذکر کردیم موجب شرک وتوجہ بماسوائے حق باشد چنانکہ منکر زعم می کند پس باید کہ منع کردہ شود، توسل وطلب دعا از صالحان ودوستان خدا درحالت حیات نیز وایں ممنوع نیست بلکہ مستحب ومستحسن است باتفاق وشائع است	یہ معنٰی جو ہم نے امداد اور مدد طلبی میں بیان کیا اگر شرک کا موجب اور غیر کی طرف توجہ قرار پائے، جیسا کہ منکر خیال رکھتا ہے تو چاہئے کہ صالحین اور اولیاء اللہ سے زندگی میں بھی توسل اور دعا طلبی سے منع کیا جائے حالانکہ یہ ممنوع نہیں بلکہ بالاتفاق مستحب و

[1] مصنف ابن ابی شیبہ فضائل عمر ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱۲/ ۳۲

[2] قرۃ العینین نوع چہلم المکتبۃ السّلفیہ، لاہور ص ۱۹

دردین[1]۔	مستحسن اور دین میں عام ہے۔(ت)

عزیز! یہ نکتہ بہت کار آمد ہے، اور اکثر اوہام وشبہات کا رَد۔ فاحفظ تحفظ وتحظی من الرشد باوفی حظ (اسے یاد رکھو گے تو محفوظ رہو گے اور ہدایت سے بھرپور حصہ پاؤ گے۔ت)

نوع دوم: مخالفات مولوی صاحب وہم مذہبانِ مولوی صاحب میں۔ یہاں اس امر کا ثبوت ہوگا کہ مولوی صاحب کی تحریر مذہب منکرین سے بھی موافق نہیں۔ بوجوہ عدیدہ واصول وفروع طائفہ جدیدہ سے صریح مخالفت اور مذہب مہذب اہل حق سے بعض باتوں میں گونہ موافقت فرمائی ہے۔ پھر یہی نہیں کہ صرف ہم مذہبوں ہی سے خلاف ہوں اور خود مولوی صاحب ان مخالفات کا بخوشی التزام فرمالیں۔ نہیں، نہیں، بلکہ بہت وہ بھی ہیں جو نادانستہ سرزد ہوگئیں کہ ظاہر ہوئے پر خود بھی آپ کو گوارانہ ہوں۔ اور اگر تسلیم فرمالیں تو اس سے کیا بہتر۔ دیکھئے تو، یہیں کتنے مسائل نزاعیہ طے ہوئے جاتے ہیں۔

مخالفت (۱): مولوی صاحب فرماتے ہیں: زیارتِ قبور مومنین خاصۃً بزرگان دین مندوب ومسنون ہے۔ یہ خصوصیت ہمارے طور پر بیشک حق، مگر صاحب مائۃ مسائل کے بالکل خلاف۔ انھوں نے جو قسم زیارت شرعًا بلا کراہت جائز مانی اس میں مزاراتِ عالیہ حضرات اولیا اور ہر شرابی زناکار کی قبر یکساں جانی۔ **حیث قال** (ان کے الفاظ یہ ہیں):

دریں قسم زیارت کردن قبر ولی وغیر ولی وشہید وغیر شہید وصالح وفاسق وغنی وفقیر برابراست[2]۔	اس قسم میں ولی، غیر ولی، شہید، غیر شہید، صالح، فاسق، غنی اور فقیر سب کی قبر کی زیارت یکساں ہے۔(ت)

پھر اس برابری پر بھی صبر نہ آیا۔ آگے الٹی ترقی معکوس کرکے فرمایا:

بلکہ زیارت قبور اغنیاء وملوک زیادہ تر عبرت حاصل می گردد۔[3]	بلکہ مالداروں اور بادشاہوں کی قبروں کی زیارت سے زیادہ عبرت حاصل ہوتی ہے۔(ت)

مطلب یہ کہ جس عــہ فائدہ کے لیے شرع نے زیارت قبور جائز کی ہے وہ مزارات اولیاء میں ہرگز ایسا نہیں

عــہ: **اقول: وباللہ التوفیق** ان مردعاقل محرر مائۃ مسائل سے پوچھنا چاہئے کہ اگر (باقی برصفحہ آئندہ)

[1] اشعۃ اللمعات باب حکم الاسراء فصل اول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴۰۱/۳

[2] مائۃ مسائل سوال سیزدہم مکتبہ توحید وسنۃ پشاور ص ۲۴۔۲۳

[3] مائۃ مسائل سوال سیزدہم مکتبہ توحید وسنۃ پشاور ص ۲۳۔۲۴

جیسا روپے والوں کی قبروں میں ہے۔ تو آدمی کو چاہئے کہ وہیں جائے جہاں دو آنے زیادہ پائے، **انّا للّٰہ وانا الیہ راجعون**

مخالفت (۲): مولوی صاحب وقت زیارت قبور درود و فاتحہ پڑھ کر اموات کو ثواب بخشنا مندوب و مسنون فرماتے ہیں۔ بہت اچھا، قرآن وحدیث سے درود فاتحہ کی خصوصیت ثابت کر دکھائیں، یا قرون ثلاثہ میں اس تخصیص کا رواج بتائیں، ورنہ ندب واستنان درکنار اصول طائفہ پر **کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار**[1] میں داخل ٹھہرائیں۔

مخالفت (۳): سوال سائل میں درود وفاتحہ دونوں کامعًا پڑھنا مذکور تھااور اسی پر حضرت کاجواب وراد۔ بالفرض اگر فردًافردًا ان کا پڑھنا ثابت بھی فرمالیں تواصول طائفہ پرہیأت اجتماعیہ محل میں کلام رہیں گے۔ اس بناپر آپ کو حکم بدعت دینا تھا۔ یا تسلیم فرمایئے کہ بعد حسن احاد حسن مجموعہ میں کلام نہیں جب تک خصوصی اجتماع میں کوئی مفسدہ نہ ہو۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) تمھارا بیان حق ہے تو واجب تھا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اگر قبور اُحد وبقیع پر سو بار رونق افروز ہوئے تو بادشاہوں جباروں کے مقابر پر دو سو بار تشریف لے گئے ہوتے تاکہ امت کو اختیار نفع وافضل کی طرف ارشاد فرمائے یا نہ سہی۔ برابر ہی سہی، کم ہی سہی، کبھی ہی سہی، ایک ہی بار ثابت کردو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعلی علیہ وسلم کسی بادشاہ کی خاک پر تشریف فرما ہوئے ہوں یا قبر غنی کی بوجہ غناء تخصیص فرمائی ہو پھر سخت عجب ہے کہ جس خاص امر کے لیے حضور نے زیارت قبور جائز فرمائی اس کا حصول جہاں بیشتر اور منفعت شرعیہ اتم واوفر اُسی کو دائمًا ترک فرمائیں نہ وہ صحابہ کرام میں ہر گز رواج پائے۔ پھر ہر قرن وطبقہ کے اہل اسلام ہمیشہ زیارت مزارات صلحاء کا اہتمام واعتنا رکھیں، نہ یہ کہ فلاں بادشاہ یا سیٹھ کی گور پر چلو وہاں نفع زائد ملے گا۔ حق یہ ہے کہ مزارات عالیہ حضرات اولیاء کرام قدست اسرارہم پر امر عبرت میں بھی ترجیح، ممنوع اور مشروعیت زیارت کی غرض اس میں منحصر ہونا قطعًا باطل ومدفوع، خود انھیں حضرت کی مظاہر الحق ترجمہ مشکوٰۃ کی بعض عبارات مقصد سوم میں ملیں گے۔ جو ظاہر کردیں گی کہ صاحب مائۃ مسائل نسی ماقدمت یداہ (پہلے جو کچھ لکھ چکے اسے بھول گئے۔ ت) **واللہ سبحانہ وتعالٰی علم ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالٰی** (م)

---

[1] الدرالمنثور بحوالہ مسلم وغیرہ تحت آیت من یھدی اللہ منشورات مکتبہ آیۃ اللہ العظمی ایران ۳/ ۱۴۷

مخالفت (۴): متکلمین طائفہ کی تقریریں گواہ کہ جو فعل فی نفسہٖ حسن ہو مگر عوام میں ان کے زعم پر خلط مفاسد کے ساتھ جاری۔ وہ اصل کو ممنوع ٹھہراتے ہیں، نہ کہ مفاسد سے منع۔ اور اصل کی تجویز کریں، جب آپ کے نزدیک زیارت مزارات متبرکہ بطور شرک رائج کہ استمداد مذکور شائع وشہور۔ تو اصول طائفہ پر اصل زیارت کو حرام کہنا تھا۔ نہ مندوب ومسنون۔

مخالفت (۵): مولوی اسحاق مائۃ مسائل میں لکھتے ہیں:

اذان دادن بعد از دفن بدعت ومکروہ است زیراکہ معہود از سنت نیست وانچہ معہود از سنت نیست بموجب روایات کتب فقہ مکروہ می باشد۔ وعبارۃ الکتب ھذا یکرہ عند القبر مالم یعھد من السنۃ والمعھود منھا لیس الا زیارتہ والدعاء عندہ قائما کما فی فتح القدیر والبحر الرائق والنھر الفائق والفتاوی العالمگیری[1]۔	دفن کے بعد اذان دینا بدعت اور مکروہ ہے اس لیے کہ سنت سے معہود نہیں۔ اور جو کچھ سنت سے معہود نہ ہو کُتب فقہ کی روایات کے مطابق مکروہ ہوتا ہے اور کتابوں کی عبارت یہ ہے قبر کے پاس جو سنت سے معہود نہیں مکروہ ہے۔ اور سنت سے معہود صرف یہ ہے کہ زیارت اور وہاں کھڑے ہو کر دعا ہو جیسا کہ فتح القدیر، البحر الرائق، النہر الفائق اور فتاوٰی عالمگیری میں ہے (ت)

اگرچہ ان عبارات کا مطلب جو صاحبِ مائۃ مسائل نے ٹھہرایا انھیں کتابوں کی بہت عبارتوں سے مردود۔ مگر عجب ہے کہ جناب نے اس کلیہ پر عمل فرما کر وقتِ زیارت درود وفاتحہ پڑھ کر ثواب بخشنے کو کیوں نہ مکروہ فرمایا:

مخالفت (۶): جناب نے امتناع رویت وسماع کو ان حجب عدیدہ کی حیلولت پر مبنی فرمایا یہ ابتنٰی باعلی ندا منادی کہ اموات کو فی انفسہم قوت سمع وابصار حاصل ہے مگر ان حائلوں کے سبب باہر کی صوت وصورت کا ادراک نہیں ہوتا ورنہ اگر خود ان میں راسًا یہ قوتیں نہ ہوتیں تو بنائے کار حیلولت پر رکھنی محض بے معنی، دیوار بیت کی نسبت کوئی نہ کہے گا کہ باہر کی چیزیں اس وجہ سے نہیں دیکھتے کہ بیچ میں آڑ ہے۔ اب متکلمین طائفہ سے استفسار ہو جائے کہ وہ اس تخصیص کے مقر ہوں گے یا راسًا منکر۔ معلم ثانی منکرین ہند یعنی مولوی اسحاق دہلوی سے سوال ہوا: سماعت موتٰی سوائے سلام جائز است (سوائے سلام کے مردے کا سننا جائز ہے؟۔ت) جواب دیا ثابت نیست[2] (ثابت نہیں۔ت) کیا آدمی اسی وقت میّت ہوتا ہے جب قبر میں رکھ کر مٹی دے دیں۔

---

[1] مائۃ مسائل سوال بست وہشتم مکتبہ توحید وسنت پشاور ص ۶۹

[2] مائۃ مسائل سوال بست وششم مکتبہ توحید وسنت پشاور ص ۵۱،۵۰

مخالفت (۷): جب آپ کے نزدیک مانع ادراک حیلولت خاک۔ تو جب تک مٹی نہ دی ہو یا جہاں دفن ہے اس طرح کرتے ہوں کہ باہر کی آواز اندر جانے سے روک نہ ہو، جیسے علامہ ابن الحاج مدخل میں اہل مصر کا رواج بتاتے ہیں کہ اموات کی قبریں نہیں بناتے بلکہ تہ خانوں میں رکھ کر آتے ہیں اور ان کے لیے دروازوے ہوتے ہیں جب چاہو اندر جاؤ باہر آؤ۔ وہاں کے لیے حکم الٰہی ارشاد ہو۔ اگر ایسی جگہ کوئی یوں پکارے اور اموات سے دعا کرنے کو کہے تو قطعًا مشرک یا شائبہ وشبہہ شرک میں گرفتار ہوگا یا نہیں، متکلمین طائفہ تو ہرگز نہ مانیں گے آپ اپنے کلام کا لحاظ فرمائیں۔

مخالفت (۸): الحمدﷲ کہ جناب کا طرز کلام اول سے آخر تک شاہد عدل کہ آیت کریمہ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى[1] کو نفی سماع سے کچھ علاقہ نہیں، نہ ہرگز اس سے یہ مفہوم۔ ورنہ کلام جناب کلام اﷲ کے صریح خلاف ہوگا۔

اوّلاً آیہ کریمہ یقینا عام، پس اگر اس سے نفی سماع مستفاد ہو تو قطعًا سلب کلی پر دلالت کرے گی۔ پھر آپ ارشاد ربّانی کے خلاف بعض اموات کے لیے ایجاب کیونکر کہہ سکتے ہیں۔

ثانیًا اس تقدیر پر مفاد آیت یہ ہوگا کہ نفس موت منافی سماع ہے۔ نہ یہ کہ موتٰی کو اصل قوت حاصل اور عدم ادراک بوجہ حائل۔ پھر آپ کیونکر برخلاف قرآن حیلولت حجب پر بنائے کار رکھتے ہیں۔

لاجرم واضح ہوا کہ آیہ کریمہ کے صحیح معنی ذہن سامی میں ہیں اور آپ خوب سمجھ چکے ہیں کہ اس میں نفی سماع کا اصلاً ذکر نہیں **کما ھوا الحق الناصع** (جیسا کہ یہی حق خالص ہے۔ ت) اور عجب نہیں کہ اسی لیے آپ نے آیہ کریمہ کا ذکر نہ فرمایا، ورنہ اسی کے ہوتے بیگانہ باتوں کی کیا حاجت ہوتی۔ لہٰذا فقیر نے بھی اس بحث کو بشرطیکہ مولوی صاحب جواب میں اس کی طرف رجعت فرمائیں جواب الجواب پر محمول رکھا۔ **واﷲ الموفق۔**

مگر ازانجا کہ مقام خالی نہ رہے بتوفیقہ تعالٰی بعض جوابوں کی طرف اشارہ کروں۔ **فاقول وباﷲ استعین** (میں تو کہتا ہوں اور خدا ہی سے مدد کا طالب ہوں۔ ت)

جواب اوّل: آیت کا صریح منطوق نفیِ اسماع ہے۔ نہ نفی سماع، پھر اسے محل نزاع سے کیا علاقہ۔ نظیر اس کی آیہ کریمہ اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ[2] ہے۔ اسی لیے جس طرح وہاں فرمایا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ[3] یعنی لوگوں کا ہدایت پانا نبی کی طرف سے نہیں خدا کی طرف سے ہے۔ یونہی یہاں بھی ارشاد ہوا:

---

[1] القرآن ۲۷/ ۸۰

[2] القرآن ۲۸/ ۵۶

[3] القرآن ۲/ ۲۷۲

اِنَّ اللّٰہَ یُسۡمِعُ مَنۡ یَّشَآءُ[1] (بیشک اللہ جسے چاہتاہے سناتا ہے۔ت) وہی حاصل ہوا کہ اہل قبور کا سُننا تمھاری طرف سے نہیں اللہ عزوجل کی طرف سے ہے۔ مرقاہ شرح مشکوٰۃ میں ہے:

الاٰیۃ من قبیل اِنَّکَ لَاتَھۡدِیۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ[2]۔	یہ آیت اس آیت کی قبیل سے ہے۔ بیشک تم ہدایت نہیں دیتے مگر خدا دیتا ہے جسے چاہتاہے۔(ت)

جواب دوم: نفی سماع ہی مانو تو یہاں سے سماع قطعًا بمعنی سمعِ قبول وانتفاع ہے۔ باپ اپنے عاق بیٹے کو ہزار بار کہتا ہے، وہ میری نہیں سنتا۔ کسی عاقل کے نزدیک اس کے یہ معنی نہیں کہ حقیقۃً کان تک آواز نہیں جاتی۔ بلکہ صاف یہی کہ سنتا تو ہے، مانتا نہیں، اور سننے سے اسے نفع نہیں ہوتا، آیہ کریمہ میں اسی معنے کے ارادہ پر ہدایت شاہد کہ کفار سے انتفاع ہی کا انتفا ہے نہ کہ اصل سماع کا۔ خود اسی آیہ کریمہ اِنَّکَ لَاتُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰی کے تتمہ میں ارشاد فرماتا ہے عزوجل:

اِنۡ تُسۡمِعُ اِلَّا مَنۡ یُّؤۡمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَھُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ ﴿۸۱﴾[3]۔	تم نہیں سناتے مگر انھیں جو ہماری آیتوں پر یقین رکھتے ہیں تو وہ فرمانبردار ہیں۔

اورپُرظاہر کہ پندو نصیحت سے نفع حاصل کا وقت یہی زندگی دنیا ہے۔ مرنے کے بعد نہ کچھ ماننے سے فائدہ نہ سننے سے حاصل قیامت کے دن سبھی کافر ایمان لے آئیں گے، پھر اس سے کیا کام آٰلۡـٰٔنَ وَقَدۡ عَصَیۡتَ قَبۡلُ[4] (کیااب جبکہ اس سے پہلے نافرمان ہے۔ت) تو حاصل یہ ہو کہ جس طرح اموات کو وعظ سے انتفاع نہیں، یہی حال کافروں کا ہے کہ لاکھ سمجھایئے نہیں مانتے۔ علّامہ حلبی نے سیرت انسان العیون میں فرمایا:

السماع المنفی فی الایت بمعنی السماع النافع وقد اشار الٰی ذٰلك الحافظ الجلال السیوطی بقولہ سماع موتی کلام الخلق قاطبۃ حق قد جاءت بہ عندنا الاثار فی الکتب	آیت میں جس سننے کی نفی کی گئی ہے وہ سماع نافع کے معنی میں ہے،اور اس کی طرف حافظ جلال الدین السیوطی نے اپنے اس کلام سے اشارہ فرمایا ہے: مردوں کا کلام مخلوق سننا حق ہے، اس سے متعلق ہمارے پاس کتابوں میں آثار وارد ہیں۔

---

[1] القرآن ۳۵/ ۲۲

[2] مرقاۃ المصابیح باب حکم الاسراء مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۵۱۹/۷

[3] القرآن ۸۱/۲۷

[4] القرآن ۹۱/۱۰

واٰیت النفی معناها سماع هدی لایقبلون ولا یصغون للادب [1]۔	اور آیت نفی کا معنی سماع ہدایت ہے یعنی وہ قبول نہیں کرتے اور ادب کی بات پر کان نہیں دھرتے۔ (ت)

امام ابوالبرکات نسفی نے تفسیر مدارک التنزیل میں زیر آیہ سورہ فاطر میں فرمایا:

شبه الکفار بالموتی حیث لاینتفعون بمسموعهم [2]۔	کفار کو مُردوں سے تشبیہ دی اس لحاظ سے کہ وہ جو سنتے ہیں اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ (ت)

مولانا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا:

النفی منصب علی نفی النفع لاعلی مطلق السمع [3]۔	مطلق سننے کی نفی نہیں بلکہ معنٰی یہ ہے کہ ان کا سننا نفع بخش نہیں ہوتا۔ (ت)

جواب سوم: مانا کہ اصل سماع ہی منفی مگر کس سے، موتٰی سے، موتٰی کون ہے؟ ابدان، کہ روح تو کبھی مرتی ہی نہیں، اہل سنت وجماعت کا یہی مذہب ہے جس کی تصریحات بعونہ تعالٰی تمہید وفصلہ اول ودوم، نوع اول مقصد سوم میں آئیں گی۔ ہاں کسی سے نفی فرمائی؟ من فی قلبور سے یعنی جو قبر میں ہے۔ قبر میں کون ہے؟ جسم، کہ روحیں تو علّیین یا جنّت یا آسمان یا چاہِ زمزم وغیرہا مقامات عزوکرام میں ہیں، جس طرح ارواح کفار سجین یا نار وادی برہوت وغیرہا مقامات ذلت وآلام میں۔ امام سبکی شفاء السقام میں فرماتے ہیں:

لاندعی ان الموصوف بالموت موصوف بالسماع انما السماع بعد الموت لحی وهو الروح [4]۔	ہم یہ دعوٰی نہیں کرتے کہ جو موت سے متصف ہے وہی سننے سے بھی متصف ہے، مرنے کے بعد سننا ایک ذی حیات کا کام ہے جو روح ہے۔ (ت)

شاہ عبدالقادر صاحب برادر حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب موضح القرآن میں زیر کریمہ وماانت بمسمع من القبور فرماتے ہیں:
حدیث میں آیا ہے کہ "مردوں سے سلام علیک کرو، سنتے ہیں، بہت جگہ مردوں کو خطاب کیا ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ مردے کی روح سنتی ہے اور قبر میں پڑا ہے دھڑ، وہ نہیں سُن سکتا ہے [5]۔

---

[1] السیرۃ الحلبیۃ باب غزوۃ الکبرٰی المکتبۃ الاسلامیۃ بیروت ۲/ ۱۸۲

[2] تفسیر مدارک التنزیل تحت سورہ ۳۵ آیت ۲۲ دارالکتاب العربیۃ بیروت ۳/ ۳۳۹

[3] مرقاۃ المصابیح باب حکم الاسراء مکتبۃ حبیبیہ کوئٹہ ۷/ ۵۱۹

[4] شفاء السقام الباب التاسع الفصل الخامس نوریہ رضویہ سکھر ص ۲۵۹

[5] موضح القرآن تحت سورہ ۳۵ آیت ۲۲ ناشران قرآن مجید لمٹیڈ، اردو بازار لاہور ص ۶۹۷

یہ تینوں جواب بتوفیق الوہاب قبل مطالعہ کلام علماء ذہن فقیر میں آئے تھے، پھر ان کی تصریحیں کلمات علماء میں دیکھیں **کما سمعت وللہ الحمد** (جیسا کہ آپ نے سنااور اللہ ہی کے لیے حمد ہے۔ت) اور ابھی ائمہ علماء کے جواب اور بھی ہیں:

وفیما ذکرنا کفایۃ لمن القی السمع وھو شھید ان اللہ یسمع من یشاء ویھدی الی صراط الحمید۔	اور جو ہم نے بیان کیا وہ کافی ہے اس کے لیے جو کان لگائے اور متوجہ ہو۔ بیشک اللہ جسے چاہتا ہے سناتا ہے اور ذات حمید کے راستے کی ہدایت دیتا ہے(ت)

مخالفت (۹): سائل نے مطلق کہا تھا ایک بزرگ کے مزار شریف پر واسطے زیارت کے گیا جو اپنے ارسال واطلاق سے شہر میں جانے اور سفر کرکے جانے دونوں کو شامل، کمالایخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ت) اور آپ نے بھی یونہی بر سبیل اطلاق زیارت قبور کی تحسین فرمائی او سند میں حدیث بھی وہ ذکر کی جس میں امر بزیارت مطلق وارد۔ یہ اطلاقات مذہب جمہور اہل حق سے تو بیشک موافق، مگر مشرب طائفہ میں آپ پر لازم تھا کہ بلاسفر کے قید لگادیتے، ورنہ سائل ودیگر ناظرین اگر اطلاق دیکھ کر زیارت مزارات کو جانا مطلق جائز سمجھے تو مانعین کے نزدیک ان کا یہ وبال اطلاق فتوی کے ذمہ رہے گا۔

المقصد الثانی فی الاحادیث

(مقصد دوم احادیث میں)

اگرچہ حیات وادراک وسماع وابصار ارواح میں احادیث وآثار اس درجہ کثرت ووفور سے وارد جن کے استیعاب کو ایک مجلد عظیم ودفترِ ضخیم درکار اور خود ان کے احاطہ واستقصا کی طرف راہ کہاں، مگر یہاں بقدر حاجت صرف ساٹھ حدیثوں پر اقتصار اور مثل مقصد اول اس میں بھی دونوں پر انقسامِ گفتار۔

نوع اول: بعد موت بقائے روح وصفات وافعال روح میں، یہاں وہ حدیثیں مذکور ہوں جن سے ثابت کہ روح فنا نہیں ہوتی اور اس کے افعال وادراکات جیسے دیکھنا، بولنا، سننا، آنا جانا، چلنا پھرنا، سب بدستور رہتے ہیں، بلکہ اس کی قوتیں بعد مرگ اور صاف وتیز ہوجاتی ہیں، حالت حیات میں جو کام ان آلاتِ خاکی یعنی آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں، زبان سے لیتے تھے اب بغیر ان کے کرتی ہے۔ اگرچہ جسم مثالی کی یاد آوری سہی، ہر چند اس مطلب نفیس کے ثبوت میں وہ بے شمار احادیث وآثار سب حجۃ کافیہ دلائل شافیہ جن میں:

(۱) بعد انتقال عقل وہوش بدستور رہنا۔ **(۲)** روح کا پس از مرگ آسمانوں پر جانا۔

(۳) اپنے رب کے حضور سجدے میں گرنا۔
(۴) فرشتوں کو دیکھنا۔
(۵) ان کی باتیں سننا۔
(۶) ان سے باتیں کرنا۔
(۷) اپنے منازل جنّت کا پیشِ نظر رہنا۔
(۸) نیک ہمسایوں سے نفع پانا۔
(۹) بدہمسایوں سے ایذا اٹھانا۔
(۱۰) ملائکہ کا ان کے پاس تحفے لانا۔
(۱۱) ان کی مزاج پرسی کو آنا۔
(۱۲) ان کا منتظرِ صدقات رہنا۔
(۱۳) قبر کا ان سے بزبان فصیح باتیں کرنا۔
(۱۴) ان کے منتہائے نظر تک وسیع ہونا۔
(۱۵) زندوں کے اعمال انھیں سنائے جانا۔
(۱۶) نیکیوں پر خوش ہونا، بُرائیوں پر غم کرنا۔
(۱۷) پسماندوں کے لیے دعائیں مانگنا۔
(۱۸) ان کے ملنے کا مشتاق رہنا۔
(۱۹) روحوں کا باہم ملنا جلنا۔
(۲۰) ہر گُونہ کلام کے دفتر کُھلنا۔
(۲۱) منزلوں کی فصل سے آپس کی ملاقات کو جانا
(۲۲) اگلے اموات کا مُردہ نو کے استقبال کو آنا۔
(۲۳) اس کا گزرے قریبوں کو دیکھ کر پہچاننا، ان سے مل کر شاد ہونا۔
(۲۴) ان کا اس سے باقی عزیزوں دوستوں کے حال پوچھنا۔
(۲۵) آپس میں خوبی کفن سے مفاخرت کرنا۔
(۲۶) بُرے کفن والے کا ہم چشموں میں شرمانا۔
(۲۷) اپنے اعمال حسنہ یا سیّئہ کو دیکھنا۔
(۲۸) ان کی صحبت سے انس وفرحت یا معاذاللہ خوف ووحشت پانا۔
(۲۹) عالم دین کا علم شریعت
(۳۰) اہلسنت کا مذہب سنّت
(۳۱) مسلمان کے دل خوش کرنے والے کا اس سرور وفرحت سے صحبت دلکشا رکھنا۔
(۳۲) تالیِ قرآن کا قرآن عظیم کی پاکیزہ طلعت سے صحبت دلکشا رکھنا
(۳۳) دشمنانِ عثمان کا اپنی قبروں میں عیاذًا باللہ دجال پر ایمان لانا۔
(۳۴) نیک بندوں کا خدمتِ اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعباداللہ الصالحین میں حاضر ہونا۔
(۳۵) اپنی قبور میں نمازیں پڑھنا۔
(۳۷) حج کرنا لبیک کہنا
(۳۷) تلاوت قرآن میں مشغول رہنا۔
(۳۸) بلکہ ملائکہ کا انھیں تمام وکمال قرآن عظیم حفظ کرانا۔
(۳۹) اپنے رب جل جلالہ، سے باتیں کرنا۔
(۴۰) رب تبارک وتعالٰی کا ان سے کلامِ جانفزا فرمانا۔
(۴۱) بیل اور مچھلی کا لڑتے ہوئے ان کے سامنے آنا تماشا دیکھ کر جی بہلانا،
(۴۲) جنّت کی نہروں میں غوطے لگانا۔

(۴۳) جو تلاوت قرآن میں مشغول مرے قرآن عظیم کا ہر وقت ان کی دلجوئی فرمانا، ہر صبح وشام ان کے اہل وعیال کی خبریں انھیں پہنچانا۔

(۴۴) دودھ پیتے شہزادے کا انتقال ہوا، جنت کی دائیاں مقرر ہونا، مدّت رضاعت تمام فرمانا۔

(۴۵) نیکوں کا شوق قیامت میں جلدی کرنا۔ **(۴۶)** بدوں کا نام قیامت سے گھبرانا۔

(۴۷) مقتولان راہِ خدا کے دل میں دوبارہ قتل کی آرزو ہونا۔

(۴۸) مسلمانوں کا سبز یا سپید پرندوں کے روپ میں جہاں چاہنا اُڑتے پھرنا۔

(۴۹) جنّت کے پھل پانی کھانا پینا۔

(۵۰) سونے کی قندیلوں میں عرش کے نیچے بسیرا لینا۔ **اللھم ارزقنا۔**

اور ان کے سوا بہت سے امور وارد ہوئے۔ جو ان کے علم وادراک وسمع وبصر وکلام سیر وغیرہا صفات واحوال حیات پر برہان ساطع، بلکہ تمام آیات واحادیث عذاب قبر ونعیم قبر اس مدعا پر حجت قاطع، جسے ان تمام باتوں پر اطلاع تفصیل منظور ہو تصانیف ائمہ دین خصوصًا کتاب مستطاب شرح الصدور بکشف حال الموتی والقبور تصنیف لطیف امام اجل خاتمہ الحفاظ المحققین امام علامہ جلال الملۃ والدین سیوطی قدس سرہ، المکین کی طرف رجوع کرے۔ مگر میں اس نوع میں صرف چند حدیثیں ذکر کروں گا جن میں ارواح کا بعد انتقال، اہل دنیا کو دیکھنا، ان سے باتیں کرنا، ان کی باتیں سننا اور اسی قسم کے امور متعلقہ بدنیا مذکور ہیں، اور ان میں بھی وقائع جزئیہ نہ لکھوں گا کہ کوئی کہے **واقعۃ حال لا عموم لھا** (ایک واقعہ ہے جو عام نہیں ہوتا۔ ت) اگرچہ دقیق النظر کو ان سے دلیل کی ترتیب اور اتمام تقریب دشوار نہ ہو۔ معہذا پھر ان میں وہ اکثر جن کا ایراد موجب اطالت، لہذا صرف انھیں بعض امور کلیہ کی روایت پر اقتصار چاہتا ہوں، جو ایک عام طور پر حال ارواح میں وارد ہوئے۔ میرے لیے ان احادیث نوع اول میں دو غرضیں ہیں:

اولاً جب بعد فراق بدن ان کا علم وادراک وسمع وبصر ثابت ہوا تو یہ بعینہٖ مسئلہ مقصودہ کا ثبوت ہے کہ اسی وقت سے نام میّت ان پر صادق ہوتا ہے۔ قبر میں بند ہونے نہ ہونے کو اس میں دخل نہیں، تو عام منکرین پر حجت ہوں گے۔

ثانیاً جب ان سے ثابت ہوگا کہ روح بعد موت اپنے صفات وافعال پر باقی۔ اور ان آلات جسمانیہ سے مستغنی، تو اس وقت خاص مولوی صاحب کے مقابل یوں گزارش ہو سکتی ہے کہ جس پر جناب مٹی وغیرہ کے حائل وحجاب دیکھ رہے ہیں وہ جسم خاکی ہے نہ کہ روح پاک، اور سمع وبصر وعلم وخبر جس کے اوصاف ہیں وہ جان پاک ہے نہ کہ یہ تودہ خاک۔ **حسبنا اللہ ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔**

حدیث (۱): امام اجل عبداللہ بن مبارک وابوبکر بن ابی شیبہ عبداللہ [عہ] بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہما

عہ: صحابی ابن صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہما ۱۲ منہ (م)

سے موقوف اور امام اجل احمد بن حنبل اپنی مسند اور طبرانی معجم الکبیر اور حاکم صحیح مستدرک اور ابونعیم حلیہ میں بسند صحیح حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مرفوعًا راوی:

والموقوف ابسط لفظا واتم معنی وانت تعلم انه فی الباب کمثل المرفوع وھذا لفظ امام ابن المبارك قال ان الدنیا جنة الکافر وسجن المؤمن وانما مثل المؤمن حین تخرج نفسه کمثل رجل کان فی سجن فاخرج منه فجعل یتقلب فی الارض ویتفسح فیھا[1]۔ولفظ ابی بکر ھکذا الدنیا سجن المومن وجنة الکافر فاذا مات المومن یخلی سربه یسرح حیث شاء[2]۔	(اور حدیث موقوف لفظًا زیادۃ مبسوط اور معنًا زیادہ تام ہے۔ اور معلوم ہے کہ اس باب میں موقوف بھی مرفوع کا حکم رکھتی ہے۔ اور یہ روایت امام ابن مبارک کے الفاظ ہیں۔ ت) بیشک دنیا کافر کی جنت اور مسلمان کی زندان ہے، اور ایمان والے کی جب جان نکلتی ہے تو اس کی کہاوت ایسی ہے جیسے کوئی قید خانہ میں تھا اب اس سے نکال دیا گیا کہ زمین میں گشت کرتا اور بافراغت چلتا پھرتا ہے۔(اور روایت ابوبکر کے الفاظ یہ ہیں۔ ت) دنیا مسلمان کا قید خانہ اور کافر کی بہشت ہے۔ جب مسلمان مرتا ہے اس کی راہ کھول دی جاتی ہے کہ جہاں چاہے سیر کرے۔

حدیث (۲): سیدی محمد علی ترمذی انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ماشبھت خروج المومن من الدنیا الامثل خروج الصبی من بطن امه من ذٰلك الغم والظلمة الٰی روح الدنیا[3]۔	یعنی دنیا سے مسلمان کا جانا عـــہ ایسا ہے جیسے بچے کا ماں کے پیٹ سے نکلنا اس دم گھٹنے اور اندھیری کی جگہ سے اس فضائے وسیع دنیا میں آنا۔

عـــہ **فائدہ:** اسی کے موید دو[۲] حدیثین اور ہیں مرسل سلیم بن عامر و بن دینار سے اخرجھما ابن ابی الدنیا (ابن ابی الدنیا نے ان دونوں کو روایت کیا ہے۔ ت) (م)

---

[1] کتاب الزہد لابن مبارک حدیث ۵۹۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۲۱۱

[2] المصنف لابن ابی شیبۃ حدیث ۱۶۵۷۱ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱۳/ ۳۵۵

[3] نوادر الاصول الاصل الثالث والخمسون فی ان الکبائر لا تجامع دار صادر بیروت ص ۷۵

اسی لیے علماء فرماتے ہیں دنیا کو برزخ سے وہی نسبت ہے جو رحمِ مادر کو دنیا سے۔ پھر برزخ کو آخرت سے یہی نسبت ہے جو دنیا کو برزخ سے۔ اب اس سے برزخ ودنیا کے علوم وادراک میں فرق سمجھ لیجئے، وہی نسبت چاہئے جو علم جنین کو علکم اہل دنیا سے، واقعی روح طائر ہے اور بدن قفس، اور علم پرواز، پنجرے میں پرند کی پَر فشانی کتنی؟ ہاں، جب کھڑکی سے باہر آیا اس وقت اس کی جولاناں قابل دید ہیں،

حدیث (۳): صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ابو سعید خُدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا وصف الجنازہ واحتملھا الرجال علٰی اعناقھم، فان کانت صالحۃ قالت قدمونی وان کانت غیر صالحۃ قالت لاھلھا یا ویلھا ان تذھبو بھا بسمع صوتھا کل شیئ الا الانسان ولو سمع الانسان لصعق[1]۔	جب جنازہ رکھا جاتا ہے اور مرد اسے اپنی گردنوں پر اٹھاتے ہیں، اگر نیک ہوتا ہے کہتا ہے مجھے آگے بڑھاؤ، اور اگر بد ہوتا ہے کہتا ہے ہائے خرابی اس کی کہاں لیے جاتے ہو، ہر شے اس کی آواز سنتی ہے مگر آدمی کہ وہ آدمی وہ سُنے تو بیہوش ہو جائے۔ (ت)

اقول: اگرچہ اہلسنت کا مسلک ہے کہ نصوص ہمیشہ ظاہر پر محمول ہوں گے۔ جب تک کہ اس میں محذور نہ ہو۔ لہٰذا ہم اس کلامِ جنازہ کو یوں بھی کلام حقیقی پر محمول کرتے ہیں، مگر بحمد اللہ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان پچھلے لفظوں سے نص کر مفسر فرمادیا کہ ہر شے اس کی آواز سنتی ہے اب کسی طرح مجال تاویل و تشکیک باقی نہ رہی، وللہ الحمد!

حدیث (۴): ابو داؤد طیالسی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرفوعًا روایت کیا: اذا وضع المیّت علٰی سریرہ[2]۔ الحدیث مانند حدیث ابو سعید رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

حدیث (۵): امام احمد وابن ابی الدنیا وطبرانی ومروزی وابن مندہ ابو سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ان المیّت یعرف من یغسلہ ویحملہ ومن یکفنہ ومن یدلیہ فی حفرتہ[3]۔	بیشک مُردہ پہچانتا ہے اسے کو غسل دے اور جو اٹھائے اور جو کفن پہنائے اور جو قبر میں اتارے۔ (ت)

[1] صحیح البخاری باب قول المیّت وھو علی الجنازۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۷۶

[2] مسند ابی داؤد الطیالسی حدیث ۲۳۳۶ دار الفکر بیروت ص ۳۰۷

[3] مسند احمد بن حنبل مروی از ابو سعید خدری دار الفکر بیروت ۳/۳

حدیث (٦): ابوالحسن بن البراء کتاب الروضہ میں بسند خود عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

مامن میّت یموت الاوھو یعرف غاسلہ ویناشد حاملہ ان کان بُشّر بروح وریحان وجنۃ نعیم ان یجعلہ وان کان بشر بنزل من حمیم وتصلیۃ جحیم، ان یحبسہ[1]۔	ہر مردہ اپنے نہلانے والے کو پہچانتا اور اٹھانے والے کو قسمیں دیتا ہے اگر اسے آسائش اور پھولوں اور آرام کے باغ کا مژدہ ملا، تو قسم دیتا ہے مجھے جلد لے چل، اور اگر آبِ گرم کی مہمانی اور بھڑکتی آگ میں جانے کی خبر ملتی ہے قسم دیتا ہے مجھے روک رکھ۔

حدیث (٧): ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

مامن میّت یوضع عیل سریرہ فیخطی بہ ثلٰث خطوات الاتکلم بکلام یسمع من شاء اللہ الاّ الثقلین الجن والانس یقول یا اخوتاہ ویاحملۃ نعشاہ لاتغر نکم الدنیا کما غرتنی ولا یلعبن بکم الزمان کما لعب بی خلفت ما ترکت لورثتی والدیان یوم القٰیمۃ یخاصمنی ویحاسبنی وانتم تشیعونی وتدعونی[2]۔	جب مردے کو جنازہ پر رکھ کر تین قدم لے چلتے ہیں ایک کلام کرتا ہے جسے سب سنتے ہیں، جنھیں خدا چاہے سوا جن وانس کے، کہتا ہے اے بھائیو! اے نعش اٹھانے والو! تمھیں دنیا وفریب نہ دے جیسا مجھے دیا اور تم سے نہ کھیلے جیسا مجھ سے کھیلی، اپنا ترکہ تو میں وارثوں کے لیے چھوڑ چلا اور بدلہ دینے والا قیامت میں مجھ سے جھگڑے گا اور حساب لے گا۔ تم میرے ساتھ چل رہے اور اکیلا چھوڑ آؤ گے۔

حدیث (٨): ابن مندہ راوی، حِبّان بن ابی جبلہ عــہ نے فرمایا:

بلغنی ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ان الشھید اذا استشھد انزل	مجھے حدیث پہنچی کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: شہید کے لیے جسم نہایت خوبصورت

عــہ: یہ تابعی ثقہ ہیں رجال بخاری سے، کتاب الادب المفرد میں ١٢منہ (م)

---

[1] شرح الصدور بحوالہ کتاب الروضۃ باب معرفۃ المیّت من یغسلہ خلافت اکیڈمی سوات ص ٣٩

[2] شرح الصدور کتاب القبور لابن ابی الدنیا باب معرفۃ المیّت من یغسلہ خلافت اکیڈمی سوات ص ٤٠

الله تعالیٰ جسد اکاحسن جسد ثم یقال لروحه ادخلی فیه فینظر الیٰ جسده الا ول مایفعل به ویتکلم فیظن انهم یسمعون کلامه وینظر الیهم فیظن انهم یرونه حتی یاتیه ارواجه یعنی من الحور العین فیذهبن به[1]۔	یعنی اجسامِ مثالیہ سے اترتا ہے اور اس کی روح کو کہتے ہیں اس میں داخل ہو، پس وہ اپنے بدن کو دیکھتا ہے کہ لوگ اس کے ساتھ کیا کرتے ہیں اور کلام کرتا ہے اور اپنے ذہن میں سمجھتا ہے کہ لوگ اس کی باتیں سن رہے ہیں، اور آپ جو انھیں دیکھتا ہے تو یہ گمان کرتا ہے کہ لوگ بھی اسے دیکھ رہے ہیں یہاں تک کہ حور عین میں سے اس کی بیبیاں آکر اسے لے جاتی ہیں (ت)

حدیث (۹): ابن ابی الدنیا و بیہقی سعید بن مسیب سے راوی:

ان سلمان الفارسی وعبدالله بن سلام التقیا فقال احدهما لصاحبه ان لقیت ربك قبلی فاخبرنی فی ماذا لقیت، فقال اوتلقی الاحیاء الاموات، قال نعم اماالمومنون فان رواحه فی الجنة وهی تذهب حیث شاءت[2]۔	سلمان فارسی وعبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہما ملے، ایک صاحب نے دوسرے سے فرمایا: اگر آپ مجھ سے پہلے انتقال کریں تو مجھے خبر دیں کہ وہاں کیا پیش آیا، دوسرے صاحب نے پوچھا کہ کیا زندے اور مردے بھی آپس میں ملتے ہیں؟ فرمایا: ہاں مسلمانوں کی روحیں توجنت میں ہوتی ہیں اور انھیں اختیار ہوتا ہے جہاں چاہے جائیں۔

مغیرہ بن عبدالرحمان کی روایت میں تصریح آئی کہ یہ ارشاد فرمانے والے حضرت سلمان عہ فارسی تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ سعید بن منصور اپنے سُنن اور ابن جریر طبری کتاب الادب میں ان سے راوی:

قال لقی سلمان الفارسی عبدالله بن سلام فقال له ان مت قبلی فاخبرنی بما تلقی، وان مت قبلك اخبرتك الحدیث[3]۔	یعنی سلمان فارسی نے عبداللہ بن سلام سے فرمایا: اگر تم مجھ سے پہلے مرو تو مجھ خبر دینا کہ وہاں کیا پیش آیا اور اگر میں تم سے پہلے مروں گا تو میں تمھیں خبر دونگا۔

عـــہ: صحابی، عظیم الشان الجلیل القدر صحابی ان چاروں میں سے جن کی طرف جنت مشتاق ہے ۱۲منہ سلمہ (م)

---

[1] شرح الصدور بحوالہ ابن مندہ باب مقر الارواح خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۰۳

[2] شعب الایمان حدیث ۱۳۵۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۲۱/۲

[3] شرح الصدور بحوالہ کتاب الادب لابن جریر خلافت اکیڈمی سوات ص ۹۸

حدیث (۱۰) : ابن ابی شیبہ استادِ بخاری ومسلم اپنے مصنف میں سیدنا ابوہرہ عــہ۱ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ انھوں نے فرمایا:

لا یقبض المومن حتّٰی یری البشرٰی فاذا قبض نادی فلیس فی الدار دابة صغیرة ولا کبیرة الاالله وھی تسمع صوته الا الثقلین الجن والانس، تعجلو ابی الی ارحم الراحمین فاذا وضع علٰی سریرہ قال ما ابطاء ماتمشون[1]۔الحدیث	مسلمانوں کی روح نہیں نکلتی جب تک بشارت نہ دیکھ لے۔ پھر جب نکل چکتی ہے تو ایسی آواز میں جسے انس وجن کے سوا گھر کا ہر چھوٹا بڑا جانور سنتا ہے۔ ندا کرتی ہے مجھے لے چلو ارحم الراحمین کی طرف، پھر جب جنازے پر رکھتے ہیں کہتی ہے کتنی دیر لگا رہے ہو چلنے میں۔الحدیث۔

حدیث (۱۱) : امام احمد کتاب الزہد میں ام الدرداء عــہ۲ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ فرماتیں:

ان المیّت اذا وضع عی سریرہ فانه ینادی یااھلاہ ویاجیراناہ ویا حملة سریراہ لاتغرنکم الدنیا کما غرتنی[2]الحدیث۔	بیشک مردہ جب چارپائی پر رکھا جاتا ہے پکارتا ہے اے گھر والو، اے ہمسایوں، اے جنازہ اٹھانے والو! دیکھو دنیا تمھیں دھوکا نہ دے جیسا مجھے دیا۔

حدیث (۱۲) : ابن ابی الدنیا امام مجاہد عــہ۳ رحمۃاللہ تعالٰی علیہ سے راوی:

اذامات المیّت فملك قابض نفسه فما من شیئ الا وھو یراہ عند غسله وعند حمله حتی یوصله الی قبرہ[3]۔	جب مردہ مرتا ہے ایک فرشتہ اس کی روح ہاتھ میں لیے رہتا ہے، نہلاتے اٹھاتے وقت جو کچھ ہوتا ہے وہ سب دیکھتا جاتا ہے یہاں تک کہ فرشتہ اسے قبر تک پہنچا دیتا ہے۔

عــہ۱: صحابی، جلیل القدر رفیع الذکر ہیں جن کی عام شہرت ان کی تعریف سے مغنی ۱۲منہ (م)

عــہ۲: یہ دو خاتونوں کی کنیت ہے دونوں حضرت ابودرداء صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی بیبیاں ہیں، پہلی کبرٰی کہ صحابیہ ہیں خیرہ نام، دوسری صغرٰی تابعیہ ثقہ فقیہ مجتہدہ رواۃ صحاح ستہ سے، ہجیمہ نام رضی اللہ تعالٰی عنہا ۱۲منہ (م)

عــہ۳: تابعی جلیل الشان امام مجتہد مفسر ثقہ علماء مکہ معظّمہ واجلہ تلامذہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے سب صحاح میں ان سے روایت ہے ۱۲منہ (م)

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الذہد کلام ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱۲/ ۳۴۸

[2] شرح الصدور بحوالہ کتاب الزہد لاحمد باب معرفۃ المیّت خلافت اکیڈمی سوات ص ۴۰

[3] شرح الصدور بحوالہ ابن ابی الدنیا باب معرفۃ المیّت خلافت اکیڈمی سوات ص ۳۹

حدیث (۱۳): وہی عمرو بن دینار عـــہ۱ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے راوی:

مامن المیّت یموت الاّ وھو یعلم مایکون فی اھلہ بعدہ وانھم یغسلونہ ویکفنونہ وانہ لینظر الیھم [1]۔	ہر مردہ جانتا ہے کہ اس کے بعد اس کے گھر والوں میں کیا ہورہا ہے لوگ اسے نہلاتے ہیں کفناتے ہیں اور وہ انھیں دیکھتا جاتا ہے۔

حدیث (۱۴): ابو نعیم انہیں سے راوی:

مامن میّت یموت الاروحہ فی ید ملك ینظر الی جسدہ کیف یغسل وکیف یکفن وکیف یمشی بہ ویقال لہ وھو علٰی سریرہ اسمع ثناء الناس علیك [2]۔	ہر مردے کی روح ایک فرشتے کے ہاتھ میں ہوتی ہے کہ اپنے بدن کو دیکھتی جاتی ہے کیونکر غسل دیتے ہیں، کس طرح کفن پہناتے ہیں، کیسے لے کر چلتے ہیں اور وہ جنازے پر ہوتا ہے کہ فرشتہ اس سے کہتا ہے سن تیرے حق میں بھلا یا بُرا کیا کہتے ہیں۔

حدیث (۱۵): امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن عبید ابن ابی الدنیا کہ امام ابن ماجہ صاحب سنن کے استاد ہیں امام اجل بکر عـــہ۲ بن عبداللہ مزنی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے راوی کہ انھوں نے فرمایا:

بلغنی انہ مامن میّت یموت الاوروح فی ید ملك الموت فھم یغسلونہ ویکفنونہ وھو یرٰی مایصنع اھلہ فلم یقدر علی الکلام لینھاھم عن الرنۃ والعویل [3]۔	مجھے حدیث پہنچی کہ جو شخص مرتا ہے اس کی روح ملک الموت کے ہاتھ میں ہوتی ہے، لوگ اسے غسل وکفن دیتے ہیں اور وہ دکھتا ہے کہ اس کے گھر والے کیا کرتے ہیں، وہ ان سے بول نہیں سکتا کہ انھیں شور وفریاد سے منع کرے۔

اقول: اس نہ بولنے کی تحقیق زیر حدیث ۳۵ مذکور ہوگی، ان شاء اللہ تعالٰی۔

عـــہ۱: یہ بھی تابعی جلیل ثقہ ثبت ہیں علماء مکہ معظّمہ ورجال صحاح ستہ سے ۱۲ منہ (م)

عـــہ۲: تابعی جلیل ثقہ ثبت ہیں رواۃ صحاح ستہ سے ۱۲ منہ سلمہ ربہ (م)

---

[1] شرح الصدور بحوالہ عمرو بن دینار باب معرفۃ المیّت خلافت اکیڈمی سوات ص ۳۹

[2] حلیۃ الاولیاء مترجم نمبر ۲۴۶ دارالکتاب العربی بیروت ۳/ ۳۴۹

[3] شرح الصدور بحوالہ ابن ابی الدنیا باب معرفۃ المیّت خلافت اکیڈمی سوات ص ۴۰۔۳۹

حدیث (۱۶): یہی امام سفیان عــہ۱ علیہ رحمۃ المنان سے راوی:

ان المیّت لیعرف کل شیئ حتی انه لینا شد غاسله باللّٰه الاخففت علی قال ویقال له وھو علی سریرہ اسمع ثناء الناس علیك[1]۔	بیشک مردہ ہر چیز کو پہچانتا ہے یہاں تک کہ اپنے نہلانے والے کو خدا کی قسم دیتا ہے کہ آسانی سے نہلانا، اور یہ بھی فرمایا کہ اس سے جنازے پر کہا جاتا ہے کہ سن لوگ تیرے بارے میں کیا کہتے ہیں۔

حدیث (۱۷): یہی عبدالرحمٰن بن ابی لیلٰی عــہ۲ علیہ رحمۃ اللہ وسبحانہ وتعالٰی سے راوی:

الروح بید ملك یمشی به مع الجنازۃ یقول له اسمع ما یقال لك[2] الحدیث۔	روح ایک فرشتے کے ہاتھ میں ہوتی ہے کہ اسے جنازہ کے ساتھ لے کر چلتا اور اس سے کہتا ہے سن تیرے حق میں کیا کہا جاتا ہے۔

حدیث (۱۸): یہی ابن ابی نجیح عــہ۳ سے راوی:

مامن میّت یموت الاروحه فی ید ملك ینظر الٰی جسدہ کیف یغسل وکیف یکفن وکیف یمشی به الٰی قبرہ[3] الحدیث۔	جو مردہ مرتا ہے اس کی روح ایک فرشتے کے ہاتھ میں ہوتی ہے کہ اپنے بدن کو دیکھتی ہے کیونکر نہلایا جاتا ہے، کیونکر کفن پنایا جاتا ہے، کیونکر قبر کی طرف لے کر چلتے ہیں۔

حدیث (۱۹): یہی ابوعبداللہ بکر مزنی عــہ۴ رحمۃ اللہ علیہ سے راوی:

حدثت ان المیّت لیستبشر بتعجیله	مجھ سے حدیث بیان کی گئی ہے کہ دفن میں جلدی کرنے

عــہ۱: تبع تابعین ومجتہدان کوفہ ورجال ستہ سے ہیں، امام ثقہ حجت محدّث مجتہد عارف باللہ ۱۲منہ (م)

عــہ۲: یہ تابعی عظم القدر جلیل الشان میں رجال صحاح ستہ سے ۱۲منہ (م)

عــہ۳: تبع تابعین وعلمائے مکہ ورواۃِ صحاح ستہ سے ۱۲منہ (م)

عــہ۴: تابعی جلیل القدر کمامر ۱۲منہ (م)

[1] شرح الصدور عن سفیان باب معرفۃ المیّت خلافت اکیڈمی سوات ص۴۰

[2] شرح الصدور بحوالہ ابن ابی الدنیا باب معرفۃ المیّت خلافت اکیڈمی سوات ص۴۰

[3] شرح الصدور عن ابن نجیح باب معرفۃ المیّت خلافت اکیڈمی سوات ص۴۰

الی المقابر [1]۔ جعلنا اللہ بمنہ وکرمہ من السرورین المستبشرین برحمۃ المسریحین بالموت بجودہ وسابغ نعمتہ اٰمین بجاہ النبی الکریم الرؤف الرحیم واٰلہ وصحبہ واولیاء امۃ افضل الصلوۃ والتسلیم ؎۔	سے مردہ خوش ہوتا ہے۔ اللہ اپنے فضل وکرم سے ہمیں ان لوگوں میں سے بنائے جو اس کی رحمت سے شاداں وفرحاں ہوتے، اس کے وجود وانعام کامل کے سبب موت سے راحت پاتے ہیں، الٰہی! قبول فرما نبی کریم رؤف ورحم کی وجاہت کے صدقے، ان پر ان کی آل واصحاب اوران کی میّت کے اولیاء پر بہترین درود وسلام ہو۔

نوع دوم: احادیث سمع وادراک اہل قبور میں، اوراس میں چند فصلیں ہیں:

فصل اول اصحاب قبور سے حیا کرنے میں:

حدیث (۲۰): اُم المومنین صدیقہ بنت الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما کا ارشاد جو مشکوٰۃ شریف میں بروایت امام احمد منقول اور اسے حاکم نے بھی صحیح مستدرک میں روایت کیااور بشرط بخاری ومسلم صحیح کہاکہ فرماتیں:

کنت ادخل بیت الذی فیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وانی واضع ثوبی واقول انما ھو زوجی وابی فلما دفن عمر معھما فواللہ مادخلتہ الا وانا مشدودۃ علی ثیابی حیاء من عمر [2]۔	میں اس مکان جنت آستان میں جہاں حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کامزار پاک ہے یونہی بے لحاظ ستر وحجاب چلی جاتی اور جی میں کہتی وہاں کون ہے۔ یہی میرے شوہر یا میرے باپ صلی اللہ تعالٰی علے زوجہاثم ابیہاثم علیہاوبارک وسلم۔ جب سے عمر دفن ہوئے خداکی قسم میں بغیر سراپابدن چھپائے نہ گئی عمر سے شرم کے باعث رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔

فرمایئے اگر اربابِ مزارات کو کچھ نظر نہیں آتا اس شرم کے کیا معنی تھے؟ اور دفن فاروق سے پہلے اس لفظ کاکیامنشاء تھاکہ مکان میں میرے شوہر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سوامیرے باپ ہی توہیں غیر کون ہے!

ع‍ـــہ: اس نوع کی بعض احادیث بوجہ مناسبت نوع دوم میں مذکور ہوئیں، واللہ تعالٰی اعلم ۱۲منہ (م)

---

[1] شرح الصدور عن بکر المزنی باب معرفۃ المیّت خلافت اکیڈمی سوات ص ۴۰

[2] مشکوٰۃ المصابیح زیارۃ القبور فصل ثالث مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۵۴، مستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابہ دارالفکر بیروت ۴/ ۷

حدیث (۲۱): ابن ابی شیبہ وحاکم حضرت عقبہ بن عامر صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

مآابالی فی القبور قضیت حاجتی اما فی السوق والناس تنظرون [1]۔	یعنی میں ایک سا جانتاہوں کہ قبرستان میں قضائے حاجت کو بیٹھوں یا بیچ بازار میں کہ لوگ دیکھتے جائیں۔

مقصد ثالث میں اس کے مناسب سلیم بن عمیر سے مذکور ہوگا کہ شرمِ اموات کے باعث مقابر میں پیشاب نہ کیا حالانکہ سخت حاجت تھی۔

فصل دوم: احیاء کے آنے، پاس بیٹھنے، بات کرنے سے مردون کے جی بہلنے میں ــــــ ظاہر ہیں کہ اگر دیکھتے، سنتے، سمجھتے نہیں تو ان امور سے جی بہلنا کیسا!

حدیث (۲۲): شفاء السقام امام سبکی وار بعین طائیہ پھر شرح الصدور میں ہے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مروی:

انس مایکون المیّت فی قبرہ اذازارہ من کان یحبہ فی دارالدنیا [2]۔	قبر میں مردے کا زیادہ جی بہلنے کا وقت وہ ہوتا ہے جب اس کا کوئی پیارا زیارت کو آتا ہے۔

حدیث (۲۳): ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں اور امام عبدالحق کتاب العاقبہ میں اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

مامن رجل یزور قبر اخیہ ویجلس عندہ الاّ استأنس وردعلیہ حتی یقوم [3]۔	جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی زیارت قبر کو جاتا ہے اور وہاں بیٹھتا ہے میّت کا دل اس سے بہلتا ہے اور جب تک وہاں سے اٹھے مردہ اس کا جواب دیتا ہے۔

حدیث (۲۴): صحیح مسلم شریف میں ہے عمروبن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے صاحبزادے عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہ وہ بھی صحابی ہیں نزع میں فرمایا:

اذا دفنتمونی فشنوا علی التراب شنا ثم اقیموا حول قبری قدرما تنحر جزور ویقسم لحمہا حتی استانس بکم وانظر ماذا اراجع	جب مجھے دفن کر چکو مجھ پر تھم تھم کر آہستہ آہستہ مٹی ڈالنا پھر میر قبر کے گرد اتنی دیر ٹھہرے رہنا کہ ایک اونٹ ذبح کیا جائے اور اس کا گوشت تقسیم ہو

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الجنائز ادارۃ القرآن کراچی ۳۳۹/۳

[2] شرح الصدور بحوالہ اربعین طائیہ باب زیارۃ القبور خلافت اکیڈمی سوات ص ۸۵

[3] شرح الصدور بحوالہ کتاب القبور ابن ابی الدنیا باب زیارۃ القبور خلافت اکیڈمی سوات ص ۸۴

یہاں تک کہ میں تم سے انس حاصل کروں اور جان لوں کہ اپنے رب کے رسول کو کیا جواب دیتاہوں۔	بہ رسل ربی [1]۔

فصل سوم: احیاء کی بے اعتدالی سے اموات کے ایذا پانے میں ـــــ ظاہر ہے کہ افعال واحوال احیاء پر انھیں اطلاع نہیں تو ایذا پانی محض بے معنی۔

حدیث (۲۵): امام احمد بسند حسن عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا، فرمایا: لا تؤذ صاحب ھذا القبر یعنی اس قبر والے کو ایذا نہ دے۔ یا فرمایا: لاتؤذہ [2] اسے تکلیف نہ پہنچا۔ یاصاحب القبر انزل من علی القبر لا تؤذی صاحب القبر ولایؤذیك [3] (او قبر والے! قبر سے اتر آ، نہ تو صاحب قبر کو ایذا دے نہ وہ تجھے)

مقصد سوم: میں اس حدیث کی شرح امام اجل حکیم ترمذی سے منقول ہوگی۔

روایت مناسبہ: ابن ابی الدنیا ابوقلابہ بصری عـــہ۱ سے راوی: میں ملک شام سے بصرہ کو جاتا تھا، رات کو خندق میں اترا وضو کیا، دو رکعت نماز پڑھی، پھر ایک قبر پر سر رکھ کر سوگیا، جب جاگا تو صاحب قبر کو دیکھا کہ مجھ سے گلہ کرتا ہے اور کہتا ہے: لقد اٰذیتنی منذ اللیلۃ اے شخص تو نے مجھے رات بھر ایذا دی۔

روایت دوم: امام بیہقی دلائل النبوۃ میں اور ابن ابی الدنیا حضرت ابو عثمان عـــہ۲ نہدی سے وہ ابن مینا تابعی سے راوی: میں مقبرے میں گیا، دو۲ رکعت پڑھ کر لیٹ رہا، خدا کی قسم میں خوب جاگ رہا تھا کہ سنا کہ کوئی شخص قبر میں سے کہتا ہے: قم فقد اٰذیتنی اُٹھ کہ تو نے مجھے اذیت دی۔ پھر کہا کہ تم عمل کرتے ہو اور ہم نہیں کرتے

عـــہ۱: تابعی، ثقہ، فاضل، رجال صحاح ستہ سے ۱۲منہ (م)

عـــہ۲: اجلہ اکابر تابعین سے ہیں، زمانہ رسالت پائے ہوئے ثقہ ثبت عمائد رجال صحاح ستہ سے ۱۲منہ (م)

---

[1] صحیح مسلم باب کون الاسلام یہدم ما قبلہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۷۶

[2] مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ احمد کتاب الجنائز باب دفن المیّت مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۴۹

[3] مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی الکبیر باب البناء علی القبور الخ دار الکتاب بیروت ۳/ ۶۱

خدا کی قسم اگر تیری طرح دو رکعتیں میں بھی پڑھ سکتا مجھے تمام دنیا سے زیادہ عزیز ہوتا[1]۔

روایت سوم: حافظ بن مندہ امام قاسم عــہ بن مخیمرہ رحمہ اللہ تعالٰی سے راوی:

اگر میں تپائی ہوئی بھال پر پاؤں رکھوں کہ میرے قدم سے پار ہوجائے تو یہ مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ کسی قبر پر پاؤں رکھوں، پھر فرمایا: ایک شخص نے قبر پر پاؤں رکھا جاگتے میں سُنا **الیك عنی یا رجل ولا تؤذنی**[2] اسے شخص! الگ ہٹ مجھے ایذا نہ دے۔

حدیث (۲۶): امام مالک واحمد وابوداؤد وابن ماجہ وعبدالرزاق وسعید بن منصور وابن حبان ودارقطنی اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی، سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: **واللفظ لا حمد کسر عظم المیّت واذاہ ککسرہ حیا**[3] مردے کی ہڈی توڑنی اور اسے ایذا دینی ایسی ہے جیسی زندہ کی ہڈی توڑنی۔ بعض روایات دارقطنی میں لفظ **فی الالم**[4] اور زائد درد پہنچنے میں زندہ ومردہ برابر ہیں، ذکرہ فی مقاصد الحسنۃ (اسے مقاصد حسنہ میں ذکر کیا گیا۔ ت) ____ مقصد سوم میں اس کے متعلق امام ابوعمر کا قول آئے گا۔

حدیث (۲۷): دیلمی وابن مندہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی، سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

احسنوا الکفن ولا تؤذوا موتاکم بعویل ولا بتاخیر وصیۃ ولا بقطعیۃ وعجلوا قضاء دینہ، واعدلوا عن جیران السوء[5]۔	کفن اچھا دو اور اپنی میّت کو چلا کر رونے یا اس کی وصیت میں دیر لگانے یا قطع رحم کرنے سے ایذا نہ پہنچا اور اس کا قرض جلد ادا کرو اور برے ہمسایہ سے الگ رکھو، یعنی قبور کفار واہل بدعت وفسق کے پاس دفن نہ کرو۔

عــہ: تابعی، ثقہ فاضل رواۃ صحاح ستہ سے غیر انہ عندخ فی التعلیقات (البتہ امام بخاری نے تعلیقات میں اس کا ذکر کیا ہے۔

---

[1] شرح الصدور بحوالہ بیہقی فی دلائل النبوۃ باب زیارۃ القبور خلافت اکیڈمی سوات ص ۸۹
[2] شرح الصدور بحوال ابن مندہ باب تاذیہ بسائر وجوہ الاذی خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۲۶
[3] مسند احمد بن حنبل مرویات حضرت عائشہ دارالفکر بیروت ۶/۱۰۵
[4] المقاصد الحسنۃ حدیث ۸۰۱ دارالکتب العلمیۃ بیروت ص ۳۱۶
[5] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۸۰۱ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/۹۸

حدیث (۲۸): امام احمد ابوالربیع سے راوی:

کنت مع ابن عمر فی جنازۃ فسمع صوت انسان یصیح فبعث الیہ فاسکتہ فقلت لم اسکتہ یا ابا عبدالرحمن قال انہ یتاذی بہ المیّت حتی یدخل فی قبرہ[1]۔	میں عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے ساتھ ایک جنازہ میں تھا کسی کے چلانے کی آواز سنی، آدمی بھیج کر اسے خاموش کرادیا، میں نے عرض کی: اے ابوعبدالرحمٰن! آپ نے اسے کیوں چپایا، فرمایا: اس سے مردے کو ایذا ہوتی ہے یہاں تک کہ قبر میں جائے۔

حدیث (۲۹): امام سعید بن منصور اپنے سنن میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

انہ رأی نسوۃ فی جنازۃ فقال ارجعن مأزورات غیر مأجورات ان کن لتفتن الاحیاء وتؤذین الاموات[2]۔	یعنی انھوں نے ایک جنازے میں کچھ عورتیں دیکھیں اورارشاد فرمایا پلٹ جاؤ گناہ سے بوجھل ثواب سے اوجھل۔ تم زندوں کو فتنے میں ڈالتی اور مردوں کواذیت دیتی ہو۔

تنبیہ: سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جو حدیث صحیح مشہور میں فرمایا: **المیّت یعذب ببکاء الحی علیہ**[3] زندوں کے رونے سے مردے پر عذاب ہوتا ہے۔ جسے امام احمد و شیخین نے ۱عمر فاروق و ۲عبداللہ بن عمرو ۳مغیرہ بن شعبہ، اور ابویعلٰی نے ۴ابوبکر صدیق و ۵ابوہریرہ، اور ابن حبان نے ۶انس بن مالک و ۷عمران بن حصین اور طبرانی نے ۸سمرہ بن جندب سے روایت کیا۔ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین، ایک جماعت ائمہ کے نزدیک اس کے معنی بھی یہی ہیں کہ زندوں کے چلانے سے مردوں کو صدمہ ہوتا ہے۔ امام اجل سیوطی نے شرح الصدور میں اس معنٰی کو ایک حدیث مرفوع سے مؤید کرکے فرمایا امام ابن جریر کا یہی قول ہے، اور اسی کو ایک گروہِ ائمہ نے اختیار فرمایا، پھر اس کی تائید میں یہ دو۲ حدیثیں ابن مسعود وابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم کی کہ ہم نے بیان کیں۔ ذکر فرمائیں، اس تقدیر پر اراشاد اقدس **المیّت یعذب**، الحدیث کی آٹھوں روایتیں بھی یہاں شمار کے قابل تھیں مگر ازانجا کہ علماء کو اس کے معنی میں بہت اختلاف ہے۔ نہ ہمارا قصد وحصر واستیعاب۔ لہٰذا انہیں معدود نہ کیا۔ **واللہ تعالٰی اعلم**۔

حدیث (۳۰): ابن ابی شیبہ اپنے مصنف میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

اذی المؤمن فی موتہ کاذاہ	مسلمان کو بعد موت ایذ دینی ایسی ہے جیسے زندگی میں

[1] مسند احمد بن حنبل مرویات عبداللہ بن عبدالرحمان دارالفکر بیروت ۲/ ۱۳۵

[2] سنن سعید بن منصور

[3] صحیح مسلم کتاب الجنائز قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۰۲

فی حیاته [1]۔	اسے تکلیف پہنچائی۔

حدیث (۳۱): سعید بن منصور اپنے سنن میں راوی، کسی نے اس جناب سے قبر پر پاؤں رکھنے کا مسئلہ پوچھا، فرمایا:

کما اکرہ اذی المومن فی حیاته فانی اکرہ اذاہ بعد موته [2]۔	مجھے جس طرح مسلمان زندہ کی ایذا ناپسند ہے یونہی مُردہ کی۔

حدیث (۳۲): طبرانی عبدالرحمٰن بن علا بن لجلاج سے ان کے والد علا (عہ) رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ان سے فرمایا:

یابنی اذا وضعتنی فی لحدی فقل بسم اللہ وعلی ملة رسول ثم شن لی التراب شناثم اقرأعند راسی بفاتحه القبرة وخاتمها فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم یقول ذلک [3]۔	اے میرے بیٹے! جب مجھے لحد میں رکھے بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ کہنا۔ پھر مجھ پر آہستہ آہستہ مٹی ڈالنا، پھر میرے سرہانے سورہ بقرہ کا شروع یعنی **مفلحون** تک اور خاتمہ یعنی **اٰمن الرسول** سے پڑھنا کہ میں نے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا۔

اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ارشاد صحیح مسلم سے ابھی گزرا کہ مجھ پر مٹی تھم تھم کر بہ نرمی ڈالنا، شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ وترجمہ مشکوٰۃ میں اس حدیث کے نیچے لکھتے ہیں:

چہ می دفن کنید مراپس بنرمی وبسہولت بینداز یدبر من خاک رایعنی اندک اندک زید واین اشارت است بآں کہ میّت احساس می کند ودرونا ک می شود بانچہ دردناک مے شود بآن زندہ [4]۔	جب مجھے دفن کرنا مجھ پر مٹی نرمی وسہولت سے یعنی ذرا ذرا کرکے ڈالنا، یہ اشارہ ہے اس بات کا کہ مردے کو احساس ہوتا ہے اور جس چیز سے زندہ کو تکلیف ہوتی ہے اسے بھی ہوتی ہے۔

عـــہ: تابعی ثقہ ہیں اور ان کے بیٹے عبدالرحمان تبع تابعین مقبول الروایۃ سے دونوں صاحب رجال جامع الترمذی میں ہیں ۱۲منہ (م)

---

[1] المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الجنائز ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۳/ ۳۶۷

[2] شرح الصدور بحوالہ سنن سعید بن منصور باب تاذی المیّت خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۲۶

[3] مجمع الزوائد بحوالہ طبرانی باب مایقول عند ادخال المیّت قبر دار الکتب العربی بیروت ۳/ ۴۴

[4] اشعۃ اللمعات کتاب الجنائز باب دفن المیّت مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۶۹۷

فصل چہارم: میں وہ احادیث جن میں صراحۃً وارد کہ مُردے اپنے زائرین کو پہچانتے اور ان کا سلام سنتے اور انھیں جواب دیتے ہیں۔

حدیث (۳۳): امام ابو عمر ابن عبدالبر کتاب الاستذکار والتمہید میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

مامن احدیمر بقبرا خیه المؤمن کان یعرفه فی الدنیا فیسلم علیه الاعرفه ورد علیه السلام [1]۔	جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی قبر پر گزرتا اور اسے سلام کرتا ہے اگر وہ اسے دنیا میں پہچانتا تھا اب بھی پہچانتا اور جواب سلام دیتا ہے۔

امام ابو محمد عبدالحق کہ اجلہ علمائے حدیث سے ہیں اس حدیث کی تصحیح کرتے ہیں [2]، ذکرہ الامام السیوطی فی شرح الصدور والفاضل الزرقانی فی شرح المواھب (اسے امام سیوطی نے شرح الصدور میں اور علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں ذکر کیا۔ ت) اسی طرح امام ابو عمر سید علامہ سمہودی نے اس کی تصحیح فرمائی، ذکرہ الشیخ المحقق فی جامع البرکات وجذب القلوب (اسے شیخ محقق نے جامع البرکات اور جذب القلوب میں ذکر فرمایا ہے۔ ت) امام سبکی شفاء السقام میں یہ حدیث لکھ کر فرماتے ہیں:

ذکرہ جماعة وقال القرطبی فی التذکرة ان عبد الحق صححه ورویناہ فی الخلعیات من حدیث ابی ھریرة ایضا [3] انتھی	اسے ایک جماعت نے ذکر کیا اور امام قرطبی نے تذکرہ میں لکھا ہے کہ امام عبدالحق نے اسے صحیح کہا اور خلعیات میں اسے ہم نے حضرت ابوہریرہ کی روایت سے بھی بیان کیا ہے انتہی (ت)

قلت وستسمع ذلك (میں نے کہا: وہ حدیث آگے سنوگے)

حدیث (۳۴): ابن ابی الدنیا و بیہقی وصابونی وابن عساکر وخطیب بغدادی وغیرہم محدثین ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا مر الرجل بقبر یعرفه فسلم علیه رد علیه السلام وعرفه	جب آدمی ایسی قبر پر گزرتا ہے جس سے دنیا میں شناسائی تھی اور اسے سلام کرتا ہے میّت جوابِ سلام دیتا

[1] شرح الصدور بحوالہ التمہید لابن عبدالبر باب زیارت القبور خلافت اکیڈمی سوات ص ۸۴

[2] شرح الصدور بحوالہ التمہید لابن عبدالبر باب زیارت القبور خلافت اکیڈمی سوات ص ۸۴

[3] شفاء السقام الباب الخامس مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۸۸

واذا مر بقبر لا یعرفه فسلم علیه ردعلیه السّلام [1]۔	اور اسے پہچانتا ہے، اور جب ایسی قبر پر گزرتا جس سے جان پہچان نہ تھی اور سلام کرتا ہے میّت اسے جواب سلام دیتا ہے [عہ]۔

حدیث (۳۵): امام عقیلی ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال قال ابوزرین یا رسول اللہ ان طریقی علی الموتٰی فھل من کلام اتکلم به اذا مررت علیھم؟ قال قل السلام علیکم یا اھل القبور من المسلمین والمؤمنین انتم لنا سلفا ونحن لکم تبع تبعا وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون قال ابوزرین یا رسول اللہ یسمعون قال یسمعون ولکن لایستطیعون ان یجیبوا [2]۔	یعنی ابوزرین رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی یارسول اللہ! میرا راستہ مقابر پر ہے۔ کوئی کلام ایسا ہے کہ جب ان پر گزروں کہا کروں، فرمایا: یوں کہہ سلام تم پر اے قبر والو! اہل اسلام اور اہل ایمان سے تم پر ہمارے آگے ہو اور ہم تمھارے پیچھے، اور ہم ان شاء اللہ تعالٰی تم سے ملنے والے ہیں، ابوزرین رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی یارسول اللہ! کیا مردے سنتے ہیں؟ فرمایا سنتے ہیں مگر جواب نہیں دے سکتے۔

تنبیہ نبیہ: امام جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں:

ای جوابًا یسمعه الحی والا فھم یردون حیث لایسمع [3]۔	یعنی حدیث کی یہ مراد ہے کہ مردے ایسا جواب نہیں دیتے جو زندے سن لیں ورنہ وہ ایسا جواب تو دیتے ہیں جو ہمارے سننے میں نہیں آتا۔

اقول: یہ معنی خود اسی فصل کی دو حدیث سابق سے واضح کہ ان میں تصریحًا فرمایا مُردے جواب سلام دیتے ہیں، اور اس کی نظیر وہ ہے جو حدیث ۱۵ میں بکر بن عبداللہ مزنی سے گزرا کہ روح سب کچھ دیکھتی ہے مگر

عـــہ: سمہودی گوید کہ احادیث درینمعنی بسیار است وایں معنی درآحادست وعموم مومنین متحقق ۱۲منہ (م)

علامہ سمہودی فرماتے ہیں اس معنی میں احادیث بہت ہیں اور یہ معنی ہونا خود ہی ثابت ہے افراد اُمت اور عام مومنین میں متحقق ہے۔ (ت)

[1] شعب الایمان حدیث ۹۲۹۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۷/۷

[2] کتاب الضعفاء الکبیر مترجم ۱۵۷۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۹/۴

[3] شرح الصدور باب زیارۃ القبور خلافت اکیڈمی سوات ص ۸۴

بول نہیں سکتی کہ شور وفریاد سے منع کرے۔ اس کے معنٰی بھی وہی ہیں کہ اپنی بات احیاء کو سنا نہیں سکتے، ورنہ صحیح حدیثوں میں اس کا کلام کرنا وارد۔ جیسا کہ حدیث ۳ وغیرہ میں گزرا۔

تنبیہ دوم: فقیر کہتا ہے پھر یہ ہمارا نہ سُننا بھی دائمی نہیں، صدہا بندگانِ خدا نے اموات کا کلام و سلام سنا ہے۔ جن کی بکثرت روایات خود شرح الصدور وغیرہ میں مذکور۔ اور بعض اسی مقصد میں فقیر نے بھی نقل کیں اور عجب نہیں کہ ان شاء اللہ تعالٰی اپنے محل پر اور بھی مذکور ہوں۔

تنبیہ سوم: بس نافع و مہم۔

اقول: وباللہ التوفیق طُرفہ یہ ہے کہ جواب سوال نوز دہم میں صاحب مائۃ مسائل نے بھی اس حدیث کو عن القاری عن السیوطی عن العقیلی نقل کیا اور اموات کے لیے سلام احیاء کا سننا مسلّم رکھا[1]۔ اسی قدر ے اپنی وہ سب جولانیاں جو زیر سوال ۲۶ کے ہیں باطل مان لیں کہ وہاں جن پانچ عبارتوں سے استناد کیا ان سب میں نفی مطلق ہے۔ اسی طرح آیہ کریمہ بفرض غلط نافی سماع ہو تو وہاں بھی سلام وکلام کچھ تخصیص نہیں، اور عبارت دوم میں تو صاف منافات موت وافہام مذکور کیا بعض جگہ متنافیین بھی جمع ہو جاتے ہیں، اور عبارت پنجم میں صریحًا لفظ جمادات موجود، پھر پتھروں کے آگے سلام کلام سب ایک سا۔ غرض اگر آیت اور ان عبارات کا وہی مطلب تو سماع سلام کی تسلیم میں ان سب استنادوں کو دفعتًا سلام ہوا جاتا ہے۔ پھر ناحق اپنے یہاں حدیث عقیلی سے استناد اور کلمات قاری وسیوطی کی سنئے گا تو بہت کچھ ماننا پڑے گا۔ ان کی تحقیقاتِ قاہرہ وتصریحات باہرہ عنقریب ان شاء اللہ تعالٰی مقصد ثالث میں جگر شگاف مکابرہ واعتسناف ہوتے ہیں، ادھر مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیثوں پر کان رکھا اور ارواح گزشتگان کو جماد وسنگ ماننے کا دھرم گیا۔ ذرا خدا لگتی کہنا ایک عقیلی کی حدیث سے آپ نے سماع سلام تو تسلیم کیا، بخاری ومسلم وغیرہ کی احادیث صحیحہ سے جوتوں کی پہچل اور ہاتھ جھاڑنے کی اواز اور سلام کے سوا اور انواع کلام بھی سننا اور ان پتھروں کا اپنے زائروں کو پہچاننا، ان کا جواب سلام دینا اور ان سے اُنس حاصل کرنا، اور ان کے سوا صدہا امور جو ثابت ومذکورہ وہ کس جی سے مانئے گا، یا وہاں پھر **فالف بعض الحدیث وکان ببعض** (کسی حدیث کا الف اور کسی حدیث کا کاف لیجئے گا۔ ت) کی ٹھہرے گی، علاوہ بریں خود یہ حدیث عقیلی اس تخصیص سلام کے رَد کو کیا تھوڑی ہے۔ یہاں بھی اموات سے فقط السلام علیکم

---

[1] مائۃ مسائل مسئلہ ۱۹ سماعتِ موتٰی مکتبہ توحید وسنت پشاور ص ۴۰

نہ کہا گیا۔ ذرا آنکھیں مل کر ملاحظہ ہو آگے ان پتھروں سے کچھ کلام وخطاب بھی نظر آتے ہیں کہ تم ہمارے سلف، ہم تمھارے خلف، ہم ان شاء اللہ تعالٰی تم سے ملیں گے۔ اس سارے کلام پر ابوزرین رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا وہ سنتے ہیں؟ فرمایا: ہاں سنتے ہیں۔ اور لطف یہ کہ اس حدیث کے بعد امام سیوطی کا وہ قول بھی نقل کرگئے کہ حدیث میں جواب نہ دینے سے یہ مراد ہے۔ ورنہ اموات واقع میں جواب دیتے ہیں سبحان اللہ سلام بھی سنیں، کلام بھی سنیں، جواب بھی دیں۔ اور پھر پتھر کے پتّھر، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

سچ فرمایا مولوی معنوی قدس سرہ، نے: ع

ما سمیعیم وبصیریم وخوشیم　　　باشمانا محرماں ماخامشیم[1]

(ہم سمیع وبصیر ہیں اور خوش ہیں مگر تم نامحرموں کے سامنے مہر بہ لب ہیں۔ ت)

حدیث (۳۶): طبرانی معجم اوسط میں عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مصعب بن عمیر اور ان کے ساتھیوں کے قبور پر ٹھہرے اور فرمایا:

والذی نفسی بیدہ لایسلم علیھم احد الا ردوا الی یوم القیمۃ[2]۔	قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے قیامت تک جو ان پر سلام کرے گا جواب دیں گے،

حدیث (۳۸): بعینہٖ اسی طرح حاکم نے صحیح مستدرک میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرکے تصحیح کی۔

حدیث (۳۸): حاکم مستدرک میں بافادہ تصحیح اور بیہقی دلائل النبوۃ میں بطریق عطاف بن خالد مخزومی عبدالاعلٰی بن عبداللہ سے وہ اپنے والد ماجد عبداللہ بن ابی فروہ سے راوی، حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم زیارت شہدائے احد کو تشریف لے گئے اور عرض کی:

الھم ان عبدك ونبیك یشھد ان ھؤلاء شھداء وانہ من زارھم اوسلم علیھم الی یوم القیمۃ ردوا علیہ[3]۔	الٰہی! تیرا بندہ اور تیرا نبی گواہی دیتا ہے کہ یہ شہید ہیں اور قیامت تک جو ان کی زیارت کو آئے گا اور ان پر سلام کرے گا یہ جواب دیں گے۔

تتمہ حدیث: عطاف کہتے ہیں میری خالہ مجھ سے بیان کرتی تھیں میں ایک بار زیارت قبور شہداء کو گئی میرے

[1] مثنوی مولوی معنوی دفتر سوم حکایت مارگیری کہ اژدہائے افسردہ الخ نورانی کتب خانہ پشاور ص ۲۷
[2] شرح الصدور بحوالہ المعجم الاوسط باب زیارۃ القبور خلافت اکیڈمی سوات ص ۸۵
[3] المستدرک للحاکم کتاب المغازی دارالفکر بیروت ۲۹/۳

ساتھ دولڑکوں کے سوا کوئی نہ تھا جو میری سواری کا جانور تھامے تھے۔ میں نے مزارات پر سلام کیا، جواب سنا، اور آواز ائی: **واللہ انا نعرفکم کمایعرف بعضنابعضا** خدا کی قسم تم لوگوں کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے آپس میں ایک دوسرے کو میرے بدن پر بال کھڑے ہوگئے۔ سوار ہوئی اور واپس آئی۔[1]

روایت دوم مناسب او: امام بیہقی نے ہاشم بن محمد عمری سے روایت کی: مجھے میرے باپ مدینہ سے زیارت قبور اُحد کو لے گئے، جمعہ کا روز تھا، صبح ہوچکی تھی، آفتاب نہ نکلا تھا، میں اپنے باپ کے پیچھے تھا، جب مقابر کے پاس پہنچے انھوں نے بآواز کہا: **سلامٌ علیکم بماصبرتم فنعم عقبی الدار**۔ جواب آیا: وعلیکم السلام یاابا عبداللہ۔ باپ نے میری طرف مڑ کر دیکھا اور کہاکہ اے میرے بیٹے! تونے جواب دیا؟ میں نے کہا: نہ۔ انھوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنی داہنی طرف کرلیااور کلام مذکور کا اعادہ کیا، دوبارہ ویساہی جواب ملا، سہ بارہ کیا پھر وہی جواب ہوا۔ میرے باپ اللہ تعالٰی کے حضور سجدہ شکر میں گر پڑے[2]۔

روایت سوم: ابن ابی الدنیااور بیہقی دلائل میں انھیں عطاف مخزومی کی خالہ سے راوی: ایک دن میں نے قبر سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس نماز پڑھی، اس وقت جنگل بھر میں کسی آدمی کا نام ونشان نہ تھا۔ بعد نماز مزار مطہر پر سلام کیا۔ جواب آیا اوراس کے ساتھ یہ فرمایا:

من یخرج من تحت القبر اعرفہ کما اعرف ان اللہ خلقنی وکما اعرف اللیل والنہار[3]۔	جو میری قبر کے نیچے سے گزرتا ہے میں اسے پہچانتا ہوں جیسا یہ پہچانتاہوں کہ اللہ تعالٰی نے مجھے پیدا کیا ہے اور جس طرح رات اور دن کو پہچانتا ہوں۔

حدیث (۳۹): ابن ابی الدنیااور بیہقی شعب الایمان میں حضرت محمد بن واسع عــہ سے راوی:

قال بلغنی ان الموتٰی یعلمون بزوارھم یوم الجمعۃ ویوما قبلہ ویوما بعدہ[4]۔	مجھے حدیث پہنچی ہے کہ مردے اپنے زائروں کو جانتے ہیں جمعہ کے دن اور ایک دن اس سے پہلے اور ایک دن اس سے بعد۔

عــہ: یہ تابعی ہیں، ثقہ، عابد، عارف باللہ، کثیر المناقب، رجال صحاح ستہ سے، الاالطرفین ۱۲منہ (م)

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب المغازی دارالفکر بیروت ۳/ ۲۹

[2] دلائل النبوۃ باب قول اللہ لاتحسبین الذین دارالکتب العربیہ بیروت ۳/ ۳۰۹

[3] دلائل النبوۃ باب قول اللہ لاتحسبین الذین دارالکتب العربیہ بیروت ۳/ ۳۰۸

[4] شعب الایمان حدیث ۹۳۰۱ دارالکتب العربیہ بیروت ۷/ ۱۸

تنبیہ: اس حدیث کے یہ معنی کہ بوجہ برکتِ جمعہ ان تین دن میں ان کے علم وادراک کو زیادہ وسعت دیتے ہیں، جو معرفت وشناسائی انھیں ان روزں میں ہوتی ہے اور دنوں سے بیش وافزوں ہے نہ یہ کہ صرف یہی تین دن علم وادراک کے ہوں، ابھی سن چکے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی احادیث کثیرہ مطلق ہیں جن میں بلاتخصیص ایام ان کا علم وادراک ثابت فرمایا۔ تصریح اس معنی کی ان شاء اللہ مقصد سوم میں مذکور ہو گی۔

فصل پنجم: میں وہ جلیل حدیثیں جن سے ثابت کہ سماعِ اہل قبور سلام ہی پر مقصود نہیں بلکہ دیگر کلام واصوات بھی سنتے ہیں:

حدیث (۴۰): بخاری ومسلم وابوداؤد وترمذی ونسائی اپنے صحاح اور امام احمد مسند میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور پر نور سید العالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

واللفظ لمسلم ان المیّت اذا وضع فی قبرہ انہ یسمع خفق نعالھم اذا انصرفوا۔[1]	(مسلم کے الفاظ یہ ہیں۔ت) مردہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور لوگ دفن کرکے پلٹتے ہیں بیشک وہ ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔

حدیث (۴۱): احمد وابوداؤد بسند جید براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ان المیّت یسمع خفق نعالھم اذاولوا مدبرین۔[2]	بیشک مردہ جوتیوں کی پہچل سنتا ہے جب لوگ اسے پیٹھ دے کر پھرتے ہیں۔

حدیث (۴۲): بیہقی وطبرانی عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان المیّت اذا دفن یسمع خفق نعالھم اذا ولّوا عنہ منصرفین۔[3]	بیشک جب مردہ دفن ہوتا ہے اور لوگ واپس آتے ہیں وہ ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔

حدیث بیہقی کو امام سیوطی نے شرح الصدور میں فرمایا: **باسناد حسن**[4] (اس کی سند حسن ہے۔ت) اور سند

[1] صحیح مسلم باب عرض مقعد المیّت قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۸۶

[2] مسند احمد بن حنبل مرویات البراء ابن عازب دارالفکر بیروت ۴/۲۹۶

[3] کنز العمال بحوالہ طبرانی حدیث ۴۲۳۷۹ مکتبۃ التراث الاسلامی مصر ۱۵/۶۰۰

[4] شرح الصدور باب فتنۃ القبر خلافت اکیڈمی سوات ص ۵۰

طبرانی کو علامہ مناوی نے تیسیر میں کہا: **رجالہ ثقات**[1] (اس کے رجال ثقہ ہیں۔ت)

حدیث (۴۳): ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف اور ابنِ حبان نے صحیح مسمّٰی بالتقاسیم والانواع اور حاکم نیشاپوری نے الصحیح المستدرک علی البخاری ومسلم اور بغوی نے شرح السنہ اور طبرانی نے معجم اوسط اور ہناد نے کتاب الزہد اور سعید بن السکن نے اپنی سنن اور ابن جریر وابن منذر وابن مردویہ وبیہقی نے اپنی اپنی تصانیف میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، حضور سیدعالم۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

والذی نفسی بیدہ ان المیّت اذا وضع فی قبرہ انہ لیسمع خفق نعالھم حین یولون عنہ[2]۔	قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جب مردہ قبر میں رکھا جاتا ہے کفش پائے مردم کی آواز سنتا ہے جب اس کے پاس سے پلٹتے ہیں۔

حدیث (۴۴): جویبر نے اپنی تفسیر میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ایک حدیث طویل روایت کی جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

فانہ یسمع خفق نعالھم ونقض ایدیکم اذا ولیتم عنہ مدبرین[3]۔	بیشک وہ یقینا تمھارے جوتوں کی پہچل اور ہاتھ جھاڑنے کی آواز سنتا ہے جب تم اس کی طرف سے پیٹھ پھیر کر چلتے ہو۔

حدیث (۴۵): طبرانی وابن مردویہ ایک حدیث طویل میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند حسن راوی:

قال شھدنا جنازۃ مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی وسلم فلما فرغ من دفنھا وانصرف الناس قال انہ الان یسمع خفق نعالکم[4]۔ الحدیث	فرمایا: ہم ایک جنازہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ہمراہ رکاب حاضر تھے۔ جب اس کے دفن سے فارغ ہوئے اور لوگ پلٹے حضور نے ارشاد فرمایا: اب وہ تمھاری جوتیوں کی آواز سن رہا ہے۔

فائدہ جلیلہ: چالیس ۴۰ سے پینتالیس تک جو چھ حدیثیں مذکور ہوئیں پہلے ہی لاجواب ٹھہر چکی ہیں، آج تک کوئی جواب معقول ان سے نہ ملانہ ملے۔ غایت سعی ان کی طرف سے یہ ہے کہ سماع مذکور کو اول

---

[1] التیسیر بشرح الجامع الصغیر تحت ان المیّت اذا دفن مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/۳۰۳

[2] المستدرک للحاکم المیّت یسمع خفق نعالھم دار الفکر بیروت ۱/۳۸۰

[3] شرح الصدور بحوالہ جویبر باب فتنۃ القبر خلافت اکیڈمی سوات ص ۵۱

[4] شرح الصدور بحوالہ طبرانی اوسط باب فتنۃ القبر خلافت اکیڈمی سوات ص ۵۴

وضع فی القبر سے تخصیص کریں یعنی جب قبر میں رکھ کر مٹی دیتے ہیں اس وقت میّت کو ایسی قوت سامعہ ملتی ہے کہ اب عنقریب سوال منکر نکیر ہونے والا ہے اس کے لیے پیشتر سے ایسے حواس عطا ہو جاتے ہیں، پھر بعد سوال یہ قوت نہیں رہتی۔ حالانکہ عندالانصاف یہ ادعا محض بے دلیل ولاطائل ہے۔

اولاً یہ تخصیص ظاہر حدیث کے خلاف جس پر کوئی دلیل قائم نہیں۔ حدیثیں صاف صاف ارشاد فرمارہی ہیں کہ میّت کی قوت سامعہ قبر میں اس درجہ تیز اور قوی ہے کہاں سے جانا کہ یہ اسی وقت کے لیے ملتی ہے اور پھر جاتی رہتی ہے۔ **ثانیاً** مقدمہ سوال کے لیے پیشتر سے حواس مل جانا کیا معنٰی کیا فوراً وقتِ سوال نہ مل سکتی تھی یا عطائے الٰہی میں معاذاللہ کچھ دیر لگتی ہے کہ پہلے سے اہتمام ہو رہنا ضرور ہوا۔

یہ دونوں اعتراض شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے مدارج النبوۃ میں افادہ فرمائے:

حیث قال ایں تخصیص خلاف ظاہر است ودلیلے نیست برآن وظاہر حدیث آنست کہ ایں حالت حاصل ست میّت دارد قبر و زندہ گردانیدن میت در وقت سوال است وپیش ازاں زندہ گردانیدن برائے مقدمہ سوال چہ معنی دارد۔[1]	یہ تخصیص ظاہر کے خلاف ہے۔ اس پر کوئی دلیل بھی نہیں، ظاہر حدیث یہ ہے کہ قبر کے اندر میّت کی یہ حالت ہوتی ہے ــ میّت کو زندہ کرنا سوال کے وقت ہے تو اس سے پہلے مقدمہ سوال کے لیے زندہ کرنا کیا معنٰی رکھتا ہے۔ (ت)

وثالثاً کما اقول سلمنا (جیسے کہ میں کہتا ہوں ہم تسلیم ہم کرتے) کہ پہلے ہی سے ہوش وحواس مل جانا ضروری تھا مگر حاجت اسی قدر تھی جس میں وہ نکیرین کی بات سن سمجھ لیتا اس قدر قوت عظیمہ کی کیا ضرورت تھی کہ باوجود اتنے حائلوں کے ایسی ہلکی آوازیں بے تکلف سُنے۔ خود یہی حضرات مسئلہ یمین فی الضرب (مارنے کے بارے میں قسم) کی یہی توجیہ کرتے ہیں کہ ہمارے مارے سے مُردے کو تکلیف یا ایذا عـــہ نہیں ہوتی اس کا ادراک عذاب الٰہی کے واسطے ہے۔ یونہی چاہیے تھا کہ اس کا سماع سوال نکیرین کے لیے ہو، نہ اصواتِ خارجہ کے واسطے۔

ورابعاً کما اقول ایضاً اگر مسئلہ یمین فی الکلام عدمِ سماع پر مبنی ہو کما زعموا۔ اور اب آپ نے بھی

عـــہ: **تنبیہ:** یہ بات بھی خلاف تحقیق ہے کہ بیشک ایذا ہوتی ہے۔ دیکھو اس مقصد کی فصل سوم اور مقصد سوم کی پنجم ۱۲منہ سلمہ اللہ تعالٰی۔

[1] مدارج النبوۃ اصل در سماعت مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۹۵

بشوکت احادیث قاہرہ اتنی دیر کے لیے سماع تسلیم کیا تو واجب کہ اس میّت سے کلام کرنے والا حانث ہو کہ وہ مبنٰی آپ کے اقرار سے یہاں منتفی، حالانکہ مسئلہ قطعًا مطلق ہے، لاجرم ماننا پڑے گا کہ ایمان عرف پر مبنی اور عرفًا اس قسم سے بعد موت کلام کرنا نہیں سمجھا جاتا۔ لہٰذا حالتِ حیات سے مقید رہا، ہم کہیں گے اب حق کی طرف رجوع ہوئے، واقعی اس مسئلہ کا یہی مبنٰی ہے اور اب انکار سماع موتی سے اسے کچھ علاقہ نہ رہا کما لایخفی، اسی طرح حضرات نجدیہ سے کہا جائے کہ اگر آپ بھی احادیث صحیحہ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ایمان لاکر سماعت میّت تسلیم کرتے ہیں۔ اگر اس وقت خاص ہی میں سہی، تو اب حکم ارشاد ہو، اگر کوئی بندہ مسلمان کسی عبد صالح کے دفن ہوتے ہی فورًا اس سے استمداد وطلب دعا کرے تو بھی وہ بربنائے انکار یعنی عدم سماع متحقق نہ ہو۔ ذرا جی کڑا کرکے اس وقت خاص ہی میں اجازت دے دیجئے۔

وخامسًا کما اقول ایضًا موت کو تمام احواس وادراکات ودیگر اوصافِ حیات سے یکساں نسبت ہے۔ معاذ اللہ اگر پتھر ہونا ٹھہرا تو سننا، دیکھنا، سمجھنا، بولنا سب کا بطلان لازم۔ اور یہ حضرات کرام خود فرماچکے کہ موت منافی فہم ہے۔ اب کیا جواب ہے ان حدیثوں سے جو فصل اول ودوم وسوم میں گزریں، جن سے ثابت کہ اموات ہمیشہ اپنے زائروں کو پہچانتی ہے اور ان سے انس حاصل کرتی اور ان کے سلام کا جواب دیتی اور ان کی بے اعتدالیوں سے ایذا پاتی ہیں الٰی غیر ذٰلک من المامور المذکورۃ (امور مذکورہ جیسے دیگر امور۔ت) ____ بھلا یہاں تو مقدمہ سوال کی تخصیص نکلی تھی ان مقدمات میں کونسی خصوصیت آئے گی۔

تنبیہ: میرا یہ سب کلام حقیقتًا اُن حضراتِ منکرین سے ہے جو عبارات علماء کے یہ معنی سمجھے، ورنہ فقیر کے نزدیک ان کے ارشاد کا وہ محل ممکن جو عقیدہ اہل حق سے مخالف نہ ہو۔ مولوی صاحب اگر جواب فقیر میں ان عبارات کو یاد کریں گے اس وقت انشاء اللہ تعالٰی وہ تحقیق تدقیق انیق حاضر کروں گا۔ اور عجب نہیں کہ مقصد سوم میں اس کی بعض کی طرف عود ہو۔ والعود احمد (اور عود کرنا اچھا ہے۔ت) **وباللہ سبحٰنہ وتعالٰی التوفیق۔**

حدیث (۴۶): صحیح بخاری شریف وغیرہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی:

اطلع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی اھل القلیب فقال وجدتم ما وعد ربکم حقا فقیل لہ اتدعوا امواتا فقال ما انتم باسمع منھم	یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم چاہ بدر پر تشریف لے گئے۔ جس میں کفار کی لاشیں پڑیں تھیں۔۔ پھر فرمایا: تم نے پایا جو تمھارے رب نے تمھیں سچا وعدہ دیا تھا۔ یعنی عذاب۔ کسی نے عرض کی: حضور مُردہ کو پکارتے

ولکن لا یجیبون [1]۔	ہیں، ارشاد فرمایا: تم کچھ ان سے زیادہ نہیں سننے والے پر وہ جواب نہیں دیتے۔

حدیث (۴۷): صحیح مسلم شریف میں امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم کان یرینا مصارع اهل بدر و ساق الحدیث الٰی ان قال فانطلق رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم حتی انتھٰی الیھم فقال یا فلان بن فلان ویا فلان بن فلان هل وجھتم ما وعدکم اللہ ورسوله حق فانی قد وجدت ماوعدنی اللہ حقا قال عمر یا رسول اللہ کیف تکلم اجسادا لا ارواح فیها قال ما انتم باسمع لما اقول منھم غیر انھم لایستطیعون ان یردوا علی شیئا [2]۔	یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہمیں کفار بدر کی قتل گاہیں دکھاتے تھے کہ یہاں فلاں کافر قتل ہوگا اور یہاں فلاں، جہاں جہاں حضور نے بتایا تھا وہیں وہیں ان کی لاشیں گریں۔ پھر بحکم حضور وہ جیفے ایک کنویں میں بھر دئے گئے۔ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وہاں تشریف لے گئے اور نام بنام ان کفار لیام کو ان کا اور ان کے باپ کا نام لے کر پکارا۔ اور فرمایا: تم نے بھی پایا جو سچا وعدہ خدا اور رسول نے تمھیں دیا تھا کہ میں نے تو پالیا جو حق وعدہ اللہ تعالٰی نے مجھے دیا تھا۔ امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ ! حضور نے ان جسموں سے کیونکر کلام کرتے ہیں جن میں روحیں نہیں۔ فرمایا: جو میں کہہ رہا ہوں کسے کچھ تم ان سے زیادہ نہیں سنتے مگر انھیں یہ طاقت نہیں کہ مجھے لوٹ کر جواب دیں۔

حدیث (۴۸): یونہی صحیح مسلم وغیرہ میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی اور اس میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تین دن بعد اس کنویں پر تشریف لے گئے اور عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے جواب میں فرمایا:

والذی نفسی بیدہ ما انتم باسمع لما اقول منھم ولکنھم لایقدرون ان یجیبوا [3]۔	قسم اس کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے میں جو فرمارہا ہوں اس کے سننے میں تم اور وہ برابر ہو مگر وہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔

[1] الصحیح للبخاری باب ماجاء فی عذاب القبر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۸۳

[2] صحیح مسلم باب ماجاء مقعد المیّت قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۸۷

[3] صحیح مسلم باب ماجاء مقعد المیّت قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۸۷

حدیث (۴۹): یوہی صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حدیث ابو طلحہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی[1]:

اما البخاری فساقه بطاله واما مسلم فاحاله علی حدیث انس رضی الله تعالٰی عنه۔	امام بخاری نے تو اسے تفصیل سے ذکر کیا مگر امام مسلم نے تفصیل حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالہ سے کی۔ (ت)

حدیث (۵۰): طبرانی نے بسند صحیح عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

یسمعون کما تسمعون ولکن لا یجیبون[2]۔	جیسا تم سنتے ہو ویسا ہی وہ بھی سنتے ہیں مگر جواب نہیں دیتے۔

حدیث (۵۱): اسی طرح امام سیلمان بن احمد مذکور نے حدیث عبداللہ بن سیدان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔

تنبیہ نبیہ: ان چھ حدیثوں کے جواب میں جو کچھ کہا گیا تخصیص بے مخصص و دعوی بے دلیل سے زیادہ نہیں۔ مثلاً یہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا خاص اعجاز تھا۔ یا یہ امر صرف ان کفار کے لئے ان کی حسرت و ندامت بڑھانے کو واقع ہوا حالانکہ ان کی تخصیصوں پر اصلاً کوئی دلیل نہیں۔ ایسی گنجائش ملے تو ہر نص شرعی جیسے چاہیں مخصص ہوسکے۔ اور ان سے بڑھ کر یہ رکیک تاویل ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ خطاب حقیقۃً اموات سے خطاب نہ تھا بلکہ زندوں کو عبرت و نصیحت تھا، حالانکہ نفسِ حدیث اس کے رد پر حجت کافیہ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے امیر المومنین فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے جواب میں صاف ان کا سننا ارشاد فرمایا، نہ یہ کہ ہمارا یہ کلام صرف تنبیہ احیاء کے لیے ہے۔ جیسے مرثیہ سیدنا امام حسین (رضی اللہ تعالٰی عنہ) میں کسی کا مصرع:

اے آب خاک شو کہ ترا آبرو نماند

(اے آب! خاک ہو جا کہ تیری آبرو نہ رہی۔ت)

باقی اس کے متعلق ابحاث فتح البخاری وارشاد الساری وعمدۃ القاری شروح صحیح بخاری و

[1] الصحیح للبخاری باب ماجاء فی عذاب القبر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۸۳-۱۸۴، صحیح مسلم باب مقعد المیّت قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۸۷

[2] فتح الباری بحوالہ عبداللہ بن سیدان باب قتل ابی جہل دار المعرفہ بیروت ۸/۲۵۹

مرقاۃ ولمعات واشعۃ اللمعات شروح مشکوۃ مدارج النبوہ وغیرہ صدہا تصانیف علماء میں طے ہوچکی ہیں۔ جن کی تفصیل موجب، تطویل۔ مولوی صاحب اگر امور طے شدہ کی طرف پھر رجعت کریں تو ذرا کتب مذکورہ پر نظر کرکے تقریر وہ فرمائی جائے جس میں ان کی تنقیحات جلیلہ سے عہدہ برآئی سمجھ لیں، اس کے بعد ان شاء اللہ فقیر بھی وہ شوارق ساطعہ وبوارق لامعہ حاضر کرے گا جو اس وقت میرے پیش نظر جولانیوں پر ہے، اور شاید ان میں سے چند حروف مقصد سوم میں استطراداً مسکور ہوں وباللہ التوفیق۔

حدیث (۵۲): ابوالشیخ عبید بن مرزوق سے راوی:

كانت امرأة تقم المسجد فماتت ولم يعلم بها النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم فمر علی قبرها فقال ما هذا القبر قالوا ام محجن، قال التی كانت تقم المسجد قالوا نعم فصف الناس فصلی علیها ثم قال ای العمل وجدت افضل قالوا یارسول الله اتسمع قال ما انتم باسمع منها فذكر انها اجابته ان اقم المسجد[1]۔	یعنی ایک بی بی مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی ان کا انتقال ہوگیا۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کسی نے خبر دی حضور ان کی قبر پر گذرے۔ دریافت فرمایا یہ قبر کیسی ہے؟ لوگوں نے عرض کی: ام محجن کی۔ فرمایا وہی جو مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی عرض کی ہاں۔ حضور نے صف باندھ کر نماز پڑھائی پھر ان بی بی کی طرف خطاب کرکے فرمایا تو نے کون سا عمل افضل پایا صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا وہ سنتی ہے؟ فرمایا کچھ تم اس سے زیادہ نہیں سنتے پھر فرمایا اس نے جواب دیا کہ مسجد میں جھاڑو دینی۔

حدیث (۵۳): طبرانی معجم کبیر وکتاب الدعاء میں اور ابن مندہ اور امام ضیائی مقدسی کتاب الاحکام اور ابراہیم حربی کتاب اتباع الاموات اور ابوبکر علماء الخلال کتاب الشافی اور ابن زہیرہ وصایا العلماء عند الموت اور ابن شاہین کتاب ذکر الاموت وبگر علماء محدثین اپنی تصانیف حدیثیہ میں حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا مات احد من اخوانكم فسويتم التراب علی قبره فليقم احدكم علی راس قبره ثم ليقل يافلان بن فلانة فانه يسمعه	جب تمہارا کوئی مسلمان بھائی مرے اور اس کی قبر پر مٹی برابر کر چکو تم میں سے کوئی اس کے سرہانے کھڑا ہو اور فلاں بن فلانہ [عـــہ] کہہ کر پکارے بیشک وہ سنے گا

عـــہ: یعنی اسے اس کی ماں کی طرف نسبت کرکے مثلاً اے زید بن ہندہ، اور اگر ماں کا نام نہ معلوم ہو تو بن حوا کہے کہ وہ سب کی ماں ہیں۔ خود اسی حدیث میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے یہ معنی مروی ۱۲منہ

[1] شرح الصدور بحوالہ ابوالشیخ باب معرفۃ المیت من یغسلہ خلافت اکیڈمی سوات ص ۴۰

ولایجیب ثم یقول یا فلان بن فلانة فانه یستوی قاعدا ثم یقول یا فلان بن فلانة فانه یقول ارشدنا رحمك الله ولکن لاتشعرون، فلیقل ذکر ماخرجت علیه من الدنیا شهادة ان لا اله الا الله وان محمدا عبده ورسوله وانك رضیت بالله ربّاوبالاسلام دینا وبمحمد نبیا وبالقران اماما فان منکرا و نکیرا یاخذ کل و احد منهما بید صاحبه ویقول ان انطلق بنا مانقعد عند من قدلقن حجته[1] ۔ الحدیث	اور جواب نہ دے گا دوبارہ پھر یوں ہی ندا کرے وہ سیدھا ہو بیٹھے گا سہ بارہ پھر اسی طرح آواز دے اب وہ جواب دے گا کہ ہمیں ارشاد کہ اللہ تجھ پر رحم کرے مگر تمہیں اس کے جواب کی خبر نہیں ہوتی اس وقت کہے یاد کر وہ بات جس پر توں دنیا سے نکلا تھا گواہی اس کی کہ اللہ کے سواء کوئی سچا معبود نہیں اور محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور یہ کہ توں نے پسند کیا اللہ تعالٰی کو پروردگار اور اسلام کو دین اور محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو نبی اور قرآن کو پیشوا منکر و نکیر ہر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہے گے چلو ہم کیا بھیٹے اس کے پاس جسے لوگ اس کی حجت سکھا چکے۔

فائدہ: امام ابن الصلاح وغیرہ محدثین اس حدیث کی نسبت فرماتے ہیں:

اعتدت بشواهد وبعمل اهل الشام قدیما[2] نقله العلامة ابن امیر الحاج فی الحلیة	یعنی اس کو دو وجہ سے قوت ہے ایک تو حدیث اس کی موید، دوسرے زمانہ صلف سے علماء شام اس پر عمل کرتے آئے (علامہ ابن امیر الحاج نے اسے حلیہ میں نقل کیا۔ت)

اسی طرح امام نقاد الحدیث ضیائی مقدسی وامام خاتم الحفاظ حافظ الشان، ابوالفضل احمد بن حجر عسقلانی نے اس کی تقویت اور امام شمس الدین سخاوی نے اس کی تقریر فرمائی اور اس باب میں خاص ایک رسالہ تالیف فرمایا، اور امام احمد رضی اللہ عنہ نے اس پر عمل کرنا علماء شام سے نقل فرمایا، اور امام ابوبکر ابن العربی نے اھل مدینہ اور بعض دیگر علماء میں اھل قرطبہ وغیرہ سے اس کا عمل نقل کیا میں کہتا ہوں یہ عمل زمانہ صحابہ وتابعین سے ہے حضرت ابوامامہ صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے خداپنے لئے تلقین کی وصیت فرمائی[3]۔

[1] المعجم الکبیر حدیث ۷۹۷۹ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۲۹۸،۹۹/۸

[2] حاشیہ الطحطاوی علی المراقی الفلاح فصل فی حملها ودفنها نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۳۸

[3] شرح الصدور باب مایقال عندالدفن والتلقین خلاف اکیڈمی سوات ص ۴۴

كما اخرجه ابن منده من وجه اٰخر كما ذكره الامام السيوطى فى شرح الصدور قلت بل والطبرانى ايضًا علٰى ماساق لفظه البدر المحمود فى البناية شرح الهداية۔	جیسا کہ ابن مندہ نے دوسرے طریق سے اس کی روایت کی، اسے امام سیوطی نے شرح الصدور میں ذکر کیا ہے۔ میں کہتا ہوں بلکہ طبرانی نے بھی اسے روایت کیا ہے، جیسا کہ علامہ بدر الدین محمود عینی نے بنایہ شرح ہدایہ میں اس کے الفاظ ذکر کیے ہیں۔(ت)

اور تین تابعیوں سے عنقریب منقول ہوگا کہ اسے مستحب کہا جاتا تھا۔ ظاہر ہے ان کی یہ نقل نہ ہوگی مگر صحابہ یا اکابر تابعین سے جو ان سے پہلے ہوئے۔ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ علامہ ابن حجر مکی کی شرح مشکوٰۃ میں ہے: **اعتضد بشواهد يرتقى بها الى درجة الحسن**[1] (یہ حدیث بوجہ شواہد درجہ حسن تک ترقی کیے ہے) اسی طرح ذیل مجمع بحار الانوار میں تصریح کی کہ اس نے شواہد سے قوت پائی۔ واللہ تعالٰی اعلم

حدیث (۵۴ تا ۵۶): امام سعید بن منصور شاگرد امام مالک واستاذ امام احمد اپنے سنن میں راشد عــہ۱ ابن سعد وضمرہ بن حبیب عــہ۲ وحکیم بن عمیر عــہ۳ سے راوی، ان سب نے فرمایا:

اذا سوى على الميّت قبره وانصرف الناس عنه كان يستحب ان يقال للميّت عند قبره يافلان قل لا اله الا الله ثلث مرات يافلان قل ربى الله ودينى الاسلام ونبى محمد صلى الله تعالٰى عليه وسلم[2]۔	جب میّت پر مٹی دے کر قبر درست کر چکیں اور لوگ واپس جائیں تو مستحب سمجھا جاتا تھا کہ مُردے سے اس کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر کہا جائے: اے فلاں! کہہ لا الٰہ الاّ اللہ تین بار، اے فلاں! کہ میرا رب اللہ ہے اور میرا دین اسلام اور میرے نبی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

وصل اٰخر من هذا الفصل: فصل پنجم کی حدیثوں نے جس طرح بحمد اللہ سماع موتٰی کی

عــہ۱: تابعی ثقہ رجال سنن اربعہ سے ۱۲ منہ (م)

عــہ۲: تابعی ثقہ رجال صحاح ستہ سے ۱۲ منہ (م)

عــہ۳: تابعی صدوق رجال ابوداؤد وابن ماجہ سے ۱۲ منہ (م)

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ باب اثبات عذاب القبر مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/ ۲۰۹

[2] شرح الصدور بحوالہ سن سعید بن منصور باب مایقال عند الدفن خلافت اکیڈمی سوات ص ۴۴

تصریح فرمائی یونہی ان میں اکثر نے ثابت کر دکھایا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کا اہل قبور سے کلام صرف سلام پر مقتصر نہ تھااور بدیہ ہے کہ جماد محض سے مخاطبہ وگفتگو معقول نہیں۔ لہٰذا ہم آخر فصل میں وہ بعض حدیثیں جن میں اجلہ صحابہ کااہل قبور سے سوائے سلام دیگر انواع کلام فرمانا مذکور، نقل کرکے مقصد ثانی کو ختم اور مقصد ثالث کی طرف ان شاء اللہ تعالٰی تصمیم عزم کرتے ہیں، وباللہ التوفیق،

حدیث (۵۷): ابن ماجہ بسند عــــہ حسن صحیح عبداللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

قال جائز اعرابی الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فذکر الحدیث الی ان قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حیثما مررت بقبر مشرک فبشرہ بالنار. قال فاسلم الاعرابی بعد وقال لقد کلفنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تعبا مامررت بقبرکافر الا بشرتہ بالنار [1]۔	یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے فرمایا: جہاں کسی مشرک کی قبر پر گزرے اسے آگ کا مژدہ دینا ــــــ اس کے بعد وہ اعرابی مسلمان ہوگیا تو وہ صحابی فرماتے ہیں مجھے مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس ارشاد سے ایک مشقت میں ڈالا، کسی کافر کی قبر پر میرا گذر نہ ہوامگر یہ کہ اسے آگ کا مژدہ دیا۔

ہر عاقل جانتا ہے کہ مژدہ دینا بے سماع محال، اور صحابی مخاطب نے ارشاد اقدس کو معنٰی حقیقی پر حمل کیا، ولہذا عمر بھر اس پر عمل فرمایا فتبصر،

حدیث (۵۸): ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

انہ مر بالبقیع فقال السلام علیکم یا اھل القبور اخبار ما عندنا ان نساء کم قد تزوجن و دیارکم قد سکنت واموالکم قد فرقت فاجابہ ھا تف یاعمر ابن الخطاب اخبار ماعندنا ان ما قدمناہ فقد وجدناہ وما انفقنا فقد ربحناہ وما خلفناہ فقد	یعنی ایک بار امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ بقیع پر گزرے اہل قبور پر سلام کرکے فرمایا: ہمارے پاس کی خبریں یہ ہیں کہ تمھاری عورتوں نے نکاح کرلیے اور تمھارے گھروں میں اور لوگ بسے، تمھارے مال تقسیم ہوگئے۔ اس پر کسی نے جواب دیا: اے عمر بن الخطاب! ہمارے پاس کی خبریں یہ ہیں کہ ہم نے جو اعمال کئے تھے یہاں پائے اور

عــــہ **فائدہ:** یہ حدیثیں طبرانی نے معجم الکبیر میں سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ۱۲منہ (م)

[1] سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی زیارۃ القبور المشرکین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۴

خسرناہ[1]۔	جو راہ خدا میں دیا تھا اس کا نفع اٹھایا اور جو پیچھے چھوڑا وہ ٹوٹے میں گیا۔

حدیث (۵۹): امام احمد تاریخ نیشاپور اور بیہقی اور ابن عساکر تاریخ دمشق میں سعید بن المسیّب سے راوی:

قال دخلنا مقابر المدینۃ مع علی ابن ابی الطالب فنادٰی یا اھل القبور السلام علیکم ورحمۃ اللہ تخبرونا باخبارکم تریدون ان نخبرکم قال فسمعت صوتا وعلیك السلام ورحمہ اللہ وبرکاتہ یا امیر المومنین اخبرنا عماکان بعدنا فقال علی رضی اللہ تعالٰی عنہ اما ازواجکم فقد تزوجن واما اموالکم فقد اقتسمت واولاد فقد حشروا فی زمرۃ الیتامٰی والبناء الذی شیدتم فقد سکن اعداءکم فھذہ اخبار ما عندنا فما عندکم فاجابہ میّت فقد تخرفت الاکفان وانتثرت الشعور وتقطعت الجلود وسالت الاحداق علی الخدود وسالت مناخیر بالقیح والصدید وماقدمناہ ربحناہ وماخلفناہ خسرنا ونحن مرتھنون بالاعمال[2]۔ وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولاحول ولاقوۃ الاّ باللہ العلی العظیم سبحٰن من تفرد بالبقاء وقھر عبادہ بالموت سبحان	یعنی ہم مولٰی علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ہمرکاب مقابر مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔ حضرت مولا علی نے اہل قبر پر سلام کرکے فرمایا: تم ہمیں اپنی خبریں بتاؤگے یا یہ چاہتے ہو کہ ہم تمھیں خبردیں؟ سعد بن مسیب فرماتے ہیں: میں نے آواز سنی کسی نے حضرت مولٰی کو جواب سلام دے کر عرض کی: امیرالمومنین! آپ بتایئے ہمارے بعد کیا گذری؟ امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: تمھاری عورتوں نے تو نکاح کرلیے، اور تمھارے مال سو وہ بٹ گئے، اور اولاد یتیموں کے گروہ میں اٹھی، اور وہ تعمیر جس کا تم نے استحکام کیا تھا اس میں تمھارے دشمن بسے، ہمارے پاس کی خبریں تو یہ ہیں اب تمھارے پاس کیا خبر ہے؟ ایک مُردے نے عرض کی کہ کفن پھٹ گئے، بال جھڑ پڑے، کھالوں کے پرزے پُرزے ہوگئے، آنکھوں کے ڈھیلے بہہ کر گالوں تک آئے، نتھنوں سے پیپ اور گندا پانی جاری ہے اور جو آگے بھیجا تھا اس کا نفع ملا اور جو پیچھے چھوڑا اس کا خسارہ ہوا اور اپنے اعمال میں محبوس ہیں، ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے، طاقت و قوت نہیں مگر عظمت وبلندی والے خدا ہی سے پاک ہے وہ جو اکیلا باقی رہنے والا ہے، اور اپنے

[1] شرح الصدور بحوالہ کتاب القبور لابن ابی الدنیا باب زیارۃ القبور خلافت اکیڈمی سوات ص ۸۷

[2] شرح الصدور بحوالہ کتاب القبور الابن ابی الدنیا تاریخ ابن عساکر خلافت اکیڈمی سوات ص ۸۷

الحی الذی لایموت ابدا وھو الغفور الرحیم۔	بندوں کو موت کے تابع فرمان کر دیا ہے۔ پاک ہے وہ حیات والا جسے کبھی موت نہیں، اور وہی بخشنے والا مہربان ہے۔ (ت)

تنبیہ: جن صاحبوں نے جواب حدیث چہلم میں اس خطاب جناب ولایت مآب کرم اللہ وجہہ کو محض وعظ وتنبیہ احیاء کے لیے قرار دیا کما نقلہ فی مائۃ مسائل[1] (جیسا کہ مائۃ مسائل میں اسے نقل کیا گیا۔ت) غالبًا انھوں نے پوری حدیث ملاحظہ نہ فرمائی ورنہ اس کے لفظ اول سے آخر تک پکار رہے ہیں کہ یہاں حقیقۃً اموات ہی سے خطاب مقصود تھا۔ اسی قدر کو دیکھ لیجئے کہ جناب مولا نے ابتداء یہ لفظ ارشاد نہ کئے بلکہ اول ان سے استفسار فرمایا کہ پہلے تم اپنی خبریں بتاؤگے یا ہم شروع کریں، کہئے بے ارادہ خطاب حقیقی اس دریافت کرنے اور اختیار دینے کے کیا معنٰی تھے، پھر ان کی درخواست پر حضرت نے اخبار دینا ارشاد فرما کر انھیں حکم دیا: اب تم اپنی خبریں بتاؤ۔ چنانچہ انھوں نے عرض کیں۔ پھر مخاطبہ حقیقی میں کیا شک ہے! **واللہ الموفق۔**

حدیث (۶۰): ابن عساکر نے ایک طویل حدیث روایت کی جس کا حاصل یہ ہے کہ عہد معدلت مہد فاروقی میں ایک جوان عابد تھا۔ امیر المؤمنین اس سے بہت خوش تھے، دن بھر مسجد میں رہتا، بعد نماز عشاء باپ کے پاس جاتا، راہ میں ایک عورت کا مکان تھا اس پر عاشق ہوگئی، ہمیشہ اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتی، جوان نظر نہ فرماتا، ایک شب قدم نے لغزش کی، ساتھ ہولیا، دروازے تک گیا، جب اندر جانا چاہا خدا یاد آگیا اور بے ساختہ یہ آیہ کریمہ زبان سے نکلی:

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓىٕفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَۚ (۲۰۱)[2]۔	ڈر والوں کو جب کوئی جھپٹ شیطان کی پہنچتی ہے خدا کو یاد کرتے ہیں اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

آیت پڑھتے ہی غش کھا کر گرا، عورت نے اپنی کنیز کے ساتھ اٹھا کر اس کے دروازے پر ڈال۔ باپ منتظر تھا۔ آنے میں دیر ہوئی، دیکھنے نکلا، دروازے پر بیہوش پڑا پایا۔ گھر والوں کو بلا کر اندر اُٹھوایا، رات گئے ہوش آیا، باپ نے حال پوچھا، کہا خیر ہے، کہا بتادے، ناچار قصہ کہا۔ باپ بولا جان پدر! وہ آیت کون سی ہے؟ جوان نے پھر پڑھی، پڑھتے ہی غش آیا، جنبش دی، مُردہ پایا، رات ہی کو نہلا کفنا کر دفن کر دیا، صبح کو امیر المؤمنین نے خبر پائی، باپ سے تعزیت اور خبر نہ دینے کی شکایت فرمائی، عرض کی: یا امیر المومنین! رات تھی، پھر امیر المؤمنین ہمراہیوں

---

[1] مائۃ مسائل مسئلہ بست وششم مکتبہ توحید وسنت پشاور ص ۵۴

[2] القرآن ۷/۲۰۱

کو لے کر تشریف لے گئے ـــــ آگے لفظ حدیث یوں ہیں:

فقال عمر یافلان ولمن خاف مقام ربه جنّٰتن، فاجابه الفتی من داخل القبر یا عمر قد اعطانیها ربی فی الجنة مرتین [1]۔ نسأل الله الجنة له الفضل والمنة وصلی الله تعالٰی علی نبی الانس والجنة واٰله وصحبه واصحابه السنة اٰمین اٰمین اٰمین!	یعنی امیر المومنین نے جوان کا نام لے کر فرمایا: اے فلان! جو اپنے رب کے پاس کھڑے ہونے کا ڈر کرے اس کے لیے دو باغ ہیں، جوان نے قبر میں سے آواز دی، اے عمر! مجھے میرے رب نے یہ دولت عظمٰی جنت میں دو بار عطافرمائی۔ ہم اللہ سے جنت کے خواستگار ہیں، اسی کے لیے فضل واحسان ہے۔ اور خدائے برتر کا درود سلام ہو انس وجن کے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور ان کی آل واصحاب اور اہل سنت پر۔ الٰہی! قبول فرما، قبول فرما، قبول فرما! (ت)

المقصد الثالث فی اقوال العلماء

(مقصد سوم علماء کے اقوال میں)

قال الفقیر محرر السطور غفرلہ المولٰی الغفور اس مسئلہ میں ہمارے مذہب کی تصریح وتلویح وتنقیص وتلمیح وتائید وترجیح وتسلیم وتصحیح میں ارشادات متکاثرہ واقوال متوافرہ ہیں حضراتِ عالیہ صحابہ کرام وتابعین فخام واتباع اعلام ومجتہدین اسلام وسلف وخلف علمائے عظام سے رضی الله تعالٰی عنهم اجمعین وحشرنا فی زمرتهم یوم الدین اٰمین (اللہ تعالٰی ان سب سے راضی ہو اور ہمیں روز قیامت ان کے زمرے میں اٹھائے۔ الٰہی قبول فرما۔ ت) فقیر غفرلہ، اللہ تعالٰی اگر بقدر قدرت ان کے حصر واستغفار کا ارادہ کرے موجز عجالہ حد مجلد سے گزرے، لہٰذا اولاً صرف سو **۱۰۰ ائمہ دین وعلماء کاملین** کے اسماء طیبہ شمار کرتا ہوں جن کے اقوال اس وقت میرے پیش نظر اور اس رسالہ کے فصول ومقاصد میں جلوہ گر وفضل الله سبحانه اوسع واکثر (اور اللہ سبحانہ کا فضل اور زیادہ وسیع افروز تر ہے۔ ت) پھر دس نام ان عالموں کے بھی حاضر کروں گا جن پر اعتماد میں مخالف مضطر وهذا لدیهم ادهٰی وامر والحمد الله العلی الاکبر (اور یہ ان کے نزدیک سخت اور تلخ ہے۔ اور سب خوبیاں بلندی وکبریائی والے خدا ہی کے لیے ہیں۔ ت)

فمن الصحابة رضوان الله تعالٰی اجمعین علیهم اجمعین: (۱) امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم

[1] کنزالعمال بحوالہ ک حدیث ۴۶۳۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۲ / ۱۷-۵۱۶

(۲) امیر المؤمنین علی مرتضٰی	(۳) حضرت عبداللہ بن مسعود
(۴) حضرت سلیمان فارسی	(۵) عمرو بن عاص
(٦) عبداللہ بن عمر	(۷) ابو ھریرہ
(۸) عبداللہ بن عمرو	(۹) عقبہ بن عامر
(۱۰) ابوامامہ باہلی	(۱۱) صحابی اعرابی صاحب حدیث حیثما مررت وغیر ہم رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

اور میں ان کے سوا ان صحابہ کرام کے نام یہاں شمار نہیں کرتا جنھوں نے سماع وادراک موتٰی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا یا حضور کی زبان پاک سے سُنا مثل عبداللہ بن عباس وانس بن مالک وابوزرین وبراء بن عازب وابوطلحہ وعمارہ بن حزم وابوسعید خدری وعبداللہ بن سیدان وام سلمہ وقیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم، اگرچہ معلوم کہ ارشاد والا حضور اعلٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سن کر ان کے خلاف پر اعتقاد حضرات صحابہ سے معقول نہیں، نہ مقام مقام احکام کہ احتمال خلاف بعلم ناسخ ہو، تاہم جب قصد استیعاب نہیں تو انھیں پر اقتصار جن کے خود اقوال وافعال دلیل مسئلہ ہیں، وباللہ التوفیق۔

ومن التابعین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین: (۱۲) مجاہد مکی (۱۳) عمرو بن دینار (۱۴) بکرمزنی (۱۵) ابن ابی لیلٰی (۱٦) قاسم بن مخیمرہ (۱۷) راشد بن سعد (۱۸) ضمرہ بن حبیب (۱۹) حکیم بن عمیر (۲۰) علاء بن لجلاج (۲۱) بلال بن سعد (۲۲) محمد بن واسع (۲۳) اُم الدرداء وغیر ہم رحمہم اللہ تعالٰی۔

ومن تبع تابعین لطف اللہ بھم یوم الدین: (۲۴) عالم قریش سیدنا ابو محمد بن ادریس شافعی (۲۵) عالم کوفہ فقیہ مجتہد امام سفیان (۲٦) عبدالرحمٰن بن العلاء وغیر ہم روح اللہ تعالٰی ارواحہم۔

ومن اعاظم السلف واکارم الخلف نور اللہ تعالٰی مراقدھم: (۲۷) عالم اہلبیتِ رسالت حضرت [1] امام علی بن موسٰی بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی وبتول بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وبارک وسلم (۲۸) [2] امام اجل عارف باللہ محمد بن علی حکیم ترمذی (۲۹) [3] امام محدث جلیل کبیر اسمٰعیل (۳۰) [4] امام فقیہ عابد وزاہد احمد بن عصمہ ابوالقاسم صفار حنفی بدو واسطہ شاگرد امام ابویوسف وامام محمد رحمہم اللہ تعالٰی (۳۱) [5] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی (۳۲) [6] امام ابوعمر یوسف بن عبدالبر مالکی (۳۳) [7] امام ابوالفضل محمد بن احمد حاکم شہید حنفی صاحب کافی (۳۴) [8] امام ابوالفضل قاضی عیاض یحصبی مالکی (۳۵) [9] امام حجۃ الاسلام مرشد الانام ابو حامد محمد محمد محمد غزالی (۳٦) [10] امام ابو عبداللہ محمد بن احمد بن

فرح قرطبیّ صاحب تذکرہ (۳۷) [11] امام شمس الائمہ حلوائی حنفی (۳۸) [12] امام عارف باللہ فقیہ زاہد (۳۹) [13] امام محدث محی الدین طبری شافعی (۴۰) [14] امام ربانی سیدنا علاء الدین سمنانی (۴۱) [15] امام ابوالمحاسن حسن بن علی ظہیر الدین کبیر مرغینانی حنفی استاذ امام قاضی خاں وصاحب خلاصہ (۴۲) [16] بعض اساتذہ امام شیخ الاسلام علی بن ابی بکر برہان الدین فرغانی حنفی صحاب التجنیس والمزید (۴۳) [17] اما فقیہ النفس قاضی حسن بن منصور فرغانی اوزجندی حنفی (۴۴) [18] امام ابوذکریا یحیٰی بن شرف نووی شافعی صحیح مسلم (۴۵) [19] امام فخر الدین محمد رازی شافعی (۴۶) [20] امام سعد الدین تفتازانی مصنف وشارح مقاصد (۴۷) [21] امام ابوسلیمٰن احمد بن ابراہیم خطابی (۴۸) [22] امام ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن احمد سہیلی صاحب الروض (۴۹) [23] امام عمر بن محمد بن عمر جلال الدین خبازی حنفی صاحب فتاوٰی خبازیہ (۵۰) [24] صاح عیاب حنفی تلمیذ امامِ اجل قاضی خاں (۵۱) [25] علامہ محمود بن محمد لولوی بخاری حنفی صاحب حقائق شرح منظومہ نسفیہ تلمیذ التلمیذ امام شمس الائمہ کردی (۵۲) [26] سیدی یوسف بن عمر صوفی حنفی صاحب مضمرات (۵۳) [27] امام عارف باللہ صدرالدین قونوی (۵۴) [28] امام شہاب الدین فضل اللہ بن حسین تورپشتی حنفی (۵۵) [29] امام ملک العلماء عزالدین بن عبدالسلام شافعی (۵۶) [30] امام محدث زین الدین مراغی (۵۷) [31] امام ابوعبداللہ محمد بن احمد بن علی بن جابر اندلسی (۵۸) [32] قاضی ناصر الدین بیضاوی شافعی صاحب تفسیر (۵۹) [33] امام ابوعبداللہ بن النعمان صاحب سفینۃ النجاہ لاہل الالتجاء فی کرامات الشیخ ابی النجاء (۶۰) [34] امام عارف باللہ عبداللہ بن اسعد یافعی شافعی صاحب روض الریاحین (۶۱) [35] امام علامہ سید الحفاظ ابوعلی ابوالفضل احمد بن علی ابن حجر عسقلانی شافعی صاحب فتح الباری شرح صحیح بخاری (۶۲) [36] امام شمس الدین محمد بن یوسف کرمانی حنفی صاحب کواکب الدراری شرح صحیح بخاری (۶۳) [37] امام علامہ تقی الدین علی الکافی سبکی شافعی صاحب شفاء السقام (۶۴) [38] امام شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی شافعی صاحب ارتیاح الاکباد بفقد الاولیاء (۶۵) [39] امام خاتم الحفاظ مجدد المائۃ التاسعہ ابوالفضل جلال الدین بن عبدالرحمٰن سیوطی صاحب شرح الصدور وبدور سافرہ وانیس الغریب وزہرالربی شرح سنن نسائی وغیرہ (۶۶) [40] امام علامہ محمد بن احمد خطیب قسطلانی شافعی صاحب مواہب لدنیہ وارشاد الساری شرح صحیح بخاری (۶۷) [41] امام شہاب الدین رملی انصاری شافعی (۶۸) [42] سیدی ولی اللہ احمد زروق (۶۹) [43] سید عارف باللہ ابوالعباس حضرمی (۷۰) [44] امام احمد بن محمد بن حجر مکی شافعی شارح مشکٰوۃ (۷۱) [45] محقق علامہ محمد محمد محمد ابن امیر الحاج حنفی صاحب حلیہ شرح منیہ (۷۲) [46] امام محمد عبدری مکی مالکی (۷۳) [47] امام صدر کبیر حسام الدین شہید عمر بن عبدالعزیز صاحب فتاوٰی کبرٰی حنفی (۷۴) [48] امام محمد بن محمد بن شہاب الدین بزازی حنفی صاحب بزازیہ (۷۵) [49] علامہ نوالدین سمہودی شافعی صاحب خلاصۃ الوفاء فی اخبار دارالمصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (۷۶) [50] علامہ رحمۃ اللہ سندی حنفی صاحب مناسک ثلٰثہ (۷۷) [51] علامہ نورالدین علی

بن ابراہیم بن احمد حلبی شافعی صاحب سیرۃ انسان العیون (۷۸) امام عارف باللہ عبدالوہاب شعرانی شافعی صاحب میزان الشریعۃ الکبرٰی (۷۹) علامہ محمد بن یوسف شامی صاحب سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (۸۰) علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی صاحب شرح مواہب (۸۱) علامہ عبدالرؤف محمد مناوی صاحب تیسیر شرح جامع صغیر (۸۲) امام ابوبکر بن محمد بن علی حدادی حنفی صاحب جوہرہ نیرہ شرح قدوری (۸۳) علامہ ابراہیم بن محمد ابراہیم حلبی حنفی صاحب غنیہ شرح منیہ (۸۴) فاضل علی بن سلطان محمد قاری مکی حنفی صاحب مرقاۃ شرح مشکوٰۃ (۸۵) علامہ محمد بن احمد بن جموی حنفی استاد محقق شرنبلالی (۸۶) علامہ ابوالاخلاص حسن بن عمار مصری شرنبلالی حنفی صاحب نورالایضاح و امداد الفتاح و مراقی الفلاح (۸۷) علامہ خیر الدین رملی حنفی صاحب فتاوٰی خیریہ، استاذ صاحب درمختار (۸۸) فاضل مدقق محمد بن علی دمشقی حصکفی شارح تنویر (۸۹) سیدی عارف باللہ عبدالغنی بن اسمٰعیل بن عبدالغنی نابلسی حنفی صاحب حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ (۹۰) سید علامہ ابوالسعود محمد حنفی (۹۱) مولانا عارف باللہ نورالدین جامی حنفی صاحب نفحات (۹۲) شیخ محقق برکۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الہند مولانا عبدالحق بن سیف الدین محدث دہلوی حنفی صاحب لمعات واشعۃ اللمعات وجامع البرکات وجذب القلوب ومدارج النبوۃ (۹۳) فاضل محدث مولٰنا محمد طاہر فتنی احمد آبادی حنفی صاحب مجمع بحارالانوار (۹۴) فاضل شیخ الاسلام دہلوی حنفی صاحب کشف الغطا (۹۵) مولٰنا شیخ جلیل نظام الدین وغیرہ جامعانِ فتاوٰی عالمگیری حنفیان (۹۶) بحرالعلوم ملک العلماء مولانا ابوالعیاش محمد بن عبدالعلی لکھنوی حنفی (۹۷) خاتمۃ المحققین علامہ غُنیمی حنفی (۹۸) فاضل سید احمد مصری طحطاوی حنفی (۹۹) سیدی امین الدین محمد شامی حنفی محشیان شرح علائی (۱۰۰) سیدی جمال بن عبداللہ بن عمر مکی حنفی وغیرہم برداللہ تعالٰی مضاجعہم۔

تنبیہ: فقیر غفراللہ تعالٰی لہ، نے ان ائمۃ سلف وعلمائے خلف سے صرف سے انھی اکابر کے اسمائے طیبہ گنے جن کے کلام میں خاص سماع وادراک وعلم وشعور اہل قبور کے نصوص خاص قاہرہ یادلائل باہرہ ہیں، پھر ان میں بھی حصر استیعاب کا قصد نہ کیا کہ اس کی راہ میں بلاد شاسعہ وبراری واسعہ وجبال شاہقہ وبحار زاخرہ ہیں، بلکہ حاشا وہ بھی بالتمام [عـــہ] ذکر نہ کیے جن کے اقوال ہدایت اشتمال اس وقت میرے سامنے جلوہ فرماو

عـــہ: قولہ وہ بھی بالتمام ذکر نہ کیے، اقول اس دعوی کی صحت پر خود یہی رسالہ دلیل کافی ہے۔ ناظر اول تاآخر اس کے مقامات کو مطالعہ کرے گا تو ائمہ مذکورین کے سوابہت علماء ومشائخ کے اسماء دیکھے گا۔ (باقی برصفحہ آئندہ)

متیسر حالت حاضرہ ہیں، فتلك مائة كاملة فيهم وفاء القلوب وفاء عاقلة (یہ مکمل سَو ہیں جو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

میں اتمام کلام کو ان کے نام بھی شمار کرتا اور عدد کو **پونے دوسو**[۱۷۵] نام تک پہنچاتا ہوں، متن میں سو ائمہ سلف وخلف اور دس معتمدین مخالف کے اسماء گنائے کہ سب ایک سو دس[۱۱۰] ہوئے۔ آگے چلئے **من الصحابة والتابعين واتباعهم**: **(۱۱۱)** حضرت عبداللہ بن سلام **(۱۱۲)** حضرت ام المومنین صدیقہ **(۱۱۳)** حضرت امام زین العابدین علی بن حسین بن علی مرتضٰی **(۱۱۴)** حضرت امام حسن مثنّٰی ابن حسن مجتبٰی ابن مولٰی مشکل کشا صلی اللہ علٰی سیدہم وبارک وسلم دائمًا ابدًا **(۱۱۵)** افضل التابعین امام سعید بن المسیب **(۱۱۶)** حبان بن ابی حیلہ **(۱۱۷)** ابن مینا **(۱۱۸)** ابوقلابہ بصری **(۱۱۹)** سلیم بن عمیر **(۱۲۰)** عبداللہ بن ابن نجیح مکی من العلماء والاولیاء من کلا النوعین المذکورین فی المتن **(۱۲۱)** امام محدث مفسر مجتہد ابن جریر طبری **(۱۲۲)** امام محدث اجل ابو محمد عبدالحق صاحب احکام کبرٰی واحکام صغرٰی **(۱۲۳)** امام ابو عمرو بن الصلاح محدث **(۱۲۴)** امام قاضی مجد الشریعۃ کرمانی **(۱۲۵)** امام اجل ابوالبرکات عبداللہ نسفی صاحب تصانیف مشہورہ **(۱۲۶)** امام علامہ بدالدین محمود عینی احمد عینی حنفی صاحب عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری **(۱۲۷)** علامہ ابن ملک شارح مشارق الانوار **(۱۲۸)** علامہ فضل اللہ بن الغوری حنفی **(۱۲۹)** امام فخر الدین ابو محمد عثمان بن علی زیلعی صاحب تبیین الحقائق شرح کنزالد قائق **(۱۳۰)** محمد بن محمد حافظ بخاری صاحب فصل الخطاب **(۱۳۱)** امام شہاب الدین شارح منہاج استاذ ابن حجر مکی **(۱۳۲)** حضرت سیدی علی قرشی قدس سرہ العرشی **(۱۳۳)** امام جلیل نورالدین ابوالحسن علی مصنف بہجۃ الاسرار **(۱۳۴)** امام مجدالدین عبداللہ بن محمود موصلی حنفی صاحب مختار و اختیار **(۱۳۵)** صاحب مطالب المومنین **(۱۳۶)** صاحب خزانۃ الروایات **(۱۳۷)** صاحب کنزالعباد، ہر سہ از مستندان متکلمین طائفہ **(۱۳۸)** علامہ جمہوری صاحب تصانیف کثیرہ **(۱۳۹)** علامہ زیادی **(۱۴۰)** علامہ داؤدی شارح منہج **(۱۴۱)** علامہ حلبی محشّٰی صاحب درمختار **(۱۴۲)** شیخ احمد نخلی **(۱۴۳)** شیخ احمد شناوی **(۱۴۴)** شیخ احمد قشاشی **(۱۴۵)** مولانا ابراہیم کردی استاذ الاستاذ شاہ ولی اللہ صاحب **(۱۴۶)** مولٰنا ابوطاہر مدنی خاص استاذ شاہ ولی اللہ **(۱۴۷)** مولانا محمد بن حسین کبتی حنفی مکی **(۱۴۸)** مولانا حسین ابراہیم مالکی مکی **(۱۴۹)** حضرت مولٰنا شیخ الحرم احمد زین دحلان شافعی مکی مصنف سیرت نبویہ ورَدِّ وہابیہ وغیرہما تصانیف علیہ **(۱۵۰)** مولانا محمد بن غرب شافعی مدنی **(۱۵۱)** مولٰنا عبدالجبار حنبلی بصری مدنی **(۱۵۲)** مولٰنا ابراہیم بن خیار شافعی مدنی **(۱۵۳)** عبد صالح ہاشم بن محمد **(۱۵۴)** ان کے والد ماجد محمد عمری مدنی

(باقی برصفحہ آئندہ)

اصحاب مہم کے لیے کافی ہیں۔ت ۔

اولئك ساداتی فجئنی بمثلھم اذا جمعتنا یا جریر المجامع [1]

(یہ ہیں میرے سردار، پس توان کی مثل پیش کر، اے جریر جب محفلیں ہم سب کو اکٹھا کریں)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

(۱۵۵) حضرت سیدی ابویزید بسطامی **(۱۵۶)** حضرت سیدی ابوالحسن خرقانی **(۱۵۷)** حضرت سیدی ابوعلی فارمدی **(۱۵۸)** حضرت سیدی ابوسعید خراز **(۱۵۹)** حضرت ستاد امام ابوالقاسم قشیری۔ **(۱۶۰)** حضرت عارف باللہ سیدی ابی علی **(۱۶۱)** حضرت سیدی ابراہیم بن شیبان **(۱۶۲)** حضرت سیدی ابویعقوب **(۱۶۳)** حضرت سیدی علی خواص شیخ امام شعرانی **(۱۶۴)** حضرت میر ابوالعلی اکبرآبادی سردار سلسلہ نقشبندیہ ابوالعلائیہ **(۱۶۵)** شاہ محمد غوث گوالیاری صاحب جواہر خمسہ **(۱۶۶)** مولانا وجیہ الدین علوی شیخ حضرت مولٰنا عبدالحق محدث دہلوی **(۱۶۷)** حضرت سید صبغتہ اللہ بروجی **(۱۶۸)** شیخ بایزید ثانی **(۱۶۹)** مولٰنا عبدالملک **(۱۷۰)** شیخ اشرف لاہوری **(۱۷۱)** شیخ محمد سعید لاہوری کہ ساتوں صاحب مشائخ شاہ ولی اللہ سے ہیں۔ **(۱۷۲)** جناب شیخ مجدد الف ثانی **(۱۷۳)** شیخ عبدالاحد پیر سلسلہ مجددیہ **(۱۷۴)** شیخ ابوالرضا محمد جد شاہ ولی اللہ **(۱۷۵)** سید احمد بریلوی پیر میاں اسمٰعیل دہلوی کہ صراط مستقیم جن کی ملفوظات قرار دی گئی۔ یہ مجموعہ پونے دو سو ۱۷۵ ہُوا **من بعضھم صریح البیان ومن بعضھم افادۃ البرھان ومن بعضھم التقریر والاذعان ولبعضھم لیس الخبر کالعیان والحمد للہ فی کل حین واٰن** (بعض کا صریح بیان ہے۔ بعض کی جانب سے افادہ برہان ہے۔ بعض سے تقریر اور اذعان ہے۔ اور بعض کا حال یہ ہے کہ خبر مشاہدے کی طرح نہیں، اور اللہ ہی کی حمد ہے ہر وقت اور ہر آن۔ت) اور ہنوز اس کتاب میں اور باقی ہیں اور جو حصر واستیعاب کی طرف راہ کیا ہے بلکہ استقصائے تام قدرت خامہ و وسعت کاغذ کے وراآخر نوع اول مقصد سوم میں ارشاد ان علماء سے مذکور ہوگا کہ علم و سمع وبصر موتٰی پر تمام اہلسنت وجماعت کا اجماع ہے۔ تو آج تک جس قدر عمائد اہلسنت گزرے سب کے نام اسی فہرست میں اندراج کے قابل، پھر کون کہہ سکتا ہے کہ وہ کتنے لاکھ ہے، **والحمد للہ رب العٰلمین**۔ اور لُطف یہ کہ ان مذکورین میں گنتی کے بعض ایسے ہیں جن کے دوایک ظواہر کلمات سے وہابیہ اس مسئلہ میں استناد کرتے اور انھیں کے باقی اقوال کو پس پشت ڈال کر مقامِ تحقیق و مرام توفیق ونظام تطبیق اور موافق ومبائن جمہور کی تفریق سے محض غافل یا اغوائے عوام کو متغافل گزرتے ہیں **واللہ من یشاء الی صراط مستقیم** (اور اللہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔ت) ۱۲ منہ دامت فیوضہ (م)

---

[1] مختصر المعانی تعریف المسند الیہ بالاشارۃ المکتبہ الفاروقیہ ملتان ص ۱۱۱

والحمد للہ اولًا واٰخرًا وباطنًا وظاھرا تمام لکلام بمسلك الالزام (اول، آخر، ظاہر، باطن میں اللہ تعالٰی کی حمد ہے۔ الزام کے رنگ میں کلام تام کیا جارہا ہے۔ ت)

اب انھیں لیجئے جن پر اعتماد مخالف کو ضرور: (۱) شاہ ولی اللہ صاحب (۲) ان کے والد ماجد شاہ عبدالرحیم صاحب (۳) ان کے فرزند ارجمند مولٰنا شاہ عبدالعزیز صاحب (۴) ان کے برادر مولٰنا شاہ عبدالقادر صاحب (۵) ان کے ممدوح جناب میرزا مظہر جانجاناں (۶) ان کے مرید رشید قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی (۷) مولوی اسحاق صاحب دہلوی (۸) ان کے شاگرد نواب قطب الدین خاں دہلوی (۹) مولوی خرم علی صاحب بلہوری تجاوز اللہ عنا وعن کل من صح ایمانہ فی النشا تین ورحم کل من یشھد صدقا بالشھادتین (اللہ درگزرے فرمائے ہم سے اور ہر اس شخص سے جس کا ایمان دونوں نشأتوں میں صحیح ہے اور ان سب پر رحم فرمائے جو سچائی سے دونوں شہادتوں کی گواہی دینے والے ہیں۔ ت) (۱۰) ان سب سے قوی مجتہد نو میاں اسمٰعیل دہلوی واللہ الھادی منھج السوی وھو المستعان علٰی کل غوی ولاحول ولاقوۃ الّا باللہ الغالب العلی (اور خدا ہی راہ راست کی ہدایت دینے والا ہے اور اسی سے ہر گمراہ کے خلاف استعانت ہے۔ اور کوئی طاقت وقوت نہیں مگر خدائے غالب وبرتر سے۔ ت)

واضح ہو کہ ارشادات علیہ صحابہ وتابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین مقصدِ احادیث میں مذکور ہوئے کہ حدیث اصطلاح عــہ۱ محدثین میں انھیں شامل، معہذا امور قبور واحوالِ ارواح مفارقہ میں رائے کو دخل نہیں تو یہاں عــہ۲ موقوف

عــہ: علامہ سید شریف رحمۃ اللہ تعالٰی مقدمہ مصطلحات الحدیث میں فرماتے ہیں:

الحدیث اعم ان یکون قول الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والصحابی والتابعی وفعلھم وتقریرھم۔	حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور صحابی وتابعی سب کے قول، فعل اور تقریر کو شامل ہے۔ (ت)

امام علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اپنی ارجوزہ مسمّٰی بالتثبیت عند التبییت میں فرماتے ہیں:

یکرر السوال للانام * فی ماروا فی سبعۃ ایام * کذا رواہ احمد بن حنبل * فی الزھد عن طاؤس البحر العلی * وحکمہ الرفع کما	(۱) روایت محدثین کے مطابق مخلوق سے سوال سات دنوں کے اندر مکرر ہوگا (۲) امام احمد بن حنبل نے زہد میں تبحر بلند رتبہ تابعی امام طاؤس سے ایسا ہی

بھی مرفوع میں داخل۔ہاں بعض اقوال تابعین مثل بلال بن سعد اس مقصد سوم میں ذکر ہوئے اور اس کی وجہ اقوال باب سے مناسبت ، جس طرح مثلاً امام سفیان کا قول، ایسے ہی مناسب کے سبب اقوال تابعین کے ساتھ منقول ہوا۔اب بقیہ حضرات کے کلمات طیبات واقوال وتصریحات اگر بوجہ استیعاب لکھیے پھر دفتر ہوتا ہے۔ لہٰذا صرف **تین سو**[300] **قول** پر اقتصار کرتا ہوں ۔ علماء صنف اول کے دوسو[200] اور اہل صنف دوم کے سو کہ دیدہ انصاف صاف ہو تو اتنے کیا کم ہیں ع

در خانہ اگر کس است یکحرف بس است

(اگر خانہ عقل میں شعور ہو تو اشارہ ہی کافی ہے)

تنبیہ : عدت قول، جدت مقول یا تعدد مقول سے ہے، ابتداً خواہ تقریراً اور در صورت اخیر ہر عالم کی عبارت جُدا جُدا لکھنا باعث طول۔ لہٰذا انھیں ایک ہی سرخی میں گن کر اسامی علماء پر ہندسہ لگادیا جائے گا۔ یہ مقصد بھی مثل اپنے دو برادر پیشیں کے دونوں پر منقسم واللہ سبحٰنہ ھو الموفق للحق والصواب فی کل مھم (اور خدائے پاک ہی ہر مہم میں ثواب کی توفیق دینے والا ہے۔ت)

نوعِ اول : اقوال علماء سلف وخلف میں، ایک تمہید اور پندرہ[15] فصل پر مشتمل۔

(۱) ابن عساکر تاریخ دمشق میں امام محمد بن وضاح سے راوی، امام اجل سحنون بن سعید قدس سرہ، سے کہا گیا ایک شخص کہتا ہے بدن کے مرنے سے روح بھی مر جاتی ہے۔

فرمایا: **معاذاللہ ھذا من قول اھل البدع**[1]

خدا کی پناہ یہ بدعتیوں کا قول ہے۔

(۲) امام ابن امیر الحاج خاتمہ حلیہ میں در بارۂ فوائد غسلِ میّت فرماتے ہیں:

اذا اعتنی المولی بتطھیر جسد یلقی فی التراب	یعنی جب بندہ دیکھے گا کہ مولیٰ تبارک وتعالیٰ نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) قد قالوا* اذالیس للرأی فیہ مجال* ولیس للقیاس فی ذاالباب* من مدخل عند ذوی الالباب* وانما التسلیم فیہ اللائق* والنقیاد حیث أبنا الصادق منہ (م)	روایت کیا ہے (۳) وہ حسبِ ارشاد عُلمائے مرفوع کے حکم میں ہے۔اس لیے کہ اس بارے میں رائے کا گذر نہیں (۴) اور قیاس کا اس باب میں ارباب عقول کے نزدیک کوئی دخل نہیں (۵) جب صادق نے خبر دی ہے تو اس میں تسلیم وقبول اور تابعداری ہی مناسب ہے۔(ت)

[1] شرح الصدور بحوالہ ابن عساکر خاتمہ فی فوائد تتعلق بالروح خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۱۳۵

تنبہ العبد الی تطہیر ماھوا باق وھو النفس فانہ لایفنی عند اھل السنۃ والجماعۃ[1]۔	ہم پر اس بدن کی تطہیر فرض کی جو خاک میں ڈالا جائیگا تو متنبہ ہو گا کہ اس کی تطہیر اور بھی ضرور ہے جو باقی رہنے والا ہے یعنی روح کہ اہل سنت وجماعت کے نزدیک فنا نہیں ہوتی۔

(۳) امام عزالدین بن عبدالسلام عــہ۱ فرماتے ہیں کہ:

لا تموت ارواح الحیاۃ بل ترفع الی السماء حیۃ[2]۔	روحیں مرتی نہیں بلکہ زندہ آسمان کی طرف اُٹھالی جاتی ہیں۔

(۴) امام جلال الحق والدین سیوطی شرح الصدور میں ناقل، **باقیۃ بعد خلقھا بالاجماع**[3] روحیں پیدائش کے بعد بالاجماع جاوداں رہتی ہیں۔ **(۵)** خود امام ممدوح اس امر کی تائید کہ شہداء کی زندگی صرف روحانی بلکہ روح وبدن دونوں سے ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں:

لوکان المرادحیاۃ الروح فقط لم یحصل لہ تمیز عن غیرہ لمشارکۃ سائر الاموات لہ فی ذلک ولعلم المومنین باسرھم حیاۃ کل الارواح فلم یکن لقولہ تعالٰی ولکن لاتشعرون[4]۔	یعنی اگر آیت کریمہ میں حیات شہید سے صرف زندگی روح مراد ہوتی ہے تو اس میں اس کی کیا خصوصیت تھی، یہ بات تو ہر مُردے کو حاصل ہے اور تمام مسلمان جانتے ہیں کہ سب کی روحیں بعد موت زندہ رہتی ہیں۔ حالانکہ حیات شہداء کی نسبت آیت میں فرمایا کہ تمھیں خبر نہیں

یہاں سے اجماع صحابہ ثابت ہوا۔

فصل اوّل: موت صرف ایک مکان سے دوسرے مکان میں چلا جاتا ہے نہ کہ معاذ اللہ جماد ہو جانا۔

قول **(۱)**: ابو نعیم حلیہ میں بلال عــہ۲ بن سعد رحمۃ اللہ تعالٰی سے راوی کہ اپنے وعظ میں فرماتے:

عــہ۱: نقلہ فی شرح الصدور وعن امالیہ ۱۲ منہ (م) | اسے شرح الصدور میں ان کے امالی سے نقل کیا۔ ت

عــہ۲: تابعی جلیل، عابد، فاضل، ثقہ، رجال نسائی وغیرہ سے ۱۲ منہ (م)

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] شرح الصدور بحوالہ عزالدین بن عبدالسلام خاتمہ فی فوائد تتعلق بالروح خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۳۴

[3] شرح الصدور بحوالہ کتاب ابن قیم خاتمہ فی فوائد تتعلق بالروح خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۳۵

[4] شرح الصدور باب زیارۃ القبور خاتمہ فی فوائد تتعلق بالروح خلافت اکیڈمی سوات ص ۸۵

یا اھل الخلوت یا اھل البقاء انکم لم تخلفوا للفناء وانما خلقتم للخلوت و الابداولکنکم تنتقلون من دار الی دار[1]۔	اے ہیشگی والو! اے بقاوالو! تم فنا کو نہ بنے بلکہ دوام و ہیشگی کے لیے بنے ہو، ہاں ایک گھر سے دوسرے گھر میں چلے جاتے ہو۔

قول (۲): شرح الصدور میں ہے:

قال العلماء الموت لیس بعدم محض ولافناء صرف وانما ھو انقطاع تعلق الروح بالبدن ومفارقۃ وحیلولۃ بینھما وتبدل حال وانتقال من دار الی دار[2]۔	علماء نے فرمایا موت کے یہ معنی نہیں کہ آدمی نیست و نابُود ہو جائے بلکہ وہ تو یہی روح و بدن کے تعلق چھوٹنے اور ان میں حجاب وجُدائی ہو جانے اور ایک طرح کی حالت بدلنے اور ایک گھر سے دوسرے گھر چلے جانے کا نام ہے۔

تنبیہ: تعلق چھوٹنے کے یہ معنی کہ وہ علاقہ معہودہ جو عالم حیات تھا، جاتا رہا۔ اور اس طرح حجاب وجدائی ہو جانے سے یہ مراد کہ ویسا اتصال تام باقی نہیں، ورنہ مذہب اہلسنت میں روح کو بعد موت بھی بدن سے ایک تعلق واتصال رہتا ہے جیسا کہ فصولِ آئندہ کے اقوال کثیرہ میں آئے گا ان شاء اللہ تعالٰی۔ **قول (۳):** جامع البرکات میں فرمایا:

موت عدم محض میّت چنانکہ وہریاں وطبعیان گویند بلکہ انتقال ست از حالے بحالے واز دارے بدارے[3]۔	موت نیست و نابود ہو جانے کا نام نہیں جیسا کہ دہریہ اور طبعیین کہتے ہیں بلکہ ایک حال سے دوسرے حال اور ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہو جانے کا نام ہے۔ (ت)

قول (۴): اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرمایا کہ:

اولیائے خدا نقل کردہ شدند ازیں دار فانی بہ دار بقا و زندہ اند نزد پروردگار و مرزوق اند خوشحال اند و مردم را ازاں شعور نیست[4]۔	اولیاء اس دار فانی سے دار بقاء میں منتقل کر دئے جاتے ہیں، وہ اپنے پروردگار کے یہاں زندہ ہیں، انھیں رزق ملتا ہے اور خوشحال رہتے ہیں اور لوگوں کو اس کی خبر نہیں۔ (ت)

[1] شرح الصدور بحوالہ حلیہ باب فضل الموت خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۵
[2] شرح الصدور بحوالہ حلیہ باب فضل الموت خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۵
[3] جامع البرکات
[4] اشعۃ اللمعات باب حکم الاسراء فصل مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۴۰۲

قول (۵): مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرمایا:

لافرق لھم فی الحالین ولذا قیل اولیاء الله لایموتون ولکن تنتقلون من دار الی دار [1]۔	اولیاء کی دونوں حالت وممات میں اصلاً فرق نہیں، اسی لیے کہا گیا کہ وہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر تشریف لے جاتے ہیں۔

روایت مناسبہ عـــہ: امام عارف باللہ استاذ ابوالقاسم قشیری قدس سرہ، اپنے رسالہ میں بسند خود حضرت ولی مشہور سیدنا ابوسعید خراز قدس سرہ الممتاز سے راوی کہ میں مکہ معظّمہ میں تھا بابِ بنی شیبہ پر ایک جوان مُردہ پڑا پایا۔ جب میں نے اس کی طرف نظر کی، مجھے دیکھ کر مسکرایا اور کہا:

یا ابا سعید اماعلمت ان الاحباء احیاء و ان ماتوا وانما ینقلون من دار الی دار [2]۔	اے ابوسعید! کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ کے پیارے زندہ ہیں اگرچہ مرجائیں، وہ تو یہی ایک گھر سے دوسرے گھر میں بلائے جاتے ہیں۔

روایت دوم: وہی عالی جناب حضرت سیدی ابوعلی قدس سرہ، سے راوی، میں نے ایک فقیر کو قبر میں اتارا، جب کفن کھولا اور ان کا سر خاک پر رکھ دیا کہ اللہ ان کی غربت پر رحم کرے، فقیر نے آنکھیں کھول دیں اور مجھ سے فرمایا:

یا اباعلی أتذلنی بین یدی و من دللنی [3]۔	اے ابوعلی! مجھے اس کے سامنے ذلیل کرتے ہو جو میرے ناز اٹھاتا ہے۔

میں نے عرض کی: اے سردار میرے! کیا موت کے بعد زندگی؟ فرمایا:

بلٰی انا حی وکل محب الله حی لا یضرنك بجاھی غدا یاروذباری [4]۔	میں زندہ ہوں اور خدا کا ہر پیارا زندہ ہے بیشک وہ جاہت وعزت جو روز قیامت میں ملے گی اس سے تجھے کوئی ضرر نہ پہنچے گا بلکہ میں تیری مدد کروں گا اے روذباری۔

روایت سوم: وہی جناب مستطاب حضرت ابراہیم بن شیبان قدس سرہ، سے راوی، میرا ایک مرید جوان مرگیا، مجھے سخت صدمہ ہوا، نہلانے بیٹھا، گھبراہٹ میں بائیں طرف سے ابتداء کی، جوان نے وہ کروٹ ہٹا کر اپنی داہنی کروٹ میری طرف کی، میں نے کہا: جان پدر! تو سچا ہے مجھ سے غلطی ہوئی۔

عـــہ: ھذہ والاربعۃ بعدھا کل ذلك فی شرح الصدور ۱۲ منہ (م)	یہ روایت اور اسکے بعد کی دو چاروں روایتیں سب شرح الصدور میں ہیں۔ (ت)

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب الجمعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۲۴۱/۳

[2] الرسالۃ القشیریۃ باب احوالھم عند الخروج من الدنیا مصطفی البابی مصر ص ۱۴۰

[3] الرسالۃ القشیریۃ باب احوالھم عند الخروج من الدنیا مصطفی البابی مصر ص ۱۴۰

[4] الرسالۃ القشیریۃ باب احوالھم عند الخروج من الدنیا مصطفی البابی مصر ص ۱۴۰

روایت چہارم: وہی امام حضرت ابویعقوب سوسی نہرجوری قدس سرہ، سے راوی، میں نے ایک مرید کو نہلانے کے لیے تختے پر لٹایا اس نے میرا انگوٹھا پکڑلیا میں نے کہا: جان پدر! میں جانتا ہوں کہ تو مُردہ نہیں یہ تو صرف مکان بدلنا ہے۔ لے میرا ہاتھ چھوڑ دے۔[1]

روایت پنجم: جناب ممدوح انہی عارف موصوف سے راوی، مکہ معظّمہ میں ایک مرید نے مجھ سے کہا پیر و مرشد! میں کل ظہر کے وقت مر جاؤں گا، حضرت! یہ اشرفیاں لیں اور آدھی میں میرا دفن آدھی میں میرا کفن کریں، جب دوسرا دن ہوا اور ظہر کا وقت آیا مرید مذکور نے آکر طواف کیا۔ پھر کعبہ سے ہٹ کر لیٹا تو روح نہ تھی، میں نے قبر میں اتارا، آنکھیں کھول دیں، میں نے کہا: موت کے بعد زندگی کہاں؟ **انا حی وکل محب اﷲ حی**[2] میں زندہ ہوں اور اﷲ کا ہر دوست زندہ ہے۔ اس قسم کی صدہا روایات کلماتِ ائمہ کرام میں مذکور **وَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰہُ لَہٗ نُوْرًا فَمَا لَہٗ مِنْ نُّوْرٍ**[3] (اور خدا جسے نور نہ دے اس کے لیے کوئی نور نہیں۔ت)

فصل دوم: موت سے روح میں اصلاً تغیر نہیں آتا اور اس کے علوم وافعال (عہ) بدستور رہتے ہیں بلکہ زیادہ ہوجاتے ہیں، پھر جمادیت کیسی اور اثبات تخصیص ادراک۔ ذمہ مخصص۔

قول (۶): امام سبکی شفاء السقام میں فرماتے ہیں:

النفس باقیة بعد موت البدن عالمة باتفاق المسلمین بل غیر المسلمین من الفلاسفة وغیرھم ممن یقول ببقاء النفوس یقولون بالعلم بعد الموت ولم	یعنی مسلمان کا اجماع ہے کہ روح بعد مرگ باقی اور علم وادراک رکھتی ہے۔ بلکہ فلاسفہ وغیرہم کفار بھی علم مانتے ہیں اور بقائے روح میں کسی نے خلاف

عـــہ: امام سیوطی شرح الصدور میں مذہب اہلسنت کتاب الروح سے یوں نقل فرماتے ہیں:

ان الروح ذات قائمه بنفسها تصعد وتنزل وتتصل وتنفصل وتذهب وتجیئ وتتحرك وتسكن وعلی هذا اكثر من مائة دلیل مقررة[4]۔	یعنی روح ایک مستقل ذات ہے کہ چڑھتی اترتی ملتی جدا ہوتی آتی جاتی حرکت کرتی ساکن ہوتی ہے اور اس پر سو سے زیادہ دلائل ثابت ہوتے ہیں۔(م)

[1] الرسالۃ القشیریۃ فصل فان قیل فما الغالب علی الولی فی حال الخ مصطفی البابی مصر ص ۱۷۰

[2] الرسالۃ القشیریۃ فصل فان قیل فما الغالب علی الولی فی حال الخ مصطفی البابی مصر ص ۱۷۱

[3] القرآن ۲۴/ ۴۰

[4] شرح الصدور خاتمہ فی فوائد تتعلق بالروح خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۳۶

یخالف فی بقاء النفوس الا من لایعتد به[1] اھ ملتقطا۔	نہ کیا مگر ایسوں نے جو کسی گنتی شمار میں نہیں اھ ملتقطا۔

قول (۷): تفسیر بیضاوی میں ہے:

فیها دلالة علی ان الارواح جواهر قائمة بانفسها مغائرة لما یحس به من البدن تبقٰی بعد الموت دراکة وعلیه جمهور الصحابة والتابعین وبه نطقت الاٰیات والسنن[2]۔	یہ آیۃ کریمہ دلیل ہے کہ روحیں جوہر قائم بالذات ہیں یہ بدن جو نظر آتی ہے اس کے سوا اور چیز ہیں، موت کے بعد اپنے اسی جوش ادراک پر رہتی ہیں، جمہور صحابہ وتابعین کا یہی مذہب ہے اور اس پر آیات واحادیث ناطق۔

قول (۸): امام غزالی احیاء ف میں فرماتے ہیں:

لاتظن ان العلم یفارقك بالموت فالموت لایهدم محل العلم اصلا ولیس الموت عدما محضًا حتی تظن انك اذا عدمت عدمت صفتک[3]۔	یہ گمان نہ کرنا کہ موت سے تیرا علم تجھ سے جدا ہوجائیگا کہ موت محلِ علم یعنی روح کا تو کچھ نہیں بگاڑتی، نہ وہ نیست ونابود ہوجانے کا نام ہے کہ تو سمجھے جب تو نہ رہا تیرا وصف یعنی علم وادراک بھی نہ رہا۔

قول (۹، ۱۰): امام نسفی عمدۃ الاعتقاد، پھر علامہ نابلسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں: **الروح لایتغیر بالموت**[4]۔ مرنے سے روح میں کچھ نہیں آتا۔

قول (۱۱): علّامہ تورپشتی فرماتے ہیں:

الروح الانسانیة متمیزة مخصوصة بالادراکات بعد مفارقة البدن[5]۔ نقله المناوی	فراقِ بدن کے بعد بھی روح انسانی متمیز ومخصوص بہ ادراکات ہے۔ (اسے علامہ مناوی نے نقل کیا۔ ت)

[1] شفاء السقام الفصل الثانی فی الشہداء مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۲۱۰

[2] تفسیر بیضاوی تحت آیۃ بل احیاء ولکن لایشعرون مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۱۷

[3] التیسیر بحوالہ الغزالی تحت حدیث من طلب العلم الخ مکتبہ الامام الشافعی الریاض السعودیہ ۲/ ۴۲۹

[4] الحدیقۃ الندیۃ الباب الثانی فی الامور الھمیۃ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۲۹۰

[5] التیسیر شرح جامع صغیر بحوالہ التورپشتی تحت ان ارواح الشہداء الخ مکتبہ الامام الشافعی الریاض السعودیہ ۱/ ۳۱۰

ف: سعی بسیار کے باوجود حوالہ احیاء العلوم سے دستیاب نہیں ہوسکا، تیسیر میں بحوالہ الغزالی بعینہٖ یہ عبارت موجود ہے اس لیے تیسیر سے یہ حوالہ نقل کیا ہے۔ **نذیر احمد**

قول (۱۲): علامہ مناوی کی شرح جامع الصغیر میں ہے:

الموت لیس بعدم محض والشعور باق حتی بعد الدفن[1]۔	موت بالکل عدم نہیں اور شعور باقی ہے یہاں تک کہ بعد دفن بھی۔

قول (۱۳): اسی میں ہے:

ان الروح اذا انخلعت من هذا الهیکل و انفکت من القیود بالموت تجول الی حیث شاءت[2]۔	بیشک روح جب اس قالب سے جدا اور موت کے باعث قیدوں سے رہا ہوتی ہے جہاں چاہتی ہے جولان کرتی ہے۔

قول (۱۴): شرح الصدور میں منقول کہ دلائل قرآن وحدیث لکھ کر کہا:

فصح ان الارواح اجسام حاملة لاعراضها من التعارف والتناکر وانها عارفة متمیزه[3]۔	ان سے ثابت ہوا کہ روحیں اجسام ہیں اپنے اوصاف شناخت وناشناخت وغیرہ کی حامل جو بذاتِ خود ادراک و تمیز رکھتی ہے۔

یہاں وہ تقریر یاد کرنی چاہئے جو زیر حدیث دوم گزری۔

قول (۱۵): مقاصد وشرح مقاصد علامہ تفتازانی میں ہے:

عند المعتزلة وغیرهم البدنیة المخصوصة شرط فی الادراك فعندهم لایبقی ادراك الجزئیات عند فقد الاٰلات وعندنا یبقٰی و هوالظاهر من قواعد الاسلام[4]۔	معتزلہ وغیر ہم کے مذہب میں یہ بدن شرط ادراک ہے توان کے نزدیک جب اس کے آلات نہ رہے ادراک جزئیات بھی نہ رہااور ہم اہل سنت وجماعت کے مذہب میں باقی رہتا ہے اور یہی ظاہر ہے قواعد دین اسلام سے۔

قول (۱۶): لمعات شرح مشکوۃ میں ہے:

سببیه الحواش للاحساس وللادراك عادیة	حواس کا سبب احساس وادراک ہونا اک امر عادی ہے

[1] التیسیر شرح جامع صغیر تحت ان المیّت یعرف من یحملہ الخ مکتبہ الامام الشافعی الریاض السعودیہ ۱/۳۰۳

[2] التیسیر شرح جامع صغیر تحت حدیث ان روحی المومنین مکتبہ الامام الشافعی الریاض السعودیہ ۱/۳۲۰

[3] شرح الصدور باب مقر الارواح خلافت اکیڈمی سوات ص ۹۹

[4] شرح المقاصد المبحث الرابع مدرک الجزئیات دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/۴۳

کما تقرر فی المذھب اما العلم فبالروح و ھو باق[1] اھ ملتقطا۔	جیسا کہ مذہب اہل سنت میں ثابت ہوچکا اور علم تو روح سے ہے وہ باقی ہے اھ مختصراً۔

قول (۱۷): امام سیوطی فرماتے ہیں:

ذھب اھل الملل من المسلمین وغیر ھم الی ان الروح تبقی بعد موت البدن و خالف فیه الفلاسفة دلیلنا ماتقدم من الاٰیات والاحادیث فی بقائھا وتصرفھا[2] الخ (ملخصًا)	تمام اہل ملت مسلمین اور ان کے سوا سب کا یہی مذہب ہے کہ روحیں بعد موت بدن باقی رہتی ہیں فلاسفہ یعنی بعض مدعیان حکمت نے اس میں خلاف کیا، ہماری دلیل۔ وہ آیتیں اور حدیثیں ہیں جن سے ثابت کہ روح بعد موت باقی رہتی اور تصرفات کرتی ہے۔ الخ

قول (۱۸): ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں ہے:

قد انکرعذاب القبر بعض المعتزلة والروافض محتجین بان المیّت جماد لاحیاة له ولاادراك[3] الخ۔	بعض معتزلہ اور روافض عذاب قبر سے منکر ہوئے یہ حجت لا کر کہ مُردہ جماد ہے نہ اس کے لیے حیات ہے نہ ادراک الخ۔

قول (۱۹): کشف الغطاء مستند مولوی اسحٰق دہلوی میں ہے:

مذہب اعتزال است کہ گویند میّت جماد محض است[4]۔	میّت کو جماد محض بتانا معتزلہ کا مذہب ہے۔ (ت)

قول (۲۰): اسی میں ہے:

فرقے نیست در ارواح کاملان درحین حیات و بعداز ممات مگر بترقیہ کمال[5]۔	اہل کمال کی روحوں میں حالتِ حیات وموت میں کوئی فرق نہیں ہوتا سوا اس کے کہ بعد موت کمالات میں ترقی ہوجاتی ہے۔ (ت)

فصل سوم: ان تصریحوں میں کہ اموات کے علم وادراک دیناو اہل دینا کو بھی شامل۔

---

[1] لمعات شرح مشکوٰۃ کتاب الجہاد

[2] شرح الصدور خاتمہ فی فوائد تتعلق بالروح خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۳۵

[3] ارشاد الساری شرح البخاری باب قتل ابی جہل دار الکتب العربی بیروت ۲۵۵/۶

[4] کشف الغطاء فصل در احکام دفن میت مطبع احمدی دہلی ص ۵۷

[5] کشف الغطاء فصل در احکام دفن میت مطبع احمدی دہلی ص ۵۷

قول (۲۱): امام جلال الدین سیوطی رسالہ منظومہ انیس الغریب میں فرماتے ہیں:

یعرف من یغسله ویحمل ویلبس الاکفان ومن ینزل[1]

(مُردہ اپنے نہلانے والے، اٹھانے والے، کفن پہنانے والے، قبر میں اتارنے والے سب کو پہچانتا ہے)

قول (۲۲تا۲۴): امام ابن الحاج مدخل اور ۲۳ امام قسطلانی مواہب اور ۲۴ علامہ زرقانی شرح میں تقریراً فرماتے ہیں:

واللفظ لاحمد من انتقل الی عالم البرزخ من المؤمنین یعلم احوال الاحیاء غالبًا وقد وقع کثیر من ذلك کما ھو مسطور فی مظنة ذلك من الکتب[2]۔	احمد کے الفاظ ہیں جو مسلمان برزخ میں ہیں اکثر احوال احیاء پر رکھتے ہیں اور یہ امر بکثرت واقع ہے جیسا کہ کتابوں میں اپنے محل پر مذکور ہے۔

قول (۲۵): اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں علم وادراک مَوتٰی کی تحقیق وتفصیل لکھ کر فرماتے ہیں:

بالجملہ کتاب وسنت مملو ومشحون اند باخبار وآثار کہ دلالت مے کند بر وجود علم موتٰی بدنیا واہل آں پس منکر نہ شود آں را مگر جاہل باخبار ومنکر دین[3]۔	الحاصل کتاب و سنت ایسے اخبار وآثار سے لبریز ہیں جو یہ بتاتے ہیں کہ مردوں کو دینا واہل دنیا کا علم ہوتا ہے تو اس کا انکار وہی کرے گا جو اخبار واحادیث سے بے خبر اور دین منکر ہو۔ (ت)

فصل چہارم: اموات سے حیا کرنے میں۔

قول (۲۶): ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں سلیم بن عمیر سے راوی، وہ ایک مقبرہ پر گزرے، پیشاب کی حاجت سخت تھی، کسی نے کہا یہاں اتر کر قضائے حاجت کرلیجئے، فرمایا:

سبحان اللہ واللہ انی لایستحیی من الاموات کما استحیی من الاحیاء[4]۔	سُبحان اللہ! خدا کی قسم میں مردوں سے ایسی ہی شرم رکھتا ہوں جیسی زندوں سے۔

---

[1] انیس الغریب

[2] المواہب اللدنیہ من آداب الزیارت المکتب الاسلامی بیروت ۵۸۱/۴، زرقانی علی مواہب اللدنیہ المقصد العاشر المطبعۃ العامرہ مصر ۳۴۹/۸، المدخل فصل فی الکلام علٰی زیارت سید الاولین دارالکتب العربیہ بیروت ۲۵۳/۱

[3] اشعۃ اللمعات کتاب الجہاد فصل اول نوریہ رضویہ سکھر ۴۰۱/۳

[4] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ بحوالہ ابن ابی الدنیا زیارت القبور مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۱۷/۴

قول (۲۷): جب سیدنا امام شافعی مزارِ فائض الانوار حضرت امام اعظم پر تشریف لے گئے رضی اللہ تعالٰی عنہما و عن اتباعہما، نماز صبح میں قنوت نہ پڑھی، لوگوں نے سبب پوچھا، فرمایا:

كيف اقنت بحضرة الامام وهو لايقول به [1]۔ ذكره سيدى على الخواص والامام الشعرانى فى الميزان و نحوه العلامة ابن حجر مكى فى خيرات الحسان فى مناقب الامام الاعظم ابى حنيفة النعمان فى اولها واعاده فى اٰخرها عن بعض شراح منهاج الامام النووى وعن غيره ونحوه فى عقود الجمان فى مناقب النعمان عن شيخ شيوخه الامام الزاهد الولى شهاب الدين شارح المنهاج	میں امام کے سامنے کیونکر قنوت پڑھوں حالانکہ وہ اس کے قائل نہیں (اسے سیدی علی خواص نے اور امام شعرانی نے میزان الشریعۃ الکبرٰی میں ذکر کیا اور اسی کے ہم معنی علامہ ابن حجر نے "الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان" کے شروح میں ذکر کیا او راس کے آخر میں دوبارہ منہاج امام نووی کے بعض شارحین وغیرہ کے حوالہ سے ذکر کیا۔ اسی طرح عقود الجمان فی مناقب النعمان میں اپنے شیخ الشیوخ امام، زاہد، ولی اللہ شہاب الدین شارح منہاج سے نقل کیا۔ (ت)

بعض روایات میں آیا بسم اللہ شریف بھی جہر سے نہ پڑھی

نقله الفاضل الشامى فى ردالمحتار عن بعض العلماء وكذا الامام ابن حجر فى الخيرات الحسان۔	اسے فاضل شامی نے ردالمحتار میں بعض علماء سے نقل کیا، ایسے ہی امام ابن حجر نے الخیراب الحسان میں ذکر کیا۔ (ت)

بعض میں ہے تکبیرات انتقال میں رفع یدین نہ فرمایا، سبب دریافت ہوا، جواب دیا:

ادبنا مع هذا الامام اكثر من ان نظهر خلافه بحضرته [2]۔ ذكره على القارى فى المرقاة۔	اس امام کے ساتھ ہمارا ادب اس سے زائد ہے کہ ان کے حضور ان کا خلاف ظاہر کریں، (اسے ملّا علی قاری نے مرقاۃ میں ذکر کیا۔ ت)

شرح لباب میں خاص بلفظ استحیا نقل کیا کہ امام شافعی نے فرمایا:

استحيى ان اخالف مذهب الامام	مجھے شرم آتی ہے کہ امام کے سامنے ان کے

[1] المیزان الکبرٰی فصل فیما نقل عن الامام الشافعی مصطفی البابی مصر ۱/۶۱

[2] مرقاہ شرح مشکوٰۃ تذکرہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۳۰

فی حضورہ[1]۔ ذکرہ فی باب الزیارۃ النبویۃ نبوی، فصل المقام بالمدینۃ المنورۃ۔	مذہب کے خلاف کروں، (اسے علامہ قاری نے شرح لباب، باب زیارت فصل اقامتِ مدینہ منورہ میں ذکر کیا۔ت)

سبحان اللہ اگر اموات دیکھتے سنتے نہیں تو جہر واخفاء یا رفع وترک ومکث قنوت وتعجیل سجود میں کیا فرق تھا، للہ انصاف، اگر بنائے قبر حجاب مانع ہو تو امام ہمام کا سامنا کہاں تھا اور اس ادب ولحاظ کا کیا باعث تھا۔

قول (۲۸تا۳۱): علامہ فضل اللہ بن غوری حنفی وغیرہ ایک جماعت علماء نے تصریح فرمائی کہ زیارت بقیع شریف میں قبہ حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ابتدا کرے کہ پہلے وہی ملتا ہے ہے تو بے سلام کے وہاں سے گزر جانا بے ادبی ہے۔ اسی طرح اس بقعہ پاک میں جو مزار پہلے آتا جائے اس پر سلام کرتا جائے کہ جو ذرا بھی عزت وعظمت رکھتا ہے اس کے سامنے سے بے سلام چلے جانا مروّت وادب سے بعید ہے۔ مولانا علی قاری نے شرح لباب میں اسے نقل فرما کر مسلم رکھا، ۳۰شیخ محقق نے جذب القلوب میں، بعض دیگر علما سے اس کی تحسین نقل کی ہے کہ یہ ایک عمدہ مقصد ہے جس کے ساتھ افضل واشرف کی رعایت نہ کرنی کچھ مضائقہ نہیں، مسلک مقتسط میں ہے۔

ذکر العلامۃ فضل اللہ بن الغوری من اصحابنا ان البدائۃ بقبۃ العباس والختم بصفیۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما اولی لان مشھد العباس اول مایلقی الخارج من البلد عن یمینہ فمجاوزتہ من غیر سلام علیہ جفوۃ فاذا سلم علیہ وسلم علی من یمر بہ اولا فیختم بصفیۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا فی رجوعہ کما صرح بہ ایضا کثیر من مشائخنا[2] الخ۔	علامہ فضل اللہ بن غوری حنفی وغیرہ ایک جماعتِ علماء نے تصریح فرمائی کہ زیارت بقیع شریف میں قبہ حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ابتداء کرے اور حضرت صفیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے مزار پر ختم کرے یہ بہتر ہے کیونکہ باہر والا جب دائیں طرف سے شروع کرے تو پہلے وہی ملتا ہے تو ان کو سلام کئے بغیر گزر جانا بے ادبی ہے، جب ان پر گزرے اور جو مزار پہلے آتا جائے سلام کرتا جائے، تو واپسی مزار حضرت صفیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا پر ختم کرے جیساکہ بہت سے ہمارے مشائخ نے تصریح فرمائی الخ (ت)

[1] منسک متوسط مع ارشاد الساری فصل ولیغتنم ایام مقامہ بالمدینۃ الخ دارالکتاب العربی بیروت ص ۳۴۲

[2] مسلک متقسط مع ارشاد الساری فصل ولیغتنم ایام مقامہ بالمدینۃ الخ دارالکتاب العربی بیروت ص ۳۴۵

جذب القلوب میں ہے:

متاخیرین علماء اختلاف کردہ اند کہ ابتداء بزیارت کہ کند طائفہ برآنند کہ ابتداء بہ زیارت حضرت عباس کند وہرکہ باوے دریک قبہ آسود انداز ائمہ اہل بیت رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین زیراکہ اسہل واقرب است واز پیش ایشاں در گزشتن وبزیارت دیگراں متوجہ شدن نوعے از جفا وسوئے ادب باشد الخ[1]۔	علمائے متاخرین نے اختلاف کیا ہے کہ زیارت میں ابتداء کسی سے کرے۔ ایک جماعت کے ہاں حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ اور ان کے ساتھ قبہ میں جو اہلبیت ائمہ کرام رضوان علیہم آرام فرماہیں سے شروع کرے کیونکہ یہ آسان اورا قرب ہے اور ان کے آگے سے بغیر سلام گزرجانا اور دوسروں کی زیارت میں متوجہ ہوجانا ایک قسم کی لاپروائی اور بے ادبی ہے۔ الخ (ت)

اسی میں ہے:

محصل کلام بعضے از علماء آں است کہ ابتداء قبہ عباس کند رضی اللہ تعالٰی عنہ وعمن معہ وبعد ازاں بہر کہ پیش آیا زیراکہ ہر ادادنی جلالت شان بود بے سلام از پیش وے گزشتن وجائے دیگر رفتن از عالم مروت وحفظ طریقہ ادب بغایت دوراست قال بعضهم وهو مقصد صالح لا يضرمعه عدم رياية الافضل والاشرف[2] الخ	بعض علماء کے کلام کا ماحاصل یہ ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ اور قبہ میں ان کے ساتھ والوں سے ابتداء کرے اور اس کے بعد ہر پہلے آنے والے کو سلام کرتا جائے کیونکہ کسی ادنٰی شان والے سے بے سلام گزرنا اور دوسری جگہ چلے جانا بھی مروت اور حفظِ ادب سے بعید ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ مقصد صالح ہے جس کی وجہ سے افضل واشرف کی عدم رعایت مضر نہیں الخ (ت)

فصل پنجم افعال احیاء سے تاذی اموات میں:

قول (۳۲تا۳۴): مراقی الفلاح میں فرمایا:

اخبرنی شیخ العلامة محمد بن احمد الحموی رحمهم الله تعالٰی بانهم یتاذون بخفق النعال[3]۔	مجھے میرے استاذ علامہ محمد بن احمد حنفی رضی اللہ تعالٰی نے خبر دی کہ جوتی کی پھچل سے مُردے کو ایذا ہوتی ہے۔

[1] جذب القلوب باب در فضائل مقبر بقیع منشی نولکشور لکھنؤ ص ۱۸۷

[2] جذب القلوب باب در فضائل مقبر بقیع منشی نولکشور لکھنؤ ص ۱۸۷

[3] مراقی الفلاح علی ھامش حاشیۃ الطحطاوی فصل فی زیارۃ القبور نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۴۰

۳۴ علامہ طحطاوی نے اس پر تقریر فرمائی۔

قول (۳۵): حدیث میں جو تکیہ قبر پر لگانے سے ممانعت فرمائی اور اسے ایذائے میّت ارشاد ہوا جیسا کہ حدیث ۲ میں گزرا، شیخ محقق رحمہ اللہ اس پر شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں:

شاید کہ مراد آنست کہ روح وے ناخوش می دارد و راضی نیست بہ تکیہ کردن بر قبرے از جہت تضمن وے اہانت واستخفاف رابوی[1] **واللہ اعلم،**	ہوسکتا ہے کہ یہ مراد ہو کہ اس کی روح کو ناگوار ہوتا ہے اور وہ اپنی قبر پر تکیہ لگانے سے راضی نہیں ہوتی اس لیے کہ اس میں اس کی اہانت اور بے وقعتی پائی جاتی ہے، اور خدا خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

قول (۳۶تا۳۷): عارف باللہ حکیم ترمذی پھر علامہ نابلسی حدیقہ میں فرماتے ہیں:

معناہ ان الارواح تعلم بترك اقامه الحرمة والاستهانة فتاذی بذلك[2]۔	اس کے یہ معنی ہیں کہ روحیں جان لیتی ہیں کہ اس نے ہماری تعظیم میں قصور کیا لہذا ایذا پاتی ہیں۔

قول (۳۸تا۳۹): حاشیۃ طحطاوی و ردالمحتار وغیرہ میں ہے: مقابر میں پیشاب کرنے کو نہ بیٹھے **لان المیّت یتاذی بما یتاذی به الحی**[3] اس لیے کہ جس سے زندوں کو اذیت ہوتی ہے اس سے مُردے کو بھی ایذا پاتے ہیں۔

اقول: بلکہ دیلمی نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس کلیہ کی صراحتًا روایت کی کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

المیّت یؤذیه فی قبره مایؤذیه به فی بیته[4]۔	میّت کو جس بات سے گھر میں ایذا ہوتی تھی قبر میں بھی اس سے اذیت پاتا ہے۔

قول (۴۰تا۴۱): حدیث ۲۶ کے نیچے اشعہ میں امام ابوعمر عبدالبر سے نقل کیا:

ازینجا مستفاد می گردد کہ میّت متالم می گردد بجمیع انچہ متالم می گردد بداں حی ولازم این ست کہ متلذذ گردد	یہاں سے معلوم ہوا کہ میّت کو ان تمام چیزوں سے تکلیف ہوتی ہے جس سے زندوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ اس کو

[1] اشعۃ اللمعات باب دفن المیّت فصل ۳ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۹۹

[2] نوادر الاصول الاصل التاسع والمائتان دار صادر بیروت ص ۲۴۴

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر باب صلوٰۃ الجنازۃ دار المعرفۃ بیروت ۱/۳۸۱

[4] شرح الصدور بحوالہ دیلمی باب تأذی المیّت الخ خلافت اکیڈمی، سوات ص ۱۲۴

بتمام انچہ متلذذ مے شود بداں زندہ[1]۔	لازم یہ ہے کہ اسے ان تمام چیزوں سے لذت بھی حاصل ہو جن سے زندوں کو لذت ملتی ہے۔(ت)

تذئیل: مسئلہ ہے کہ دارالحرب کے جن جانوروں کو اپنے ساتھ لانا دشوار ہو انھیں زندہ چھوڑیں کہ اس میں حربیوں کا نفع ہے، نہ کونچیں کاٹیں کہ اس میں جانوروں کی ایذا ہے بلکہ ذبح کرکے جلادیں تاکہ وہ ان کے گوشت سے بھی انتفاع نہ کرسکیں، درمختار میں ہے:

حرم عقردابة شق نقلها الٰی دار نا فتذبح وتحرق بعدہ اذلا یعذب بالنار الا ربها۔[2]	جس جانور کو دارالاسلام تک لانا دشوار ہو اس کی کونچیں کاٹنا حرام ہے، پہلے ذبح کریں اس کے بعد جلادیں اس لیے کہ زندہ آگ میں ڈالنے کا عذاب دینا ربّ نارہی کاکام ہے۔(ت)

اس پر علامہ حلبی محشیٔ درمختار نے شبہہ کیا کہ یہاں سے لازم کہ مُردے کے جسم کو صدمہ پہنچائیں اس سے اسے تکلیف نہ ہو حالانکہ حدیث میں اس کا خلاف وارد ہے۔ علامہ طحطاوی وعلامہ شامی نے جواب دیا کہ یہ بات بنی آدم کے ساتھ خاص ہے کہ وہ اپنی قبور میں ثواب وعذاب پاتے ہیں توان کی ارواح کی ابدان سے ایسا تعلق رہتا ہے جس کے سبب ادراک واحساس ہوتا ہے۔ جانوروں میں یہ بات نہیں ورنہ ان کی ہڈی وغیرہ سے انتفاع نہ کیا جاتا۔ ردالمحتار میں ہے:

او رد المحشی علی جواز احراقها بعد الذبح انه یقتضی ان المیّت لا یتألم مع انه ورد انه یتألم بکسر عظمه قلت قد یجاب بان هذا خاص ببنی آدم لانهم یتنعمون ویعذبون فی قبورهم بخلاف غیرهم من الحیوانات والالزم ان لاینتفع بعظمها ونحوہ ثم رأیت ط ذکر نحوہ[3] انتهی۔	محشیٔ نے جانوروں کو ذبح کرکے جلانے پر یہ شبہہ پیش کیا اس سے لازم آتا ہے کہ مُردے کو اذیت نہیں ہوتی حالانکہ حدیث میں اس کا خلاف ہے کہ میّت کی ہڈی توڑنے سے اس کو اذیت ہوتی ہے۔ میں کہتا ہوں اس کا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ یہ بات بنی آدم کے ساتھ ہے کیونکہ وہ اپنی قبروں میں خوشی اور تکلیف پاتے ہیں، جانوروں میں یہ بات نہیں ورنہ ان کی ہڈی وغیرہ سے انتفاع نہ کیا جاتا، پھر میں نے طحطاوی کو دیکھا تو انھوں نے ایسا ہی فرمایا، انتہی (ت)

[1] اشعۃ اللمعات باب دفن المیّت تیج کمار لکھنؤ ۱/ ۶۹۶

[2] درمختار باب المغنم وقسمتہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۴۲

[3] ردالمحتار باب المغنم وقسمتہ مصطفی البابی مصر ۳/ ۲۵۲

اقول: تخصیص بنی آدم باضافت حیوانات مراد ہے ورنہ جن بھی بعد موت ادراک رکھتے ہیں **کما یاتی قول ۱۹۰** (جیسا کہ قول ۱۹۰ میں آئیگا۔ت) اور خود عذاب وثواب سے علامہ کی تعطیل اس پر دلیل، **واللہ تعالٰی اعلم**

فصل ششم: ملاقات احیاء وذکر خدا سے اموات کا جی بہلتا ہے۔

قول (۴۲): امام سیوطی نے انیس الغریب میں فرمایا:

ویانسُونَ ان اتی المقابر [1]

(جب زائرین مقابر پر آتے ہیں مرُدے ان سے انس حاصل کرتے ہیں۔ت)

قول (۴۳): امام اجل نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اقسامِ زیارت میں فرمایا ایک قسم زیارت اس غرض سے ہے کہ مقابر پر جانے سے اموات کا دل بہلائیں کہ یہ بات حدیث سے ثابت ہے۔**وسیاتی نقله فی النوع الثانی ان شاء اللہ تعالٰی** (یہ بات ان شاء اللہ تعالٰی نوعِ ثانی میں نقل ہوگا۔ت) **قول (۴۴):** جذب القلوب میں فرمایا:

زیارت گاہی از جہت ادائے حق اہل قبور باشد در حدیث آمدہ مانوس ترین حالتیکہ میّت رابود در وقت کرّیکے از آشنایانِ او زیارتِ قبر او کند واحادیث دریں باب بسیار است [2]۔	زیارت کبھی قبر والوں کے حق کی ادائیگی کے لیے ہوتی ہے حدیث میں آیا ہے کہ میّت کے لیے سب سے زیادہ اُنس کی حالت وہ ہوتی ہے جب اس کا کوئی پیارا آشنا اس کی زیارت کے لیے آتا ہے۔اس باب میں احادیث بہت ہیں۔(ت)

قول (۴۵ تا ۴۶): فتاوٰی قاضی خاں پھر فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

ان قرأ القراٰن عند القبور نوی ذلك ان یونسه صوت القراٰن فانه یقرأ [3]۔	مقابر کے پاس قرآن پڑھنے سے اگر یہ نیت ہو کہ قرآن کی آواز سے مرُدے کا جی بہلائے تو بیشک پڑھے۔

قول (۴۷ تا ۴۹): ردالمحتار میں غنیہ شرح منیہ سے اور طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں تلقینِ میّت کے مفید ہونے میں فرمایا:

ان المیّت یستانس بالذکر علی ماورد	بیشک اللہ تعالٰی ذکر سے مرُدے کا جی بہلتا ہے

[1] انیس الغریب

[2] جذب القلوب باب پانزدہم منشی نولکشور لکھنؤ ص ۲۱۳

[3] فتاوٰی ہندیہ الباب السادس عشر فی زیارۃ القبور نورانی کتب خانہ پشاور ۳۵۰/۵

فی الاٰثار [1]۔	جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے۔

قول (۵۰تا۵۸): امام قاضی خاں فتاوٰی خانیہ [۵۱] شرنبلالی نورالایضاح ومراقی الفلاح وامداد الفتاح پھر [۵۲] علامہ ابوالسعود و [۵۳] فاضل طحطاوی حاشیہ مراقی میں استناداً وتقریراً، اور [۵۴] شامی حاشیہ در میں استناداً، اور [۵۵] خزانۃ الروایات میں [۵۶] فتاوٰی کبرٰی سے، اور [۵۷] امام بزازی فتاوٰی بزازیہ اور [۵۸] شیخ الاسلام کشف الغطاء میں، اور ان کے سوا اور علماء فرماتے ہیں:

واللفظ للخانیة یکرہ قطع الحطب والحشیش من المقبرة فان کان یابسًا لا باس لانه مادام رطبًا یسبح فیونس المیّت [2]۔	چوب وگیاہ سبز کا مقبرہ سے کاٹنا مکروہ ہے اور خشک ہو تو مضائقہ نہیں کہ وہ جب تک تر رہتی ہے تسبیح خدا کرتی ہے اور اس سے میّت کا جی بہلتا ہے۔

علامہ شامی نے اسی حدیث سے مدلل کرکے فرمایا: اس بناء پر مطلقًا کراہت ہے اگرچہ خود رَو ہو کہ قطع میں حق میّت کا ضائع کرنا ہے۔

تنبیہ: فقیر کہتا ہے غفراللہ تعالٰی لہ، علماء کی ان عبارات اور نیز چار قول آئندہ ودیگر تصریحات رخشندہ سے دو جلیل فائدے حاصل:

اولًا نباتات وجمادات وتمام اجزائے عالم میں ہر ایک کے موافق ایک حیات ہے کہ اس کی بقا تک ہر شجر وحجر زبان قال سے اس رب اکبر جل جلالہ، کی پاکی بولتا ہے اور سبحان اللہ یا اس کے مثل اور کلمات تسبیح الٰہی کہتا ہے نہ کوئی ان میں صرف زبانِ حال ہے جیسا کہ ظاہر بینی کا مقال ہے کہ اس تقدیر پر تر وخشک میں تفرقہ پر برہان قاطع کہ اس میں فرمایا:

وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ ؕ [3] تم اس کی تسبیح نہیں سمجھتے، ظاہر کہ تسبیح حالی تو ہر شخص عاقل سمجھتا ہے یہاں تک کہ شعراء بھی کہہ گئے:

ہر گیاہے کہ از زمین روید
وحدہ، لاشریک لہ، گوید

(جو گھاس بھی زمین سے اُگتی ہے کہتی ہے وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ت)

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علٰی مراقی الفلاح باب احکام الجنائز نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۰۶

[2] فتاوٰی قاضی خاں باب احکام الجنائز نولکشور لکھنؤ ۱/۱۹۵

[3] القرآن ۱۷/۴۴

اور خود عــہ۱ مذہب اہلسنت مقرر ہو چکا کہ تمام ذراتِ عالم کے لیے ایک نوع علم وادراک وسمع وبصر حاصل ہے۔ مولوی معنوی قدس سرہ، نے مثنوی شریف میں اس مضمون کو خوب مشرح ادا فرمایا، اور اس پر قرآن واحادیث کے صدہا نصوص عــہ۲ ناطق۔ جنھیں جمع کروں تو انشاء اللہ پانسو سے کم نہ ہوں گے۔ ان سب کو بلا وجہ ظاہر سے پھیر کر تاویل کرنا تو قانون عقل ونقل سے خروج بلکہ صراحۃً سفاہات مبتدعین میں ولوج ہے خصوصًا وہ نصوص عــہ۳ جو صریح مفسر

عــہ۱: مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کے باب فضل الاذان میں ہے:

الصحیح ان للجمادات و النباتات والحیوانات علما وادراك وتسبیحا. قال البغوی وھذا مذھب اھل سنت وتدل علیه الاحادیث و الآثار یشھد له مکاشفة اھل المشاھدة والاسرار التی ھی کالانوار، والمعتمد فی المعتقدان شھادة الاعضاء بلسان القال، وما ورد عن الشارع یحمل علٰی ظاھرہ مالم یصرف عنه صارف، ولاصارف ھنا کما لایخفی [1] ملتقطا۱۲۔ (م)

صحیح یہ ہے کہ جمادات، نباتات اور حیوانات کو بھی ایک قسم کا علم وادراک اور عمل تسبیح حاصل ہے۔ امام بغوی نے فرمایا یہی اہلسنت کا مذہب ہے جس پر احادیث وآثار سے دلیلیں موجود ہیں۔ اہل مشاہدہ اور انوار جیسے اسرار والوں کا مکاشفہ بھی اس پر شاہد ہے اور عقیدہ میں معتمد یہ ہے کہ اعضاء کی گواہی زبان قال سے ہوگی، شارع سے جو بھی وارد ہے وہ اپنے ظاہر پر محمول ہوگا جب تک ظاہر سے پھیرنے والی کوئی دلیل نہ ہو اور یہاں ایسا کچھ نہیں جیسا کہ واضح ہے۔ (ت)

عــہ۲: فقیر نے اپنے فتاوٰی میں ایک جملہ صالحہ ذکر کیا اور صدہا کا پتا دیا وباللہ التوفیق۔ (م)

عــہ۳: مثلاً وہ حدیثیں جن میں صاف ارشاد ہوا کہ نہ کوئی جانور شکار کیا جائے، نہ کوئی پیڑ کاٹا جائے جب تک تسبیح الٰہی میں غفلت نہ کرے۔ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما صید صید ولا قطعت شجرة الابتضییع التسبیح [2]۔ رواہ ابونعیم فی الحلیة بسند حسن عن ابی ھریرة رضی اللہ تعالٰی عنه۔

نہ کوئی جانور شکار کیا جاتا ہے اور نہ کوئی درخت کاٹا جاتا ہے جب تک تسبیح الٰہی نہ ترک کرے۔ اسے ابونعیم نے حلیہ میں بسند حسن ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت) (باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] مرقاۃ المفاتیح باب فضل الاذان فصل نمبر ۱ المکتبہ الحبیبیہ کوئٹہ ۲/ ۳۴۹۔۳۴۸

[2] کنز العمال بحوالہ ابی نعیم عن ابی ھریرہ حدیث ۱۹۱۹ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/ ۴۴۵

ہیں کہ تاویل کی گنجائش ہی نہیں رکھتے۔ مقام اجنبی نہ ہوتا تو میں اس مسئلے کا قدرے ایضاح کرتا۔

ثانیًا اقوال مذکورہ سے یہ بھی منصہ نبوت پر جلوہ گر ہوا کہ اہل قبور کی قوت سامعہ اس درجہ تیز وصاف وقوی تر ہے کہ نباتات کی تسبیح جسے اکثر احیاء نہیں سنتے وہ بلا تکلف سنتے اور اس سے اُنس حاصل کرتے ہیں۔ پھر انسان کا کلام تو واضح اور اظہر ہے واللہ تعالٰی الہادی۔

قول (۵۹تا۶۲): مجمع البرکات میں مطالب المومنین سے، اور کنز العباد وفتاوٰی غرائب وغیرہا میں ہے:

وضع الورد والریاحین علی القبور حسن لانه مادام رطبا یسبح ویکون للمیّت انس بتسبیحه[1]۔	گلاب وغیرہ کے پھول قبروں پر ڈالنا خوب ہے کہ جب تک تازہ رہیں گے تسبیح الٰہی کریں گے۔ تسبیح سے میّت کو انس حاصل ہوگا۔

فائدہ: مطالب المؤمنین وجامع البرکات دونوں کتب مستندہ مخالفین سے ہیں اس سے مولوی اسحٰق نے مائۃ مسائل میں اس سے متکلم قنوجی وغیرہ نے استناد کیا۔

فصل ہفتم: وہ اپنے زائرین کو دیکھتے پہچانتے اور ان کی زیارت پر مطلع ہوتے ہیں:

قول (۶۳و۶۴): مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری مسلک متقسط شرح منسک متوسط، پھر فاضل ابن عابدین حاشیہ شرح تنویر میں فرماتے ہیں:

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ابو الشیخ نے روایت کی:

ما اخذ طائر ولاحوت الا بتضییع التسبیح[2]۔	کوئی پرندہ اور مچھلی نہیں پکڑی جاتی مگر تسبیح الٰہی چھوڑ دینے سے۔ (ت)

ابن اسحٰق بن راہویہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، ان کے پاس ایک زاغ لایا گیا جس کے شہپر سالم وکامل تھے۔ دیکھ کر فرمایا میں نے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سنا:

ماصید صید ولاعضدت عضباء ولاقطعت شجرة الابقلة التسبیح[3]۔ ۱۲منہ (م)	نہ کوئی جانور شکار ہوا نہ کوئی ببول کٹی، نہ کسی پیڑ کی جڑیں چھانٹی گئیں مگر تسبیح کی کمی کرنے سے۔

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب السادس عشر فی زیارۃ القبور نورانی کتب خانہ پشاور ۳۵۱/۵

[2] در منثور بحوالہ ابی شیخ عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ وان من شیئ الّا یسبح بحمدہ کے تحت مکتبہ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۱۸۴/۴

[3] کنز العمال بحوالہ ابن راہویہ عن ابی بکر حدیث ۱۹۲۰ مؤسستہ الرسالۃ بیروت ۴۴۵/۱

من اٰداب الزیارۃ ماقالوا من انہ لایاتی الزائر من قبل راسہ لانہ اتعب بصر المیّت بخلاف الاول لانہ یکون مقابل بصرہ[1]۔	زیارت قبور کے ادب سے ایک بات یہ ہے جو علماء نے فرمائی ہے کہ زیارت کو قبر کی پائنتی سے جائے نہ کہ سرہانے سے کہ اس میں میّت کی نگاہ کو مشقت ہوگی یعنی سر اٹھا کر دیکھنا پڑھے گا، پائنتی سے جائے گا تو اس کی نظر کے خاص سامنے ہوگا۔

قول (۶۵): مدخل میں فرمایا:

کفی فی ھذا بیاناً قولہ علیہ الصلٰوۃ والسلام المومن ینظر بنور اللہ انتھی ونوراللہ لایحجبہ شیئ ،ھذا فی حق الاحیاء من المومنین، فکیف من کان منھم فی الدار الاٰخرۃ[2]۔	اس امر کے ثبوت میں کہ اہل قبور کو احوال احیاء پر علم وشعور ہے، سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ فرمانا بس ہے کہ مسلمان خدا کے نور سے دیکھتا ہے اور خدا کے نور کو کوئی چیز پردہ نہیں ہوتی، جب زندگی کا یہ حال ہے تو ان کا کیا پوچھنا جو آنخضرت کے گھر یعنی برزخ میں ہیں:

قول (۶۶): شیخ محقق جذب القلوب میں امام علامہ صدرالدین قونوی سے نقل فرماتے ہیں:

درمیان قبور سائر مؤمنین وارواح ایشاں نسبت خاصی است مستمر کہ بدان زائرین رامی شناسند و ردسلام برایشاں می کنند بدلیل استحباب زیارت در جمیع اوقات[3]۔	تمام مؤمنین کی قبروں اور روحوں کے درمیان ایک خاص نسبت ہوتی ہے جو ہمیشہ موجود رہتی ہے، اسی سے زیارت کے لیے آنے والوں کو پہچانتے ہیں اور ان کے سلام کا جواب دیتے ہیں، اس کی دلیل یہ ہے کہ زیارت تمام اوقات میں مستحب ہے۔

قول (۶۷): انیس الغریب میں فرمایا: ع

ویعرفون من اتاھم زائرًا[4]

(جو زیارت کو آتا ہے مُردے اسے پہچانتے ہیں۔ت)

---

[1] ردالمحتار حاشیہ درمختار مطلب فی زیارۃ القبور مصطفی البابی مصر ۱/ ۶۶۵

[2] المدخل فصل فی الکلام علی زیارۃ سید المرسلین الخ دارالکتاب العربی بیروت ۱/ ۲۵۳

[3] جذب القلوب باب چہارم دہم منشی نولکشور لکھنؤ ص ۲۰۶

[4] انیس الغریب

قول (۶۸): تیسیر میں ہے:

الشعور باق حتی بعدالدفن حتی انه یعرف زائره[1]۔	شعور باقی ہے یہاں تک کہ بعد دفن بھی یہاں تک کہ اپنے زائر کو پہچانتا ہے۔

قول (۶۹): لمعات واشعۃ اللمعات وجامع البرکات میں ہے:

واللفظ للوسطی در روایات آمدہ است کہ دادہ می شود برائے میّت روز جمعہ علم وادراک پیشتر از انچہ دادہ می شوددر روز ہائے دیگر تاآنکہ می شناسد زائر رابیشتر از روز دیگر[2]۔	الفاظ اشعۃ اللمعات کے ہیں: روایات میں آیا ہے کہ میّت کو جمعہ کے دن دوسرے دنوں سے زیادہ علم وادراک دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ روز جمعہ زیارت کرنے والے کو دوسرے دن سے زیادہ پہچانتا ہے

شرح سفر السعادۃ میں مفصل ومنقح تر فرمایا کہ:

خاصیّت سی ام آنکہ روز جمعہ ارواح موموناں بقبور خویش نزدیک می شوند نزدیک شدن معنوی وتعلق واتصال روحانی نظیر ومشابہ اتصال کہ ببدن دارد وزائران راکہ نزدیک قبرمی آیند می شناسد وخود ہمیشہ می شناسند ولیکن دریں روز شناختن زیادت بر شناخت سائر ایام ست از جہت نزدیک شدن بقبور لابد شناخت از نزدیک پیشتر وقوی تر باشد از شناخت ودور در بعض روایات آمد کہ ایں شناخت دراول روز پیشتر است از آخر آں ولہٰذا زیارت قبور درین وقت مستحب تر است وعادت درحرمین شریفین ہمیں است[3]۔	تیسویں [۳۰] خاصیت یہ ہے کہ جمعہ کے دن مومنین کی روحیں اپنی قبروں سے نزدیک ہوجاتی ہیں، یہ نزدیکی معنوی ہوتی ہے اور روحانی تعلق واتصال ہوتا ہے جیسے بدن سے قرب واتصال ہوتا ہے۔ اس دن جو زائرین قبر کے پاس آتے ہیں انھیں پہچانتی ہیں، اور یہ پہچاننا ہمیشہ ہوتا ہے مگر اس دن کی شناخت دیگر ایام کی شناخت سے بڑھی ہوئی ہوتی ہے، ضروری بات ہے کہ نزدیک سے جو شناخت سے زائد ہوتی ہے وہ دور والی شناخت سے زائد قوی ہوتی ہے ___ اور بعض روایات میں آیا ہے کہ یہ شناخت جمعہ کی شام کو بہ نسبت اور زیادہ ہوتی ہے اسی لیے وقت زیارتِ قبور کا استحباب زیادہ ہے، اور حرمین شریفین کا دستور بھی یہی ہے۔ (ت)

---

[1] التیسیر شرح جامع صغیر تحت ان المیّت یعرف من یحملہ مکتبۃ الامام الشافعی الریاض السعودیہ ۱/۳۰۳

[2] اشعۃ اللمعات باب زیارۃ القبور فصل انوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۱۶

[3] شرح سفر السعادۃ فصل دربیان تعظیم جُمعہ نوریہ رضویہ سکھر ص ۱۹۹

اقول: **ولاعطر بعد العروس** (میں کہتا ہوں، دلہن کے بعد عطر نہیں ہے۔ت)

قول(۷۰و۷۱): شیخ و شیخ الاسلام نے فرمایا: واللفظ للشیخ فی جامع البرکات (جامع البرکات میں شیخ کے الفاظ ہیں۔ت):

تحقیق ثابت شدہ است بآیات واحادیث کہ روح باقی است واو راعلم وشعور بزائران واحوال ایشاں ثابت است وایں امریست مقرر دردین[1]۔	آیات واحادیث سے بہ تحقیق ثابت ہوچکا ہے کہ روح باقی رہتی ہے اور اسے زائرین اور ان کے احوال کا علم وادراک ہوتا ہے۔ یہ دین میں ایک طے شدہ امر ہے۔(ت)

قول(۷۲): تیسیر میں زیر حدیث **من زار قبر ابویہ** (جس نے اپنے باپ کی قبر کی زیارت کی۔ت) نقل فرمایا:

هذا نص فی ان المیّت یشعر من یزوره والا لما صح تسمیّته زائرا واذا لم یعلم المزور بزیارة من زاره لم یصح ان یقال زاره، هذا هو المعقول عند جمیع الامم[2]۔	یہ حدیث نص ہے اس بات میں کہ مُردہ زائر پر مطلع ہوتا ہے ورنہ اسے زائر کہنا صحیح نہ ہوتا کہ جس کی ملاقات کو جایئے جب اسے خبر ہی نہ ہو تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس سے ملاقات کی، تمام عالم اس لفظ سے یہی معنٰی سمجھتا ہے۔(ت)

قول(۷۳و۷۴): اشعۃ اللمعات آخر باب الجنائز شرح مشکوٰۃ امام ابن حجر مکی سے زیر حدیث ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کہ آغاز نوع دوم مقصد دوم میں گزری نقل فرمایا:

دریں حدیث دلیلے واضح ست بر حیات میّت وعلم وے آنکہ واجب است احترامِ میّت نزد زیارت وے خصوصًا صالحان ومراعات ادب بر قدر مراتب ایشاں چنانکہ درحالت حیات ایشاں[3]۔	اس حدیث میں اس پر کھلی ہوئی دلیل موجود ہے کہ وفات یافتہ کو حیات وعلم حاصل ہوتا ہے اور وقت زیارت اس کا احترام واجب ہے خصوصًا صالحین کا احترام اور ان کے مراتب کے لحاظ سے رعایت ادب حیات دنیوی کی طرح ضروری ہے۔(ت)

[1] جامع البرکات

[2] تیسیر شرح جامع صغیر تحت من زار قبر ابویہ مکتبۃ الامام الشافعی الریاض السعودیہ ۲/ ۴۲۰

[3] اشعۃ اللمعات باب زیارۃ القبور فصل ۳ تیج کمار لکھنؤ ۱/ ۷۲۰

پھر کتاب الجہاد لمعات میں اسے ذکر کرکے لکھا ہے: **و ھل ھذا الا الاثبات العلم والادراك**[1] (یہ اگر میّت کے لیے علم وادراک ثابت کرنا نہیں تو اور کیا ہے۔ت)

فصل ہشتم: وہ اپنے زائروں سے کلام عــہ کرتے اور ان کے سلام وکلام کا جواب دیتے ہیں۔

قول(۷۵تا۷۸): امام یافعی پھر امام سیوطی امام محب طبری شارح تنبیہ سے ناقل ہیں امام اسمٰعیل حضرمی کے ساتھ مقبرہ زبیدہ میں تھے **فقال یامحب الدین اتؤمن بکلام الموتی قلت نعم فقال ان صاحب ھذا القبر یقول لی انامن حشوالجنۃ**[2]

انھوں نے فرمایا: اے محب الدین! آپ اعتقاد رکھتے ہیں کہ مُردے کلام کرتے ہیں؟ میں نے کہا، ہاں، کہاں اس قبر والا مجھ سے کہہ رہاہے کہ میں جنت کی بھرتی سے ہوں۔

تنبیہ: اس روایت کے لانے سے یہ غرض نہیں کہ اس میّت نے امام اسمٰعیل سے کلام کیا کہ ایسی روایات تو صدہا ہیں اور ہم پہلے کہہ آئے کہ وقائع جزئیہ شمار نہ کریں گے بلکہ محل استدلال یہ ہے کہ وہ دونوں امام احیاء سے اموات کے کلام کرنے پر اعتقاد رکھتے تھے، اور ان دونوں اماموں نے اسے استناداً نقل فرمایا۔

تذییل: امام یافعی امام سیوطی انہی اسمٰعیل قدس سرہ الجلیل سے حاکی ہوئے بعض مقابر یمن پر ان کا گزر ہوا بہ شدت روئے اور سخت مغموم ہوئے، پھر کھلکھلا کر ہنسے اور نہایت شاد ہوئے، کسی نے سبب پوچھا، فرمایا: میں نے اس قبر والوں کو عذاب قبر میں دیکھا، رویا اور جناب الٰہی سے گڑ گڑا کر عرض کی، حکم ہوا: فقد شفعناک فیھم ہم نے تیری شفاعت ان کے حق میں قبول فرمائی، اس پر یہ قبر والی مجھ سے بولی: **وانا معھم یا فقیہ اسمٰعیل انا فلانۃ المغنیۃ مولانا اسمٰعیل!** میں بھی انھیں میں سے ہوں میں فلانی گائن ہوں، میں نے کہا: **وانت معھم** تو بھی ان کے ساتھ ہے۔ اس پر مجھے ہنسی آئی[3] **اللّٰھم اجعلنا ممن رحمتہ باولیائك اٰمین** (اے اللہ ہمیں بھی ان میں شامل فرما جن کو اپنے اولیاء کے طفیل رحمت سے نوازا، الٰہی قبول فرما۔ت)

قول(۷۹): زہر الربٰی شرح سنن نسائی میں نقل فرمایا:

ان للروح شانا اخرفتکون فی الرفیق الاعلی وھی متصلۃ بالبدن بحیث اذا سلم المسلم	محض روح کی شان جُدا ہے باآنکہ ملاء اعلٰی میں ہوتی ہے پھر بھی بدن سے ایسی متصل ہے کہ جب سلام

عــہ: **تنبیہ:** جواب سلام کا ایک قول فصل ہفتم میں علامہ قونوی سے گزرا ۱۲منہ (م)

[1] لمعات کتاب الجہاد

[2] شرح الصدور باب فی زیارۃ القبور الخ خلافت اکیڈمی منگوہ سوات ص۸۶

[3] شرح الصدور باب فی زیارۃ القبور الخ خلافت اکیڈمی منگوہ سوات ص۸۶

على صاحبه رد عليه السلام وهى فى مكانها هناك الى ان قال انما ياتى الغلط ههنا من قياس الغائب على الشاهد فيعتقدون ان الروح من جنس مايعهد من الاجسام التى اذا شغلت مكانا لم يمكن ان تكون فى غيره وهذا غلط محض[1]۔	کرنے والا سلام کرے جواب دیتی ہے۔ لوگوں کو دھوکا میں یوں ہوتا ہے کہ بے دیکھے چیز کو محسوسات پر قیاس کرکے روح کا حال جسم کا سا سمجھتے ہیں کہ جب ایک مکان میں ہو اسی وقت دوسرے میں نہیں ہو سکتی حالانکہ یہ محض غلط ہے۔

قول (۸۰): علامہ زرقانی شرح مواہب میں نقل فرماتے ہیں:

ردالسلام على المسلم من الانبياء حقيقى بالروح والجسد بجملته، ومن غير الانبياء والشهداء باتصال الروح بالجسد اتصالا يحصل بواسطته التمكن من الرد مع كون ارواحهم ليست فى اجسادهم وسواء الجمعة وغيرها على الاصح، لكن لامانع ان الاتصال فى الجمعة واليومين المكتنفين به اقوى من الاتصال فى غيرها من الايام[2] اھ ملخصا۔	انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام کا جواب سلام سے مشرف فرمانا تو حقیقی ہے کہ روح وبدن دونوں سے ہے اور انبیاء وشہداء کے سوا اور مومنین میں یوں ہے۔ کہ ان کی روحیں اگرچہ بدن میں نہیں تاہم بدن سے ایسا اتصال رکھتی ہیں جس کے باعث جواب سلام پر انھیں قدرت ہے اور مذہب اصح یہ ہے کہ جمعہ وغیرہ سب دن برابر ہیں، ہاں اس کا انکار نہیں کہ پنجشنبہ وجمعہ وشنبہ میں اور دونوں کی نسبت اتصال اقوی ہے۔ اھ ملخصًا

قول (۸۱و۸۲): شرح الصدور وطحطاوی حاشیہ مراقی میں نقل فرمایا:

الاحاديث والاثار تدل على ان الزائرمتى جاء علم به المزور وسمع سلام وانس به ورد عليه وهذا عام فى حق الشهداء وغيرهم وانه لا توقيت	احادیث وآثار دلیل ہیں کہ جب زائر آتا ہے مُردے کو اس پر علم ہوتا ہے کہ اس کا سلام سُنتا ہے اور اس سے اُنس کرتا ہے اوراس کو جواب دیتا ہے اور یہ بات شہداء وغیر شہداء سب میں عام ہے نہ اس میں کچھ وقت کی خصوصیت عـــہ

عـــہ: انھیں امام جلیل نے انیس الغریب میں فرمایا: وسلموا ردا على المسلم* فى اى يوم قاله ابن القيم، مُردے سلام کے جواب میں سلام کرتے ہیں کوئی دن ہو جیسا کہ ابن قیم نے تصریح کی ۱۲ (م)

---

[1] زہر الربٰی حاشیہ علی النسائی کتاب الجنائز ارواح المومنین نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۲۹۲

[2] الزرقانی شرح المواہب المقصد العاشر فی اتمام نعمۃ الطبعۃ العامرہ مصر ۸/ ۳۵۲

فی ذلك [1]۔	کہ بعض وقت ہو اور بعض وقت نہیں۔

قول (۸۳): بنایہ حاشیہ ہدایہ میں دربارہ حدیث تلقین موتٰی فرمایا:

عند اھل السنة ھذا علی الحقیقة لان اللہ تعالٰی یجیب علی ماجاءت بہ الاٰثار [2]۔	اہل سنت کے نزدیک یہ اپنی حقیقت پر ہے اس لیے کہ مُردہ تلقین کا جواب دیتا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا۔

فصل نہم: اولیاء کی کرامتیں اولیاء کے تصرف بعد وصال بھی بدستور ہیں۔

قول (۸۴): امام نووی نے اقسام زیارت میں فرمایا: ایک زیارت بغرض حصول برکت ہوتی ہے، یہ مزارات [عہ] اولیاء کے لیے سنت ہے اور ان کے لیے. برزخ میں تصرفات وبرکات بے شمار ہیں **وستقف علٰی ذلك ان شاء اللہ تعالٰی** (ان شاء اللہ تعالٰی عنقریب اس سے اگاہی ہوگی۔ت)

قول (۸۵و۸۶): اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرمایا:

تفسیر کردہ است بیضاوی آیہ کریمہ والنازعات غرقًا الآیۃ رابصفات نفوس فاضلہ درحال مفارقت ازبدن کہ کشیدہ می شوند از ابدان و نشاط میکنند بسوئے عالم ملکوت وسیاحت میکنند دران پس سبقت میکنند بحظائر قدس پس می گردند بشرف وقوت ازمدبرات [3]۔	قاضی بیضاوی نے آیۃ کریمہ والنازعات غرقًا الخ کی تفسیر میں بتایا ہے کہ یہاں بدن سے جدائی کے وقت ارواح طیبہ کی جو صفات ہوتی ہے ان کا بیان ہے کہ وہ بدنوں سے نکالی جاتی ہیں اور عالم ملکوت کی طرف تیزی سے جاتی اور وہاں سیر کرتی ہیں پھر مقامات مقدس کی طرف سبقت کرتی ہیں اور قوت وشرف کے باعث مدبرات امر یعنی نظام عالم کی تدبیر کرنیوالوں سے ہوجاتی ہیں۔(ت)

قول (۸۷): علامہ نابلسی قدس سرہ، نے حدیقہ ندیہ میں فرمایا:

کرامات الاولیاء باقیة بعد موتھم ایضا ومن زعم خلاف ذلك فھو جاھل متعصب	اولیاء کی کرامتیں بعد انتقال بھی باقی ہیں جو اس کے خلاف زعم کرے وہ جاہل ہٹ دھرم ہے،

عہ: زیارت گاہی از جہت انتفاع بہ اہل قبور بود چنانکہ در زیارت قبور صالحین آثار آمدہ ۱۲ جذب القلوب	کبھی زیارت اہل قبور سے فائدہ اٹھانے کے لیے ہوتی ہے جیسا کہ قبور صالحین کی زیارت کے بارے میں ہیں احادیث آتی ہیں۔(ت)

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی زیارۃ القبور دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۶۲۰
[2] البنایۃ شرح الہدایۃ باب الجنائز مکتبہ امدادیہ مکۃ المکرمہ ۱/ ۱۰۷۳
[3] اشعۃ اللمعات باب حکم الاسراء مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۴۰۱

ولنا رسالة فی خصوص اثبات الکرامة بعد موت الولی[1] اھ ملخصًا۔	ہم نے ایک رسالہ خاص اسی امر کے ثبوت میں لکھا ہے اھ ملخصًا (ت)

قول (۸۸ و ۸۹): شیخ مشائخنا رئیس المدرسین بالبلد الامین مولٰنا جمال بن عبداللہ بن عمر مکی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اپنے فتاوٰی میں فرماتے ہیں:

قال العلامة الغنیمی وھو خاتمة محقق الحنفیة اذاکان مرجع الکرامات الی قدرة اللہ تعالٰی کما تقرر فلا فرق بین حیاتھم ومماتھم (الی ان قال) قد اتفقت کلمات علماء الاسلام قاطبةً علی ان معجزات نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا تحصر لان منھا ما اجرہ اللہ تعالٰی ویجریہ لاولیائه من الکرامات احیاءً وامواتًا الی یوم القیٰمة[2]۔	علّامہ غنیمی رحمہ اللہ تعالٰی نے کہ محققین حنفیّہ کے خاتم ہیں فرمایا جب ثابت ہوچکا کہ مرجع کرامات قدرت الٰہی کی طرف سے، تو اولیاء کی حیات و وفات میں کچھ فرق نہیں، تمام علماء اسلام ایک زبان فرماتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے معجزے محدود نہیں کہ حضور ہی کے معجزات سے ہیں وہ سب کرامتیں جو اولیائے زندہ و مُردہ سے جاری کیں اور قیامت تک ان سے جاری فرمائے گا۔

قول (۹۰): اس میں امام شیخ الاسلام شہاب رملی سے منقول ہوا:

معجزات الانبیاء وکرامات الاولیاء لاتنقطع بموتھم[3]۔	انبیاء کے معجزے اور اولیاء کی کرامتیں ان کے انتقال سے منقطع نہیں ہوتیں۔

قول (۹۱ و ۹۲): امام ابن الحاج مدخل میں، امام ابو عبداللہ بن نعمان کی کتاب مستطاب سفینۃ النجاء لاہل الالتجاء فی کرامات الشیخ ابی النجاء سے ناقل:

تحقق لذوی البصائر والاعتبار ان زیارة قبور الصالحین محبوبة لاجل التبرك مع الاعتبار فان برکة الصالحین جاریة بعد مماتھم کما کانت فی حیاتھم[4]۔	اہل بصیرت و اعتبار کے نزدیک محقق ہوچکا ہے کہ قبور صالحین بغرض تحصیل برکت و عبرت محبوب ہے کہ ان کی برکتیں جیسے زندگی میں جاری تھیں بعد وصال بھی جاری ہیں۔

[1] الحدیقۃ الندیہ اولھم آدم ابوالبشر نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۲۹۰
[2] فتاوٰی جمال بن عمر مکی
[3] فتاوٰی جمال بن عمر مکی
[4] المدخل فصل فی زیارۃ القبور دارالکتاب العربی بیروت ۱/ ۲۴۹

قول(۹۳): جامع البرکات میں ارشاد فرمایا:

اولیاء راکرامات وتصرفات دراکوان حاصل است وآن نیست مگر ا رواج ایشاں راچون ارواح باقی است بعد از ممات نیزباشد[1]۔	اولیاء کو کائنات میں کرامات وتصرفات کی قوت حاصل ہے اور یہ قوت ان کی روحوں کو ہی ملتی ہے تو روحیں جب بعد وفات بھی باقی رہتی ہیں تو یہ قوت بھی باقی رہتی ہے۔(ت)

قول(۹۴): کشف الغطاء میں ہے:

ارواح کمل کہ درحینِ حیات ایشاں بہ سبب قرب مکانت ومنزلت از رب العزت کرامات وتصرفات وامداد داشتند بعد از ممات چوں بہماں قرب باقیند نیز تصرفات دارند چنانچہ درحین تعلق بجسد داشتند یا بیشتر ازاں[2]۔	کاملین کی روحیں ان کی زندگی میں رب العزت سے قرب مرتبت کے باعث کرامات وتصرفات اور حاجتمندوں کی امداد فرمایا کرتی تھیں بعد وفات جب وہ ارواح شریفہ اسی قرب واعزاز کے ساتھ باقی ہیں تو اب بھی ان کے تصرفات ویسے ہی ہوتے ہیں جیسے جسم سے دنیاوی تعلق کے تھے یا اس سے بھی زیادہ۔(ت)

قول(۹۵و۹۶): شرح مشکوٰۃ میں فرمایا:

یکے از مشائخ عظام عـــہ۱ گفتہ است دیدم چہار کس راز مشائخ تصرف می کنند در قبور خود مانند تصرفہائے شاں درحیات خود یا بیشتر شیخ معروف و عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہما و دوکس عـــہ۲ دیگر راز اولیاء	ایک عظیم بزرگ فرماتے ہیں میں نے مشائخ میں سے چار حضرات کو دیکھا کہ اپنی قبروں میں رہ کر بھی ویسے ہی تصرف فرماتے ہیں جیسے حیات دنیا کے وقت فرماتے تھے یا اس سے بھی زیادہ (۱) شیخ معروف کرخی

عـــہ۱: یعنی سیدی علی قرشی قدس سرہ العزیز کما روی عنہ الامام نورالدین ابوالحسن علی فی بھجۃ الاسراء بسندہ ۱۲منہ(م) عـــہ۲: یعنی شیخ عقیل بسھی وحضرت شیخ حیاۃ ابن قیس الحرانی قدس اللہ تعالٰی اسرارہما کما فی البھجۃ ۱۲منہ(م)	یعنی سیدی علی قرشی قدس سرہ العزیز، جیسا کہ بہجۃ الاسرار میں ان سے نورالدین ابوالحسن علی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے ۱۲منہ(م) یعنی شیخ عقیل منبجی بسی اور شیخ حیات ابن قیس حرانی رحمہما اللہ تعالٰی، جیسا کہ بہجۃ الاسرار میں ہے ۱۲منہ(م)

[1] جامع البرکات

[2] کشف الغطاء فصل دہم زیارت القبور مطبع احمدی دہلی ص ۸۰

شمردہ و مقصود حصر نیست آنچہ خود دیدہ و یافتہ است [1]۔	(۲) سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہما، اور دو اولیاء اور کو شمار کیا (شیخ عقیل منبجی بسی اور شیخ حیاۃ ابن قیس حرانی رحمہما اللہ تعالٰی ان کا مقصد حصر نہیں بلکہ خود جو دیکھا اور مشاہدہ فرمایا وہ بیان کیا۔ ت)

فصل دہم: الحمد للہ برزخ میں بھی ان کا فیض جاری اور غلاموں کے ساتھ وہی شان امداد و یاری ہے۔

قول (۹۷): امام اجل عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ، الربانی میزان الشریعۃ الکبرٰی میں ارشاد فرماتے ہیں:

جمیع الائمۃ المجتھدین یشفعون فی اتباعھم ویلاحظونھم فی شدائھم فی الدنیا والبرزخ ویوم القیامۃ حتّٰی یجاوز الصراط [2]۔	تمام ائمہ مجتہدین اپنے پیرووں کی شفاعت کرتے ہیں اور دنیا و برزخ و قیامت ہر جگہ کی سختیوں میں ان پر نگاہ رکھتے ہیں یہاں تک کہ صراط سے پار ہو جائیں۔

اسی امام اجل نے اسی کتاب اجمل میں فرمایا:

قد ذکرنا فی کتاب الاجوبۃ عن ائمۃ الفقھاء و الصوفیۃ کلھم یشفعون فی مقلدیھم و یلاحظون احدھم عند طلوع روحہ وعند سوال منکر و نکیر لہ وعند النشر والحشر والحساب والمیزان و الصراط، والا یغفلون عنھم فی موقف من المواقف و لما مات شیخنا شیخ الاسلام الشیخ ناصرالدین اللقانی رآہ بعض الصالحین فی المنام فقال لہ مافعل اللہ بك فقال لما اجلسنی الملکان فی القبر لیسئلا فی اتاھم الامام مالك فقال مثل ھذا یحتاج الی سوال فی ایمانہ باللہ ورسولہ تنحیاعنہ فتحیا عنی اھ واذا کان مشائخ الصوفیۃ یلاحظون اتباعھم و مریدیھم	ہم نے کتاب الاجوبہ عن الفقہاء والصوفیہ میں ذکر کیا ہے کہ تمام ائمہ فقہاء وصوفیہ اپنے اپنے مقلدوں کی شفاعت کرتے ہیں اور جب ان کے مقلد کی روح نکلتی ہے، جب منکر نکیر اس سے سوال کو آتے ہیں، جب اس کا حشر ہوتا ہے، جب نامہ اعمال کھلتے ہیں، جب حساب لیا جاتا ہے، جب عمل تُلتے ہیں، جب صراط پر چلتا ہے، غرض ہر حال میں اس کی نگہبانی فرماتے ہیں اور کسی جگہ اس سے غافل نہیں ہوتے، ہمارے استاد شیخ الاسلام امام ناصرالدین لقانی مالکی رحمہ اللہ تعالٰی کا جب انتقال ہوا بعض صالحوں نے انھیں خواب میں دیکھا، پوچھا اللہ تعالٰی نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ کہا جب منکر نکیر نے مجھے سوال کے لئے بٹھایا امام مالک تشریف لائے اور ان سے فرمایا ایسا شخص بھی اس کی حاجت رکھتا ہے کہ اس سے خدا و رسول

[1] اشعۃ اللمعات باب زیارۃ القبور تیج کمار لکھنؤ ۱/ ۷۱۵

[2] المیزان الکبرٰی مقدمۃ الکتاب مصطفی البابی مصر ۱/ ۹

فی جمیع الاھوال والشدائد فی الدنیا و الاٰخرۃ فکیف بائمۃ المذھب الذین ھم أوتادالارض وارکان الدین وأمناء الشارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی امتہ رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین[1]۔	پر ایمان کے بارے میں سوال کیا جائے الگ ہو اس کے پاس سے، یہ فرماتے ہیں نکیرین مجھ سے الگ ہوگئے اور جب مشائخ کرام صوفیہ قدست اسرارہم ہول و سختی کے وقت دنیا وآخرت میں اپنے پیرووں اور مریدوں کا لحاظ رکھتے ہیں تو ان پیشوایانِ عذاب کا کہنا ہی کیا جو زمین کی میخیں ہیں اور دین کے ستون، اور شارع علیہ السلام کی اُمت پر اس کے امین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔

اللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد۔

حسبی من الخیرات ما اعددتہ ۔۔۔ یوم القیامۃ فی رضی الرحمٰن

دین النبی محمد خیرالورٰی ۔۔۔ ثم اعتقادی مذھب النعمٰن

وارادتی وعقیدتی ومحبتی ۔۔۔ للشیخ عبدالقادر الجیلانی

(میرے لیے نیکیوں سے وہ کافی ہے جو روز قیامت خوشنودی الٰہی کی راہ میں، میں نے تیار کر رکھا ہے۔ نبی اکرم، مخلوق میں سب سے افضل حضرت محمد مصطفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا دین پاک، پھر مذہب نعمان امام اعظم ابوحنیفہ پر اعتقاد، اور سیدی شیخ عبدالقادر جیلانی سے ارادت اور عقیدت ومحبت۔ ت)

وی بخاک رضا شدم گفتم ۔۔۔ کہ تو چونی کہ ماچناں شدہ ایم

ہمہ روز از غمت بفکر فضول ۔۔۔ ہمہ شب در خیال بیہدہ ایم

خبری گو بماز تلخی مرگ ۔۔۔ سنیّت را گدائے میکدہ ایم

شیر بودیم وشہد افروزند ۔۔۔ ماسراپا حلاوت آمدہ ایم

(ایک دن میں نے رضا خاکی خاک پر جاکر کہا تمھارا کیا حال ہے، ہمارا حال تو یہ ہے کہ دن رات تمھارے غم میں بیکار سوچتے اور فکر کرتے رہتے ہیں، بتاؤ کہ موت کی تلخی کا حال کیسا رہا؟ عرض کیا: یہ تلخ جام ہم نے تو کم ہی چکھا، قادریت ہمارا مشرب رہا اور سنیت ہمارا میکدہ۔ ہم دُودھ تھے ہی اس پر شہد کا اضافہ ہوا، ہم تو سراپا حلاوت نکلے۔ ت)

[1] المیزان الکبرٰی فصل فی بیان جملۃ من الامثلۃ المحسوسۃ مصطفی البابی مصر ۱/ ۵۳

تنبیہ نبیہ: ہاں مقلد ان ائمہ کو خوشی وشادمانی اور ان کے مخالفوں کو حسرت وپشیمانی، مگر حاش صرف فروع میں تقلید سے متبع نہیں ہوتا، پہلے مہم امر عقائد ہے جو اس میں ائمہ سلف کے خلاف ہو، توبہ، کہاں وہ اور کہاں اتباع، یوں تو بہتیر حنفیت جتاتے ہیں، بعض زیدیہ روافض شافعی کہلاتے ہیں، بہت مجسمہ موجہ حنبلی کہے جاتے، پھر کیا ارواح طیبہ حضرات عالیہ امام اعظم وامام شافعی وامام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہم ان سے خوش ہوں گے، **کلا واللہ!** ان گمراہوں کا انتساب ایسا ہے جیسے روافض اپنے آپ کو امامیہ کہتے ہیں، حالانکہ ان سے پہلے بیزار روح پاک ائمہ اطہار ہے رضوان اللہ تعالٰی علیہ اجمعین، یونہی نجد کے حنبلی، ہند کے حنفی جو مخترعانِ مذہب جدید ومتبعانِ قرنِ طرید ہوئے ہرگز حنبلی وحنفی نہیں بلکہ حَبَلی [عہ۱] وجنفی [عہ۲] ہیں،

فقیر غفراللہ تعالٰی لہ، نے اپنے قصیدہ **اکسیر اعظم** (۱۳۰۲ھ) کی شرح مجیر معظم (۱۳۰۳ھ) میں غلامان سرکار قادری کے فضائل اور ان کے لیے جو عظیم امیدیں لکھ کر گزارش کی:

امّاہوس کارانیکہ رنزد ایشاں اتباع ہوائے نفس کمالِ تصوف ورداحکام شرع تمغائے تعرف، مناہی وملاہی موصل الی اللہ وتباہی ودواہی ریاضت این راہ، روزہا دارند اما برگرد و نماز ہا گزارند بر معنی ترک کردن ونہ آنکہ ازینہا باکے دارند یا سرے خارند بلکہ فارغ زیند وحسابے ندارند وخود ازینہا چہ حکایت و ازبدعت چہ شکایت کہ متوران ایشاں ضروریاتِ دین راخلاف کنند وبدعوی اسلام برعقائد اسلام خندہ زنند من وخدائے من کہ ایناں نہ قادری باشند ونہ چشتی بلکہ غادری باشند وزشتی۔ سایہ مادور باد از مادور الخ اھ ملخصا	مگر وہ ہوس کار جن کے نزدیک ہوائے نفس کی پیروی کمال تصوف اور احکام شرع کو رَد کرنا تمغہ امتیاز، ممنوعات اور لہو کی چیزیں خدارسی کا ذریعہ، تباہی اور مصیبت کی چیزیں اس راہ کی ریاضت، روزے رکھیں مگر ذمہ میں رہیں، نمازیں پڑھیں مگر نہ پڑھنے کی طرح، اس پر بھی یہ نہیں کہ کچھ خوف یا فکر ہو بلکہ چین سے جیتے ہیں اور کوئی حساب نہیں رکھتے، ان کی کیا بات اور اس بد مذہبی کی کیا شکایت جبکہ ان کے بے باکوں کا حال یہ ہے کہ ضروریاتِ دین کا خلاف کریں اور اسلام کا دعوی کرکے عقائد السلام پر خندہ زن ہو، واللہ یہ نہ قادری ہیں نہ چشتی بلکہ غادری ہیں اور زِشتی، ان کا سایہ ہم سے دور ہو دور الخ ملخصًا (ت)

معہذا بالفرض اگر ایک فریق منکرین باعتبار فروع مقلدین سہی تاہم جب ان کے نزدیک ارواح گزشتگان

عہ۱: حَبَل بفتحتین بمعنی غضب ۱۲منہ (م)

عہ۲: جَنَف بفتحتین میل وجور ۱۲منہ (م)

مثل جماد اور محال امداد اور شرک استمداد، تو وہ اس قابل کہاں کہ ارواح ائمہ ان پر نظر فرمائیں، سنت الٰہیہ ہے کہ منکرین کو محروم رکھتے ہیں، اللہ تعالٰی حدیث قدسی میں فرماتا ہے:

انا عند ظن عبدی بی[1]۔ رواہ البخاری۔	میں بندہ سے وہ کرتا ہوں جو بندہ مجھ سے گمان رکھتا ہے۔ اسے بخاری نے روایت کیا۔

جب ان کے گمان میں امداد محال تو ان کے حق میں ایسا ہی ہوگا۔

گربہ تو حرام است حرامت بادا

سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حدیث متواتر میں فرماتے ہیں:

شفاعتی یوم القیٰمة حق فمن لم یؤمن بها لم یکن من اهلها[2]۔ رواہ ابن منیع عن زید بن ارقم وبضعة عشر من الصحابة رضوان اللہ تعالٰی اجمعین۔	میری شفاعت قیامت کے روز حق ہے جو اس پر ایمان نہ لائے گا اس کے اہل نہ ہوگا۔ (اسے ابن منیع نے حضرت زید بن ارقم اور تیرہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین سے روایت کیا۔ ت)

اللہ تعالٰی دنیا و آخرت میں ان کی شفاعتوں سے بہرہ مند فرمائے آمین اللّٰھم آمین۔

قول (۹۸ تا ۱۰۰): امام غزالی قدس سرہ العالی پھر شیخ محقق پھر شیخ الاسلام فرماتے ہیں:

واللفظ لشرح المشکوٰۃ حجۃ الاسلام امام غزالی گفتہ ہر کہ استمداد کردہ مے شود بوی در حیات استمداد مے شود بوی بعد از وفات[3]۔	الفاظ شرح مشکوٰۃ کے ہیں: حجۃ الاسلام امام غزالی فرماتے ہیں جس سے زندگی میں مدد مانگی جائے اس سے بعد وفات بھی مدد مانگی جائے۔ (ت)

قول (۱۰۱ و ۱۰۲): امام ابن حجر مکی پھر شیخ نے شروح مشکوٰۃ میں فرمایا:

صالحاں رامدد بلیغ است بہ زیارت کنند گانِ خود را بر اندازہ ادب ایشاں[4]۔	صالحین اپنے زائرین کے ادب کے مطابق ان کی بے پناہ مدد فرماتے ہیں۔ (ت)

[1] الصحیح للبخاری باب قول اللہ ویحذرکم اللہ نفسہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۱۰۱/۲

[2] جامع صغیری مع فیض القدیر حدیث ۴۸۹۶ دار المعرفۃ بیروت لبنان ۱۶۳/۴

[3] اشعۃ اللمعات باب زیارۃ القبور مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۷۱۵/۱

[4] اشعۃ اللمعات باب زیارۃ القبور مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۷۱۵/۱

قول (۱۰۳) : امام علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد میں اہلسنت کے نزدیک علم وادراک موتٰی کی تحقیق کرکے فرمایا:

ولهذا ينتفع بزيارة قبور الابرار والاستعانة من نفوس الاخيار [1] ۔	اسی لیے قبور اولیاء کی زیارت اور ارواح طیبہ سے استعانت نفع دیتی ہے۔

قول (۱۰۴و۱۰۵) : ردالمحتار میں امام غزالی سے ہے:

انهم متفاوتون فی القرب من الله تعالٰی ونفع الزائرين بحسب معارفهم واسرارهم [2] ۔	ارواح طیبہ اولیائے کرام کا حال یکساں نہیں بلکہ وہ متفاوت ہیں اللہ سے نزدیکی اور زائروں کو نفع دینے میں موافق اپنے معارف واسرار کے۔

قول (۱۰۶) : امام ابن حجر مکی مدخل میں فرماتے ہیں:

ان كانت الميّت المزار ممن ترجی برکته فیتوسل الى الله تعالٰی به. يبدأ بالتوسل الى الله تعالٰی بالنبی صلی الله تعالٰی عليه وسلم اذهو العمدة فی التوسل والاصل فی هذا كله والمشروع له. ثم يتوسل باهل تلك المقابر اعنی بالصالحين منهم فی قضاء حوائجه ومغفرة ذنوبه ويكثر التوسل بهم الى الله تعالٰی لانه سبحانه تعالٰی اجتباهم وشرّفهم وکرمهم فكما نفع بهم فی الدنيا ففی الأخرة اكثر فمن ارادحاجة فليذهب	یعنی اگر صاحب مزار ان لوگوں میں ہے جن سے امید برکت کی جاتی ہے تو اسے اللہ تعالٰی کی طرف وسیلہ کرے، پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے توسل کرے کہ حضور ہی توسل میں عمدہ اور ان سب باتوں میں اصل اور توسل کے مشروع فرمانے والے ہیں، صالحین اہل قبور سے اپنی حاجت روائی وبخشش گناہ میں توسل اور اس کی تکرار وکرامت بخشی تو جس طرح دنیا میں ان کی ذات سے نفع پہنچایا یونہی بعد انتقال اس سے زیادہ پہنچائے گا، تو جسے کوئی حاجت منظور ہوانکے مزارات عــہ پر حاضر

عــہ: قصد زیارت مقربان آں درگاہ ومنتسبان آں

اُس بارگارہ کے قُرب یافتہ اوراس جناب سے تعلق (باقی برصفحہ آئندہ)

[1] شرح المقاصد المبحث الرابع مدرک الجزئیات عندنا الخ دارالمعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۴۳

[2] ردالمحتار مطلب فی زیارۃ القبور ادارۃ الطباعۃ العربیہ مصر ۱/ ۲۰۴

اليهم ويتوسل بهم فانهم الواسطة بين الله تعالٰى وخلقه وقد تقرر فى الشرع وعلم ماللّٰه تعالٰى بهم من الاعتناء وذلك كثيرة مشهور، ومازال الناس من العلماء والاكابر كابرًا عن كابر مشرقا ومغربا يتبركون بزيارة قبورهم ويجدون بركة ذلك حسًا ومعنىً اھ[1] ملخصا	ہو اور ان سے توسل کرے کہ یہی واسطہ ہیں اللہ تعالٰی اور اس کی مخلوق میں، اور بیشک شرع میں مقرر و معلوم ہوچکا کہ اللہ تعالٰی کو ان پر کیسی عنایت ہے اور یہ خود بکثرت و شہرت ہے اور ہمیشہ علمائے اکابر خلف و سلف مشرق و مغرب میں ان کی زیارت قبور سے تبرک کرتے اور ظاہر و باطن میں اس کی برکتیں پاتے رہے ہیں اھ ملخصًا۔

قول (۱۰۷تا۱۰۹): اشعۃ میں فرمایا:

سیدی احمد بن زروق کہ از عاظم فقہاء وعلماء ومشائخ دیار مغرب است گفت روزے شیخ ابوالعباس حضرم از من پرسید امدادِ حی قوی ست یا امداد میّت قوی ست من گفتم قوی می گویند کہ امداد حی قوی تراست ومن می گویم کہ امداد میّت قوی تراست پس شیخ گفت نعم زیرا کہ وی در بساط است ودر حضرت اوست (قال) ونقل دریں معنی ازیں طائفہ بیشتر ازان ست کہ حصر واحصار کردہ شود یافتہ نمی شود در کتاب وسنت اقوالِ سلف صالح چیزے کہ منافی ومخالف	سیدی احمد بن زروق جو دیارِ مغرب کے عظیم ترین فقہاء اور علماء ومشائخ سے ہیں فرماتے ہیں کہ ایک دن شیخ ابوالعباس حضرمی نے مجھ سے پوچھا زندہ کی امداد قوی ہے یا وفات یافتہ کی؟ میں نے کہا کچھ لوگ زندہ کی امداد زیادہ قوی بتاتے ہیں اور میں کہتا ہوں کہ وفات یافتہ کی امداد زیادہ قوی ہے۔ اسی پر شیخ نے فرمایا: ہاں! اس لیے کہ وہ حق کے دربار اور اس کی بارگاہ میں حاضر ہے (فرمایا) اس مضمون کا کلام ان بزرگوں سے اتنا زیادہ منقول ہے کہ حد و شمار سے باہر ہے اور کتاب و

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) جناب واستفاضہ خیرات وبرکات ازایشاں نماید[2] موجب مزید خیر وزیارت ثواب خواہد بود والسلام ۱۲منہ جذب القلوب (م)	رکھنے والوں کی زیارت کا قصد کرے اور ان سے درخواست کرے کہ اپنی برکات وخیرات کا فیض عطا کریں یہ مزید خیر وخوبی اور ثواب میں زیادتی کا باعث ہوگا، والسلام ۱۲منہ جذب القلوب (ت)

[1] المدخل فصل فی زیارۃ القبور دارالکتاب العربی بیروت ۲۴۸/۱۔۲۴۹

[2] جذب القلوب باب دہ از دہم مکتبہ نعیمہ چوک دالگراں۔ لاہور ص ۱۳۸

ایں باشد ورد کند ایں را[1] الخ۔	سنت اور سلف صالحین کے اقوال میں ایسی کوئی بات موجود نہیں جو اس کے منافی و مخالف اور اسے رد کرنے والی ہو۔ الخ۔ (ت)

قول (۱۱۰): اسی میں ہے:

بسیارے رافیوض وفتوح ازارواح رسیدہ وایں طائفہ را در اصطلاح ایشاں اویسی خوانند[2]۔	بہت سے لوگوں کو فیض و کشف ارواح سے حاصل ہوا ہے اور اس جماعت کو ان کی اصطلاح میں اُوَیسی کہتے ہیں۔ (ت)

قول (۱۱۱و۱۱۲): شیخ الاسلام امام فخر الدین رازی سے ناقل:

چوں می آید زائر نزد قبر حاصل می شودا ورا تعلقے خاص بقبر چنانچہ نفس صاحب قبر راوبسبب ایں در تعلق حاصل مے شود میان ہر دو نفس ملاقات معنوی وعلاقہ مخصوص پس اگر نفس مزوری قوی تر باشد نفس زائر مستفیض مے شود واگر بر عکس بود بر عکس شود[3]۔	جب زائر قبر کے پاس آتا ہے تو اسے قبر سے اور ایسے ہی صاحب قبر کو اس سے ایک خاص تعلق حاصل ہوتا ہے اور ان دونوں تعلقات کی وجہ سے دونوں کے درمیان معنوی ملاقات اور ایک خاص ربط حاصل ہو جاتا ہے۔ اب اگر صاحب قبر زیادہ قوت والا ہے تو زائر مستفیض ہوتا ہے اور بر عکس ہے تو بر عکس ہوتا ہے۔ (ت)

قول (۱۱۳و۱۱۴): مولٰنا جامی قدس سرہ، السامی حضرت سیدی امام اجل علاء الدولہ سمنانی رحمۃ اللہ تعالٰی سے ناقل:

درویشے از شیخ سوال کرد کہ چوں بدن را درخاک ادراک نیست و در عالم ارواح حجاب نیست چہ احتیاج است بسر خاک رفتن۔ چہ دہر مقامیکہ توجہ کند بروح بزرگے ہماں باشد کہ بسر خاک شیخ فرمود فائدہ بسیار دارد یکے آنکہ چون بزیارت کسے مے رود چندانکہ می رود توجہ اوزیادہ می شود	ایک درویش نے شیخ سے سوال کیا کہ جب قبر کے اندر ادراک بدن کو نہیں بلکہ روح کو ہے اور عالم ارواح میں کوئی حجاب نہیں ہے تو قبر کے پاس جانے کی کیا ضرورت، جہاں سے بھی توجہ کرے بزرگ کی روح سے وہی فائدہ ہوگا جو قبر کے پاس ہوگا۔ شیخ نے فرمایا: اس میں بہت فوائد ہیں ایک یہ کہ جب آدمی کسی کی زیارت

[1] اشعۃ اللمعات باب زیارۃ القبور مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۱۶

[2] اشعۃ اللمعات باب زیارۃ القبور مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۱۶

[3] کشف الغطاء فصل دہم زیارت قبور مطبع احمدی دہلی ص ۷۰

چوں بہ سرخاک رسد بحس مشاہدہ کند خاک اور احس او نیز مشغول اومی شود بکلی متوجہ گردوفائدہ بیشتر باشد ودیگر آنکہ ہرچند ارواح راحجاب نیست وہمہ جہاں اوراایکے است اما بآں است اما بآں موضع تعلق بیشتر بود [1] اھ ملخصا	کو جاتا ہے تو جس قدر آگے بڑھتا ہے اس کی توجہ بڑھتی جاتی ہے، جب قبر کے پاس پہنچتا ہے تو حواس سے اس قبر کا ادراک اور مشاہدہ کرتا ہے اب اس کے حواس بھی اس کے ساتھ مشغول ہوجاتے ہیں اور وہ پورے ظاہر وباطن کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے جس کا فائدہ فزوں تر ہوجاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اگرچہ ارواح کے لیے حجاب نہیں ہے اور سارا جہان ان کے لیے ایک ہے مگر اس مقام سے تعلق زیادہ ہوتا ہے۔ اھ بہ تلخیص (ت)

قول (۱۱۵تا۱۱۶): سید جمال مکّی کے فتاوٰی میں امام شہاب الدین رملی سے منقول:

للانبیاء والرسل والاولیاء والصالحین اغاثه بعد موتهم [2]۔	انبیاء ورسل واولیاء وصالحین بعد رحلت بھی فریادرسی کرتے ہیں۔

فصل یازدہم: تصریحات علماء میں کہ سلام قبور دلیل قطع سماع وفہم وعلم وشعور ہے۔

قول (۱۱۷): امام عزالدین بن عبدالسلام اپنی امالی میں فرماتے ہیں:

لانا امرنا بالسلام علی القبور ولولان الارواح تدرك كان فيه فائدة [3]۔	ہمیں حکم ہوا کہ قبور پر سلام کریں اگر روحیں سمجھتی نہ ہوتیں تو بیشک اس میں کچھ فائدہ نہ ہوتا۔

قول (۱۱۸): امام ابوعمر ابن عبدالبر نے فرمایا:

احادیث زیارة القبور والسلام علیها وخطابهم مخاطبة الحاضر العاقل دالة علی ذلک [4] اھ ملخصا۔	زیارت قبور اور ان پر سلام اور ان سے حاضر عاقل کی طرح خطاب کی حدیثیں اس پر دلیل ہیں اھ ملخصا

قول (۱۱۹): شرح الصدور میں مثل قولین سابقین منقول:

قد شرح صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لامته ان یسلموا علی اهل القبور سلام من یخاطبونه	بیشک نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی امت کے لیے اہل قبور پر ایسا مشروع فرمایا ہے جیسے سننے

---

[1] نفحات الانس ترجمہ ابوالمکارم رکن الدین علاء الدین السمنانی مہدی توحیدی پور طہران ص ۴۴۰

[2] فتاوٰی جمال بن عمر مکی

[3] شرح الصدور بحوالہ عزالدین ابن عبدالسلام باب مقرالارواح خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۰۳

[4] شرح الصدور حوالہ ابن عبدالبر باب مقرالارواح خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۰

من یسمع و یعقل [1]۔	سمجھنے والوں سے خطاب کرتے ہیں۔

قول (۱۲۰): امام علامہ نووی منہاج میں امام قاضی عیاض کا قول در بارہئ وسماع موتٰی نقل کرکے فرماتے ہیں:

هوالظاهر المختار الذی یقتضیه احادیث السلام علی القبور [2]۔	یہی ظاہر ومختار ہے جسے سلام قبور کی حدیثیں اقتضاء کرتی ہے۔

قول (۱۲۱): علامہ مناوی نے اسی امر پر دلیل یوں نقل فرمائی ہے: **فان السلام علی من لایشعر محال** [3] کہ جو نہ سمجھے اس پر سلام اصلاً معقول نہیں۔

قول (۱۲۲): شیخ محقق مدارج النبوۃ میں سلام اموات کو حدیث سے نقل کرکے فرماتے ہیں:

خطاب باکسیکہ نہ شنود ونہ فہمد معقول نیست، ونزدیک ست کہ شمار کردہ شود از قبیلہ عبث چنانچہ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ گفت [4]۔	جو نہ سنے نہ سمجھے اس سے خطاب معقول نہیں اور قریب ہے کہ عبث کے دائرے میں شمار ہو جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا۔ (ت)

قول (۱۲۳) مولانا علی قاری شرح اللباب میں در بارہ سلام زیارت میں فرماتے ہیں:

من غیر رفع صوت ولا اخفاء بالمرة لفوت الاسماع الذی هو السنة [5]۔	نہ بلند آواز سے ہو نہ بالکل آہستہ جس میں سنانا کہ سنت ہے فوت ہوجائے۔

فصل دوازدہم: اہل قبور سے سوائے سلام اور انواع خطاب وکلام میں،

قول (۱۲۴ تا ۱۲۷): منسک متوسط ومسلک متقسط واختیار شرح مختار وفتاوٰی عالمگیری میں ہے: **واللفظ للاخیرین فانه ابسط** (الفاظ اخیرین کے ہیں اس لیے کہ یہ زیادہ مبسوط ہیں۔ت) کہ بعد زیارت سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہاتھ بھر ہٹ کر سرِ اقدس صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مقابل ہو اور بعد سلام عرض کرے:

جزاك الله عنا افضل ماجزی اماما عن امة	آپ کو اللہ تعالٰی ہم سے جزاو عوض نیک دے بہتر

---

[1] شرح الصدور باب زیارۃ القبور خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۹۴

[2] منہاج للنووی شرح صحیح مسلم مع مسلم باب عرض مقعد المیّت من الجنۃ والنار الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۸۷

[3] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت من زار قبر ابویہ الخ مکتبۃ الامام شافعی الریاض السعودیہ ۲/ ۴۲۰

[4] مدارج النبوۃ فصل در سماعت میّت نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۹۵

[5] مسلک متقسط مع ارشاد الساری باب زیارۃ سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دار الکتاب العربی بیروت ص ۳۳۸

نبیه ولقد خلقته باحسن خلف وسلك طریقة ومنهاجه خیرمسلك وقالت اهل الردة والبدع ومهدت الاسلام و وصلت الارحام ولم تزل قائلا للحق ناصرا لاهله حتی اتاك الیقین[1]۔	اس عوض کا جو کسی کو اس کے نبی کی امت سے عطا فرمایا ہو بیشک آپ نے بہترین خلافت سے نبیؐ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نیاحت کی اور بہترین روش سے حضور کی راہ وطریقہ پر چلے، آپ نے اہل ارتداد وبدعت سے قتال کیا، آپ نے اسلام کو اراستگی دی، آپ نے صلہ رحم فرمایا، آپ ہمیشہ حق گو اور اہل حق کے ناصر رہے یہاں تک کہ آپ کو موت آئی۔

پھر ہٹ کر قبر مبارک حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے محاذی ہو اور بعد سلام عرض کرے۔

جزاك الله عنا افضل الجزاء ورضی عمن استخلفك فقد نصرت للاسلام والمسلمین حیًا ومیّتًا فكفلت الایتام و وصلت الارحام وقوی بك الاسلام و كنت للمسلمین اماما مرضیا وهادیا مهدیا جمعت شملهم واغنیت فقیرهم وجبرت كسیرهم[2]۔	اللہ تعالٰی نے آپ کو بہتر بدلہ دے اور ان سے راضی ہو جنھوں نے آپ کو خلیفہ کیا یعنی صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ آپ نے اپنی زندگی اور موت دونوں حال میں اسلام و مسلمین کی مدد فرمائی، آپ نے یتیموں کی کفالت اور رحم کا صلہ کیا۔ اسلام نے آپ سے قوت پائی، آپ مسلمانوں کے پسندیدہ پیشوا اور رہنما راہ یاب ہوئے آپ نے ان کا جتھا باندھا اور ان کے محتاجوں کو غنی کردیا اور ان کی شکستہ دلی دُور فرمائی۔

اسی طرح کتب مناسک میں بہت تصریحیں اس کی ملیں گی۔

قول (۱۲۸تا ۱۳۰): امام خطابی نے دربارہ تلقین فرمایا:

لاباس به اذلیس فیه الاذکر الله تعالٰی و عرض الاعتقاد علی المیّت (الی قوله) وکل ذٰلك حسن، نقله القاری فی المرقاة[3]۔	اس میں کچھ حرج نہیں کہ وہ ہے کیا مگر اللہ تعالٰی کی یاد اور میّت پر عرض اعتقاد۔ یہ سب خوب ہیں (اسے ملا علی قاری نے مرقاۃ میں نقل کیا۔ ت)

بعینہٖ اسی طرح ذیل مجمع البحار[4] میں مذکور۔

[1] فتاوٰی ہندیہ مطلب زیارۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۶۶
[2] فتاوٰی ہندیہ مطلب زیارۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۶۶
[3] مرقاۃ المفاتیح بحوالہ الخطابی باب اثبات عذاب القبر حدیث ۱۳۳ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۱/۳۵۶
[4] تکملہ مجمع البحار تحت لفظ ثبت منشی نولکشور لکھنؤ ص ۲۵

وحسبنا الله العزیز الغفور وصلی الله تعالٰی علٰی سیدنا ومولانا محمد واٰله وصحبه الٰی یوم النشور۔	ہمیں عزت ومغفرت والا خدا کافی ہے اور اللہ تعالٰی ہمارے آقا ومولا حضرت محمد اور ان کی آل واصحاب پر تا حشر درود وحمت بھیجے۔ (ت)

فصل سیز دہم: بعد دفن میّت کو تلقین اور اسے عقائدِ اسلام یاد دلانے میں، یہ فصل فصل دواز دہم کی ایک صنف ہے کہ اس میں بھی میّت سے سوائے سلام اور قسم کا خطاب وکلام ہے **کما لا یخفی** (جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ ت) میں یہاں صرف علمائے حنفیّہ کے اقوال شمار کروں گا کہ شافعیہ تو قاطبۃً قائل تلقین ہیں **الا من شاء الله**۔

قول (۱۳۱ تا ۱۳۳): امام زاہد صفار نے کتاب مستطاب تلخیص الادلہ میں تصریح فرمائی کہ تلقین موتٰی مسلک اہلسنت ہے اور منع تلقین مذہب معتزلہ پر مبنی کہ وہ میّت کو جماد مانتے ہیں، امام حاکم شہید نے کافی اور امام خبازی نے خبازیہ میں ان سے نقل فرمایا:

ان هذا (ای منع التلقین) علی مذهب المعتزلة لان الاحیاء بعد الموت عندهم مستحیل. اما عند اهل السنه فالحدیث ای لقنوا اتاکم لا اله الا الله محمد علی حقیقة۔ لان الله تعالٰی یحییه علی ماجائت به الاثار وقدروی عنه علیه الصلوة والسلام انه امر بالتلقین بعدا لدفن [1] الخ ذکره فی ردالمحتار عن معراج الدارية۔	تلقین سے ممانعت معتزلہ کا مذہب ہے اس لیے کہ موت کے بعد زندہ کرنا ان کے نزدیک محال ہے لیکن اہلسنت کے نزدیک حدیث تلقین (اپنے مردوں کو لا اله الا الله سکھاؤ) اپنے حقیقی معنی پر محمول ہے اس لیے کہ اللہ تعالٰی مُردے کو زندہ فرمادیتا ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے یہ بھی مروی ہے کہ سرکار نے دفن کے بعد تلقین کا حکم دیا الخ۔ اسے ردالمحتار میں معراج الدرایہ کے حوالے سے ذکر کیا۔ (ت)

قول (۱۳۴ تا ۱۳۵): درمختار میں جوہرہ نیرہ سے ہے: **انه مشروع عند اهل السنة** [2] بیشک تلقین اہل سنت کے نزدیک مشروع ہے۔

قول (۱۳۶): نہایہ شرح ہدایہ میں ہے:

---

[1] ردالمحتار بحوالہ الخبازیۃ مطلب فی تلقین بعد الموت ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۵۷۱

[2] درمختار باب صلٰوۃ الجنازۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۹

کیف لایفعل وقدروی عنه علیه الصلٰوۃ و السلام انه امر بالتلقین بعد دفن [1]۔	تلقین کیونکر نہ کی جائے گی حالانکہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مروی ہوا، حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بعد دفن تلقین کاحکم دیا۔

اور ان کا قول فصل ہشتم میں گزرا کہ اہلسنت کے نزدیک تلقین اپنی حقیقت پر ہے۔

قول (۱۳۷و۱۳۸): امام اجل شمس الائمہ حلوانی نے فرمایا:

لایومربه ولاینهی عنه [2]۔ نقله فی النهایة وغیرہا۔	تلقین کاحکم نہ دیں نہ اس سے منع کریں، اسے نہایہ وغیرہ میں نقل کیا۔ت)

حلیہ میں اسے نقل کرکے فرمایا: ظاهرہ انه یباح [3] اس قول سے ظاہر اباحت ہے۔

قول (۱۳۹): امام فقیہ النفس قاضی خاں نے فرمایا:

ان کان التلقین لاینفع لایضر ایضا فیجوز [4]۔ اثرہ المذکوران۔	تلقین میں اگر کوئی نفع نہ ہو تو ضرر بھی نہیں پس جائز ہوگی، (اسے دونوں مذکور حضرات نے ذکر کیا ہے)

اور ظاہر ہے کہ نفی نفع بر سبیل تنزل ہے۔

قول (۱۴۰تا۱۴۳): صاحب غیاث فرماتے ہیں:

انی سمعت استاذی قاضی خان انه یحکی عن الامام ظهیر الدین انه لقن بعض الائمة و اوصانی بتلقینه فلقنته فیجوز [5]۔ نقله فی شرح النقایة۔	میں نے اپنے استاذ قاضی خاں کو سنا کہ اماا جل ظہیر الدین مرغینانی سے حکایت فرماتے تھے بعض ائمہ نے تلقین فرمائی اور مجھے اپنی تلقین کرنے کی وصیت کی تو میں نے انھیں تلقین کی، پس جواز ثابت ہوا۔(اسے شرح نقایہ میں نقل کیا۔ت)

[1] البدایہ فی شرح الہدایہ باب الجنائز المکتبہ الامدادیہ فیصل آباد جلد اول جز ثانی ص ۱۰۷۳

[2] البدایہ فی شرح الہدایہ بحوالہ الحلوانی المکتبہ الامدادیہ فیصل آباد جلد اول جز ثانی ص ۱۰۷۳

[3] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[4] البدایۃ فی شرح الہدایۃ بحوالہ قاضی خاں المکتبۃ الامدادیہ فیصل آباد جلد اول جزء ثانی ص ۱۰۷۳

[5] جامع الرموز فصل فی الجنائز مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۲۷۸

اسی طرح صاحب حقائق نے بتصریح عـــہ اس کے کہ یہ تلقین بعد دفن تھی، صاحب غیاث سے نقل کیا کما فی الحلیۃ (جیسا کہ حلیہ میں ہے۔ ت) امام ابن امیر الحاج عبارت حقائق لکھ کر فرماتے ہیں: **یفیدون فعلہ راجح علی ترکہ**[1]۔ یہ کلام استحباب تلقین کا مفید ہے۔ پھر اس پر حدیث سے دلیل ذکر کرکے ائمہ محدثین امام ابو عمرو بن الصلاح وغیرہ سے اس کا بوجہ شواہد و عمل قدیم علمائے شام قوت پانا نقل کرتے ہیں کما فی المقصد الثانی (جیسا کہ ہم نے اسے مقصد دوم میں پیش کیا۔ ت) **قول (۱۴۴و۱۴۵)**: مضمرات میں ہے:

نحن نعمل بھما عندالموت وعند الدفن[2]۔ نقلہ فی الھندیۃ۔	ہم دونوں تلقینوں پر عمل کرتے ہیں وقت نزع بھی اور وقت دفن بھی، اسے ہندیہ میں نقل کیا گیا۔ ت)

قول (۱۴۶): ذیل مجمع البحار میں ہے: **اتفق کثیر علی التلقین**[3] بہت علماء کا تلقین پر اتفاق ہے۔

قول (۱۴۷): نورالایضاح میں ہے: **تلقینہ فی القبر مشروع**[4] مُردے کو تلقین کرنا مشروع ہے۔

قول (۱۴۸و۱۴۹): علامہ طحطاوی حاشیہ درمختار میں کتاب التجنیس والمزید سے ناقل: **التلقین بعد الموت فعلہ مشائخنا**[5] ہمارے بعض مشائخ نے موت کے بعد تلقین فرمائی ہے۔

قول (۱۵۰و۱۵۲): جامع الرموز میں جواہر سے منقول:

سئل القاضی مجدالدین الکرمانی عنہ قال ما راہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن و روی فی ذلک الحدیثن[6]۔	قاضی مجدالدین کرمانی سے دربارۂ تلقین سوال ہوا، فرمایا جو بات مسلمان اچھی سمجھیں خدا کے نزدیک اچھی ہے۔ اور اس بارے میں دو حدیثیں روایت کیں۔

عـــہ: یہ معنی خود لفظ اوصانی سے مستفاد مگر اس میں صریح تر ہے کہ **لقن بعض الائمۃ بعد دفنہ واوصانی بتلقینہ فلقنتہ بعد مادفن**[7] ۱۲منہ (بعض ائمہ نے بعد دفن میّت کو تلقین فرمائی اور مجھے میّت کو تلقین کرنے کی وصیت کی تو میں نے بعد از دفن میّت کو تلقین کی ۱۲ منہ (ت)

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ المضمرات الباب الحادی والعشرون فی الجنائز نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۵۷

[3] تکملہ مجمع بحارالانوار تحت لفظ ثبت نولکشور لکھنؤ ص ۲۵

[4] نورالایضاح باب احکام الجنائز مطبع علیمی لاہور ص ۵۴

[5] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار باب صلوٰۃ الجنائز دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۳۶۴

[6] جامع الرموز فصل فی الجنائز مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۲۷۹

[7] حاشیۃ الشلبی علی التبیین بحوالہ الحقائق باب الجنائز مطبعہ کبرٰی بولاق مصر ۱/ ۲۳۴

قول (۱۵۳): طحطاوی حاشیہ مراقی میں علامہ حلبی سے منقول:

کیف لایفعل مع انه لاضرر فیه بل فیه نفع للمیّت[1]۔	تلقین کیونکرنہ کی جائے گی حالانکہ اس میں کوئی نقصان نہیں بلکہ میّت کا فائدہ ہے۔

قول (۱۵۴): کشف الغطاء میں ہے: بالجملہ بمقتضائے مذہب اہل سنت وجماعت تلقین مناسب پھر امام صفار کا ارشاد کہ:

سزاوار آن ست کہ تلقین کردہ شود میّت. برمذہب امام اعظم وہر کہ تلقین نمی کند ونمے گوید بآن پس اوبر مذہب اعتزال ست کہ گویند میّت جماد محض است و روح در قبر معاد نمی شود۔	مذہب امام اعظم میں میّت کو تلقین مناسب ہے اور جو تلقین کا تارک اور منکر ہے وہ معتزلہ کا مذہب رکھتا ہے جو میّت کو جماد محض کہتے ہیں، اور قبر میں پھر روح کا اعادہ نہیں مانتے۔ (ت)

نقل کرکے فرمایا:

وانچہ درکافی گفت کہ اگر مسلمان مُردہ است، محتاج نیست بہ سوئے تلقین وے بعد از موت وگرنہ فائدہ نمی کند ناتمام است چہ باوجود اسلام احتیاج بسوئے تلقین برائے ثابت داشتن دل باقی ست چنانچہ درحدیث آمدہ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعد از دفن فرمودی استغفار کنید برا درخود را و سوال کنید برائے وے تثبت رابدرستیکہ الآن سوال کردہ مے شود ازوے[2] الٰی اخرہ۔	وہ جو کافی میں کہا کہ "اگر بحالت اسلام مرا ہے تو وہ موت کے بعد تلقین کا محتاج نہیں، اور اگر ایسا نہیں تو تلقین بے سود ہے" ناتمام ہے اس لیے کہ اسلام کے باوجود، دل کو ثابت رکھنے کے لیے تلقین کی حاجت ثابت ہے، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دفن کے بعد فرماتے اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور اس کے لیے ثابت قدمی کی دعا کرو کہ اس وقت اس سے سوال ہورہا ہے۔ الخ (ت)

قول (۱۵۵و ۱۵۶): علامہ زیلعی نے تبیین الحقائق میں درباره تلقین پہلے استحباب پھر جواز پھر منع تینوں قول نقل کرکے استحباب پر دلیل قائم کی اور بے شک تعلیل، دلیل اختیار و تعویل ہے، علامہ حامد آفندی نے مغنی المستفتی عن سوال المفتی میں فرمایا: **هو المرجح اذا هو المحلی بالتعلیل**[3] (اس کی

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب احکام الجنائز نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۰۶

[2] کشف الغطاء

[3] مغنی المستفتی عن سوال المفتی

علت بیان کی گئی ہے لہٰذا اسی کو ترجیح ہے۔ت) ولہٰذا علامہ شامی آفندی تبیین کا یہ کلام نقل کرکے فرماتے ہیں: **ظاھر استدلالہ للاول اختیارہ**[1] یعنی قول استحباب پر دلیل قائم کرنے سے ظاہر یہی ہے کہ امام زیلعی اسی کو مذہب مختار جانتے ہیں اور خود علامہ شامی کا کلام اختیار جواز واستحباب پر دلیل ہے کہ معراج الدرایہ سے عدم تلقین کا ظاہر الروایۃ ہونا نقل کرکے پھر اسی معراج سے بحوالہ کافی وخبازیہ امام صفار کا وہ ارشاد نقل کیا پھر فتح کا حوالہ دیا کہ انھوں نے حدیث تلقین کو اپنی حقیقت پر محمول کرنے کی بہت تائید فرمائی، پھر غنیہ سے تائید لائے کہ حدیث میں تجوز ہے مگر تلقین سے منع نہ کریں گے کہ میّت کو مفید ہے، پھر زیلعی کے کلام سے یوں استظہار کیا اور شارح نے جو مشروعیتِ تلقین کو قول اہلسنت کہا اسے مقرر ومسلم رکھا، **واللہ تعالٰی اعلم**

نکتہ جلیلہ تتمیم کلام وازالہ اوہام میں

اقول: وباللہ التوفیق وبہ الوصول الٰی ذری التحقیق، طائفہ جدیدہ ان اقول کے مقابل براہ تلبیس ومغالطہ منع تلقین کے اقوال پیش کردیتے ہیں، حالانکہ یہ محض جہالت بے مزہ ہے، ہم یہاں نفس مسئلہ تلقین کی بحث میں نہیں ہیں بلکہ غرض یہ ہے کہ ان علمائے مجوزین نے ادراک وسمع موتٰی مانا، اور یہ امر اقوال مذکورہ سے یقینا ثابت، ذرا آنکھیں مل کر دیکھیں کہ ائمہ نے کیا چیز جائز مانی، تلقین میّت۔ پھر یہ سیکھیں کہ تلقین کے معنی کیا ہیں، تفہیم وتذکیر یعنی سمجھانا اور یاد دلانا **کما فی حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی** (جیسا کہ حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی الفلاح میں ہے۔ت) پھر کسی ذی عقل سے پوچھیں کہ تفہیم وتذکیر جماد ودیوار کو ہوتی ہے یا سامع فہیم وہوشیار کو؟ حاشا وکلّا ہر سمجھ والا بچہ جانتا ہے کہ سمجھانا اور یاد دلانا ہرگز متصور نہیں جب تک مخاطب سنتا سمجھتا نہ ہو اور جس کے اعتقاد میں ہو کہ مخاطب نہ عقل وفہم رکھتا ہے نہ میرا کہا سنے، پھر اس کے آگے بقصد تفہیم وتذکیر بات کرے وہ قطعًا مجنون ودیوانہ ہوگا لہٰذا یقینا واجب کہ جو ائمہ وعلماء استحباب، خواہ جواز تلقین کے قائل ہوئے انھوں نے بلاشبہ اموات کو بعد دفن بھی کلام احیاء سننے والا مانا اور اسی قدر مقصود تھا بخلاف اقوال منع کہ وہ نہار نہ مخالف کو مفید نہ ہمیں مضر کہ ترک تلقین کی علت کچھ انکار فہم وسماع ہی میں منحصر نہیں جس سے خواہی نخواہی سمجھا جائے کہ جو تلقین نہیں مانتا وہ میّت کو سمیع وفہیم بھی نہیں جانتا، کیا ممکن نہیں کہ اس کی وجہ بعض کے نزدیک عدم ثبوت ہو، جیسا کہ حلیہ میں ہے:

[1] ردالمحتار مطلب فی التلقین بعد الموت ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۵۷۱

نص الشیخ عزالدین بن عبدالسلام علٰی انہ بدعۃ[1]۔	شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے اس کے بدعت ہونے پر نص کی ہے۔(ت)

دیکھو امام عزالدین شافعی اس وجہ سے قائل تلقین نہ ہوئے کہ ان کے نزدیک بدعت تھی، حالانکہ یہ وہی امام عزالدین ہیں جن کا ارشاد قول ۱۷میں گزرا کہ مُردے ہمارا کلام نہ سمجھتے ہوتے تو سلام قبور محض لغو تھا۔ یوں ہی کیا ممکن نہیں کہ وجہ ان کی رائے میں عدم فائدہ ہوں بایں معنی کہ مُردہ باایمان گیا، تو خود رحمت الٰہی اسے بس ہے۔ وہ بتوفیق ربانی آپ ہی صحیح جواب دے گا۔

قال اللہ تعالٰی یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ[2]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: اللہ ثابت رکھتا ہے ایمان والوں کو حق بات پر دنیا کی زندگی میں اور اخرت میں (ت)

اور جو عیاذ باللہ نوع دیگر ہے اسے لاکھ تلقین کیجئے کیا فائدہ! دیکھو امام حافظ الدین نسفی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے کافی شرح وافی میں انکار تلقین اسی پر مبنٰی کیا۔

حیث قال ولقن الشھادۃ لقولہ علیہ الصلٰوۃ والسلام لقنوا موتاکم شھادۃ ان لا الہ الا اللہ وارید بہ من قرب من الموت وقیل ھو مجریً علٰی حقیقتہ وھو قول الشافعی لانہ تعالٰی یحییہ وقد روی انہ علیہ السلام امر بتلقین المیّت بعد دفنہ و زعموا انہ مذھب اھل السنۃ والاول مذھب المعتزلہ الا ان نقول لافائدۃ بالتلقین بعد الموت لانہ مات مومنا فلاحاجۃ الیہ وان مات کافرا فلا یفید التلقین[3] اھ ببعض تلخیص۔	ان کی عبارت یہ ہے: وقت نزع شہادت یاد دلائے اس لیے کہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کا فرمان ہے اپنے مردوں کو کلمہ شہادت کی تلقین کرو۔ اس سے مراد وہ ہیں جو قریب الموت ہوں، اور کہا گیا کہ یہ اپنے حقیقی معنٰی میں ہے۔ یہی امام شافعی کا قول ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالٰی اسے زندہ کردے گا، اور مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دفن کے بعد تلقین کا حکم دیا، لوگ کہتے ہیں کہ یہ مذہب اہلسنت ہے اور اول معتزلہ کا مذہب ہے۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ موت کے بعد تلقین کا کوئی فائدہ نہیں، اس لیے کہ اگر بحالتِ ایمان مرا ہے تو تلقین کی کوئی ضرورت نہیں اور اگر کافر مرا ہے تو تلقین کارگر نہ ہوگی، اھ (ختم قدرے تلخیص کے ساتھ)۔ (ت)

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] القرآن ۱۴/ ۲۷

[3] کافی شرح وافی

اگرچہ علماء نے اس شبہہ کا جواب کافی دے دیا کہ ہم شق اول یعنی موت علی ایمان اختیار کرتے ہیں، اور یہ کہنا کہ اب حاجت نہیں غیر مسلم کہ وہ وقت ہول و دہشت کا ہے ہماری تذکیر اور خدا کے ذکر سے دل میّت کا قوی ہوگا، ڈھارس بندھے گی، وحشت گھٹے گی،

قال اللہ تعالٰی اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىٕنُّ الْقُلُوْبُ ﴿۲۸﴾ [1]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: سن لو خدا کی یاد سے ٹھہر جاتے ہیں دل۔

اسی لیے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعد دفن حکم دیتے میّت کے لیے خدا سے تثبت مانگو کہ اب اس سے سوال ہوگا[2]۔ کما مر فی المقصد الاول (جیسا کہ مقصد اول میں گزرا۔ ت) شیخ الاسلام کا کلام قول ۱۵۴ میں سن چکے اور علامہ شرنبلالی مراقی الفلاح میں فرماتے ہیں:

(نفی صاحب الکافی فائدۃ مطلقا ممنوع) بان فیه فائدۃ التثبیت للجنان) نعم الفائدۃ الاصلیۃ (و ھی تحصیل الایمان فی ھذا الوقت) منتفیۃ ویحتاج الیه لتثبیت الجنان للسوال فی القبر[3] اھ موضحًا بحاشیۃ الطحطاوی۔	صاحب کافی کا مطلقًا فائدے سے انکار ہمیں تسلیم نہیں (کیونکہ اس میں دل کو ٹھہرانے اور ثبات دینے کا فائدہ ہے) ہاں فائدہ اصلیہ (اس وقت اُسے ایمان بخشنا) نہیں اور تلقین کی ضرورت قبر میں سوال کے وقت دل کی تقویت اور ثبات کے لیے ہے اھ (عبارت مراقی ختم حاشیہ الطحطاوی سے توضیح کے ساتھ) (ت)

علامہ ابراہیم حلبی کا جواب اسی مقصد میں گزرا کہ تلقین میں میّت کا فائدہ ہے کہ ذکر خدا سے اس کا جی بہلے گا، فقیر کہتا ہے غفر اللہ تعالٰی اگر عدم فائدہ میں ایسی ہی تقریر کریں تو دعاء و دوا تمام کارخانہ اسباب سب مہمل و معطل رہ جائے کہ تقدیر الٰہی میں حصول مراد ہے تو آپ ہی ملے گی ورنہ کیا حاصل، غرض جب واضح و بین کہ تلقین بے فہم و سماع میّت کے محال اور اس کا انکار کچھ نفی سماع میں منحصر نہیں تو یقینا ثابت کہ اقوال جواز ہمارے مذہب پر دلائل ساطع اور اقوال ترک و منع اصلاً مضر نہیں پھر ان کے مقابل ان کا پیش کرنا کیا کہا جائے کہ کس درجہ کی سفاہت ہے اور یہ قدیم چالاکی ان حضرات کی ہے جہاں کسی امر کے اثبات کو بعض علماء کے وہ اقوال جن کا مبنٰی اس امر کا ماننا ہو پیش کیجئے اور وہ مسئلہ مختلف فیہا ہو تو فورًا دوسری طرف کے قول نقل کر لائیں گے، یہ نہیں دیکھتے کہ

[1] القرآن ۲۸/۱۳

[2] مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ ابی داؤد باب اثبات عذاب القبر مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۶

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب احکام الجنائز نور محمد اصح کارخانہ کتب کراچی ص ۳۰۷

محل نزاع کیا تھا اور موضع استدلال کون سا مقدمہ ہے، کہا تو یہ تھا کہ امر ثابت ہے ولہذا فلاں فلاں ائمہ نے اس بات پر فلاں بات مبنی کی، اس کا یہ کیا جواب ہوگا کہ فلاں فلاں نے وہ بنانہ مانی کیا انکار بنا انکار مبنی کو مستلزم ہوتا ہے، واقعی سلامت عقل عجب دولت ہے جسے خدا دے وباللہ التوفیق، یہ نکتہ واجب الحفظ ہے کہ اس سے مخالفین کی بہت چالاکیوں کا حال کُھلتا ہے۔ واللہ الھادی۔

فائدہ جمیلہ تنقیح مسئلہ تلقین میں

اقول: وباللہ استعین۔ نفس مبحث تلقین کی نسبت استطرادًا اتنی بات سمجھ لیجئے کہ ظاہر الروایۃ میں اگر لایلقن یا غیر مشروع آیا بھی ہو تو وہ ممانعت وعدم جواز کے لیے متعین نہیں۔ آخر نہ سنا کہ امام مجتہدین برہان الدین محمود نے ذخیرہ میں بروایت امام محرر المذہب حضرت محمد بن الحسن امام الائمہ مالک الازمہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہم سے نقل کیا کہ سجدہ شکر مشروع نہیں۔ اور علماء نے اس کے معنٰی عدم وجوب لیے، اشباہ میں ہے:

سجدۃ الشکر جائزۃ عند ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ لاواجبۃ وھو معنی ماروی عنہ انھا لیست مشروعۃ ای وجوبًا [1] اھ واقرہ علیہ العلامۃ السید الحموی فی غمز العیون والسیدان الفاضلان احمد الطحطاوی و محمد الشامی فی حواشی الدر۔	امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے نزدیک سجدہ شکر جائز ہے واجب نہیں، یہی اس کا معنٰی ہے جو امام صاحب سے مروی ہے کہ سجدہ شکر مشروع نہیں یعنی وجوبًا مشروع نہیں اھ۔ اسے علامہ سیدی حموی نے غمز العیون میں اور علامہ سید احمد طحطاوی وعلامہ سید محمد شامی نے حواشی درمختار میں برقرار رکھا۔ (ت)

فتاوٰی حجہ میں فرمایا:

عندی ان قول الامام محمول علی الایجاب، وقول محمد علی الجواز والاستحباب، فیعمل بھما لا یجب بکل نعمۃ سجدۃ شکرًا کما قال ابوحنیفہ ولکن یجوزان یسجد سجدۃ الشکر فی وقت سر بنعمۃ او ذکر نعمۃ فشکرھا بالسجدۃ وانہ غیر خارج عن حد	میرے نزدیک یہ ہے کہ امام اعظم کا قول ایجاب پر اور امام محمد کا قول جواز پر واستحباب پر محمول ہے تو دونوں قولوں پر عمل کیا جائیگا ہر نعمت پر سجدہ شکر واجب نہیں جیسا کہ امام ابوحنیفہ کا قول ہے لیکن جب کسی نعمت سے مسرت ہو تو سجدہ شکر کرنا جائز ہے، اسی طرح جب کسی نعمت کی یاد ہو تو اس کے شکریہ میں سجدہ کرلینا یہ دائرہ استحباب سے

[1] الاشباہ والنظائر ماافترق فیہ سجود التلاوۃ ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۷۴

الاستحباب [1] اھ نقله فی حاشیة المراقی و قبله الحلبی فی الغنیة۔	باہر نہیں اھ اسے حاشیۂ مراقی میں اور اس سے پہلے حلبی نے غنیہ میں نقل کیا۔ (ت)

اسی ۲ذخیرہ میں فرمایا:

لایتعوذ التلمیذ اذا قرأ علی استاذہ [2]۔	شاگرد استاد کے پاس درس کے وقت تعوذ نہ پڑھے۔ (ت)

درمختار میں اسے نقل کرکے کہا: ای لا یسن [3] (یعنی یہ مسنون نہیں۔ ت) نہر میں کہا:

لیس مافی الذخیرۃ فی المشروعیة وعدمها بل فی الاستنان وعدمه [4]۔	ذخیرہ کی عبارت مشروعیت اور عدم مشروعیت سے متعلق نہیں بلکہ سنیت اور عدم سنیت سے متعلق ہے۔ (ت)

۳یوں ہی ہمارے ائمہ سے دربارہ عقیقہ لایعق عن الغلام (لڑکے کی طرف سے عقیقہ نہ کرے۔ ت) منقول، علمائے کرام فرماتے ہیں اس کے معنی نفی وجوب واستنان ہیں اور اباحت ثابت ہے۔ فتاوی خلاصہ میں ہے:

لا یعق عن الغلام وعن الجاریة یرید انه لیس بواجب ولا سنه لکنه مباح [5]۔	لڑکے اور لڑکی کی طرف سے عقیقہ نہ کرے، اس سے مراد یہ ہے کہ یہ واجب وسنت نہیں۔ لیکن مباح ہے۔ (ت)

۴اسی طرح عامہ کتب میں مثلاً ۱ہدایہ و ۲قایہ و ۳نقایہ و ۴بدائع و ۵منیہ و ۶ملتقی و ۷تنویر و ۸جوہرہ وغیرہ فاتحہ وسورت کے درمیان بسم اللہ پڑھنے کے بارے میں امام اعظم وامام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی علیہما کا قول بلفظ لایاتی و لایسمی [6] (تسمیہ نہ لائے۔ بسم اللہ نہ پڑھے۔ ت) ذکر کیا۔ پھر محققین نے تصریح فرمائی کہ اس سے مراد نفی سنیت ہے، بخلاف امام محمد کہ قائل استنان ہیں، رہی کراہت وممانعت، وہ کسی کا مذہب نہیں، کہ پڑھنا بالاجماع بہتر ہے جیسا کہ ۱ذخیرہ و ۲مجتبٰی و ۳بحر و ۴نہر و حاشیہ ۵درر للعلامۃ الشرنبلالی و ۶شرح علائی و ۷حواشی شامی و ۸طحطاوی وغیرہا سے واضح۔ علامہ غزی تمرتاشی نے فرمایا: لابین الفاتحة والسورۃ (فاتحہ وسورت کے درمیان

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب سجدۃ الشکر مکروھۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۷۲

[2] الدرالمختار باب صفۃ الصلٰوۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۷۵

[3] الدرالمختار باب صفۃ الصلٰوۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۷۵

[4] ردالمحتار بحوالہ نہر الفائق باب صفۃ الصلٰوۃ ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۳۲۹

[5] خلاصۃ الفتاوی کتاب الکراھیۃ الفصل التاسع فی المتفرقات مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/۳۷۷

[6] الدرالمختار باب صفۃ الصلٰوۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۷۵

نہیں۔ ت) محقق علائی نے لا کے بعد لفظ **تسن** بڑھادیا (یعنی مسنون نہیں۔ ت) پھر فرمایا **ولاتکرہ اتفاقا**[1] (مکروہ تو بالاتفاق نہیں۔ ت) طحطاوی نے فرمایا: **بل لاخلاف فی انہ لوسمی لکان حسنا، نہر**[2] (بلکہ اس میں بھی کوئی خلاف نہیں کہ اگر بسم اللہ پڑھا تو اچھا ہے۔ نہر۔ ت) بحر الرائق میں ہے:

الخلاف فی الاستنان اماعدم الکراہۃ فمتفق علیہ، ولھذا صرح فی الذخیرۃ والمجتبٰی بانہ ای سمی بین الفاتحہ والسورۃ کان حسنا عند ابی حنیفۃ[3]۔ الخ	اختلاف مسنون ہونے میں ہے اور مکروہ نہ ہونے پر تو اتفاق ہے۔ اسی لیے ذخیرہ اور مجتبٰی میں تصریح ہے کہ اگر فاتحہ اور سورہ کے درمیان بسم اللہ پڑھا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اچھا ہے۔ الخ (ت)

پھر امام صفار کا ارشاد سن چکے کہ مذہب امام میں تلقین مناسب ہے، یہ امام علام صرف دو واسطہ سے شاگرد صاحبین ہیں، امام نصیر بن یحیٰی سے اخذ علم کیا **وھو عن ابن سماعہ عن ابی یوسف ح وعن ابی سلیمان الجوز جانی عن محمد** (انھوں نے ابن سماعہ سے انھوں نے امام ابویوسف سے اور امام نصیر نے ابوسلیمان جوزجانی سے اخذ کیا انھوں نے امام محمد سے۔ ت) یہ بالیقین اعرف بمذہب امام و معنی ظاہر الروایۃ پھر اس سے ہزار درجہ زائد اس جناب کا وہ ارشاد ہے کہ تلقین مذہب اہلسنت اور اس کا معنی مشرب معتزلہ ہے۔ اور وہ واقعی مشائخ مذہب میں اس فرقہ ضالہ کا اختلاط اور نقول مذہب میں اس کے اقوال و تخاریج کا اندراج بعض جگہ سخت لغزشوں کا باعث ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ کبھی حقیقت کار ماہروں پر ملتبس ہو جاتی ہے۔ **وباللہ العصمۃ** جیسے بشر مَریسی معتزلی کا قول **والرحمن الاافعل کذا**[4] (رحمٰن کی قسم میں ایسا نہیں کروں گا۔ ت) اگر سورۃ رحمٰن مراد لی یمین نہ ہوگی، صاحب ولوالجیہ وخلاصہ وغیرہما نے یوں نقل کردیا کہ گویا یہی مذہب ہے، حالانکہ وہ اس معتزلی کا قول ہے۔ اور مذہب مہذب ائمہ کرام کے بالکل خلاف **کما حققہ فی البحر الرائق** (جیسا کہ البحر الرائق میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) ردالمحتار میں کہا: **ھذا التفصیل فی الرحمن قول بشر المریسی**[5] (الرحمٰن میں یہ تفریق، بشر مریسی کا قول ہے۔ ت) ایسا

---

[1] الدرالمختار باب صفۃ الصلٰوۃ مطبع مجتبائی دہلی ۷۵/۱

[2] حاشیہ الطحطاوی علی الدرالمختار باب صفۃ الصلٰوۃ دارالمعرفۃ بیروت ۲۱۹/۱

[3] البحرالرائق فصل واذا اراد الدخول ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۱۲/۱

[4] ردالمحتار کتاب الایمان مصطفی البابی مصر ۵۵/۳

[5] ردالمحتار کتاب الایمان مصطفی البابی مصر ۵۵/۳

ہی اشتباہ علامہ زین بن نجیم مصری کو مسئلہ ذبیحہ میں واقع ہوا جس پر علامہ سید احمد حموی نے فرمایا:

مبناھا علی الاعتزال الصریح والعجب ان المصنف لم یتفطن له مع ظهورہ من القنیة [1]۔	اس کا مبنٰی اعتزال پر ہے اور عجب نہ ہوا کہ مصنف کو اس پر تنبیہ نہ ہوا باآنکہ صاحب قنیہ کا معتزلی ہونا کھلا ہوا ہے۔

بالجملہ روایت کا تو یہ حال ہے۔ رہی روایت، مقصد دوم میں دیکھ چکے کہ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اس حدیث میں وارد جسے امام ابن الصلاح وامام ضیاء وامام امیر الحاج وصاحب مجمع وغیرہم، نے بوجہ شواہد وعواضد حسن وقوی کہا، پھر سیدنا ابوامامہ باہلی صحابی اور راشد وضمرہ وحکیم وغیرہم تابعین کے اقوال اس میں مروی، پھر اور صحابہ سے اس کا غلاف ہر گز ثابت نہیں، بااین ہمہ قول صحابی قبول نہ کرنا اصول حنفیّہ پر کیونکر مستقیم ہوا، تقلید عـــہ صحابی ہمارے امام کا مذہب معلوم ہے۔

میزان الشریعۃ الکبرٰی میں امام ابو مطیع بلخی سے منقول:

قلت للامام ابی حنیفة رضی اللہ تعالٰی عنه ارأیت لو رأیت رأیاو رأی ابوبکر رأیا اکنت تدع رأیك لرأیه؟ فقال نعم فقلت له ارأیت لو رأیت رأیا و رأی عمر رأیا اکنت تدع رأیك لرأیه؟ فقال نعم وکذلك کنت ادع رائی لرأی عثمان و	میں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے عرض کی: بھلا ارشاد فرمائے اگر آپ کی ایک رائے ہو اور صدیق اکبر کی رائے اس کے خلاف ہو کیا آپ اپنی رائے ان کی رائے کے آگے چھوڑ دیں گے؟ فرمایا: ہاں، میں نے عمر فاروق کی نسبت پوچھا، فرمایا: ہاں، اور یونہی میں اپنی رائے عثمان غنی و

عـــہ: مولانا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب الخطبہ میں فرماتے ہیں:

قول الصحابی حجة فیجب تقلیدعندنا اذا لم ینفه شیئ اٰخر من السنة [2] انتهی اقول وهذا لایختص بقول الصحابی فان کل دلیل یترك لدلیل اقوی من ۱۲منه (م)	صحابی کا قول حجت ہے تو اسکی تقلید ہمارے یہاں واجب ہے جبکہ کوئی حدیث اس کی نفی نہ کرتی ہو انتہی اقول یہ قول صحابی سے ہی خاص نہیں اس لیے کہ ہر دلیل اپنے سے قوی تر دلیل کے باعث متروک ہوگی، ۱۲منہ (ت)

[1] غمز عیون الابصار شرح الاشباہ والنظائر کتاب الصید والذبائح ادارہ القرآن کراچی ۱۰۶/۲

[2] مرقاۃ المفاتیح باب الخطبہ تحت حدیث ۱۴۱۱ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۵۰۵/۳

علی وسائر الصحابۃما عدا ابا ھریرۃ و انس بن مالك و سمرۃ بن جندب [1]۔	علی المرتضی باقی تمام صحابہ کی رائے کے آگے ترک کردوں گا سوا ابوہریرہ وانس بن مالک و سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہم کے اھ۔

بلکہ علامہ ابن امیر الحاج تو حلیہ میں فرماتے ہیں: جب کسی مسئلہ میں ایک صحابی کا قول مروی ہو اور دیگر صحابہ سے اس کا خلاف نہ آئے وہ مسئلہ اجماعی ٹھہرے گا۔

حیث قال الصحیح قولنا لما روی عن علی رضی اللہ تعالٰی عنه انه قال فی مسافر جنب یتأخر الی اخرالوقت ولم یر و عن غیرہ من الصحابة خلافه فیکون اجماعًا [2]۔	ان کی عبارت یہ ہے: صحیح ہمارا قول ہے اس لیے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے جنابت والے مسافر کے بارے میں مروی ہے کہ وہ آخر وقت تک پانی کا انتظار کرے، اس کے خلاف کسی اور صحابی سے مروی نہیں تو یہ ان کا اجماع مسئلہ قرار پائے گا (ت)

بہر حال انکار اگر عدم ثبوت پر مبنی، تو ثبوت حاضر، اور نفی نفع پر مبنی، تو نفع ظاہر، ہاں یہ رہ گیا کہ فہم و سماع موتٰی کا انکار کیجئے یہ بیشک اصولِ معتزلہ ہی پر درست ہوگا، ولہذا بحر العلوم نے فرمایا اس بنا پر کہ مُردہ نہیں سنتا تلقین نہ ماننا مذہب باطل ہے کما سیأتی نقله ان شاء اللہ تعالٰی (آگے ان کی عبارت ان شاء اللہ تعالٰی نقل ہوگی۔ت) لاجرم عمائد حنفیّہ سے یہ علمائے دین وائمہ ناقدین جن میں امام صفار وحاکم شہید وشمس الائمہ وظہیر کبیر وفقیہ النفس وغیرہم ائمہ مجتہدین ہیں رحمۃاللہ تعالٰی علیہم اجمعین جواز واستحباب تلقین کے قائل ہوئے اور بالیقین وہ ہم سے زیادہ روایات ودرایاتِ مذہب پر آگاہ تھے، اور قطعًا اس کے خلاف پر اصلًا کوئی دلیل نہیں اور بیشک اس میں احیاء واموات مسلمین کا نفع ہے۔ ذکر خدا ہے، رغم اعدا ہے۔ پھر وجہ انکار کیا ہے۔ تنزلی درجہ اتنا سہی کہ لایؤمر به و لاینھٰی عنه (جائز ومباح ہو، نہ حکم ہو نہ ممانعت۔ت) باقی عدمِ جواز یاممانعت حاش اللہ محض بے حجت،

ومن ادعٰی فعلیه البیان ھذا ماعندی والعلم بالحق عند ربی واللہ تعالٰی اعلم و	جو اس کا مدعی ہو بیان اس کا ذمہ۔ یہ وہ ہے جو میرے علم میں ہے اور حق کا علم میرے رب کے

[1] المیزان الکبرٰی فصل فی بیان ضعف قول من نسب الامام اباحنیفہ الخ مصطفٰی البابی مصر ۱/۶۵

[2] حلیۃ المحلی شرح منیہ المصلی

علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔	یہاں ہے۔ اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے اور اس کا علم زیادہ کامل و محکم ہے۔ اسد کا مجد جلیل ہے۔ (ت)

فصل چہاردہم: اصل مسئلہ مسئولہ سائل میں، یعنی ارواح کرام کو ندا اور ان سے توسل وطلب دُعا۔ یہ فصل بھی فصلِ دوازدہم کا ایک حصہ ہے کہ یہاں بھی کلام سلام کے سوا ہے مگر مثل فصل تلقین بوجہ مہتم بالشان ہونے کے فصل جداگانہ قرار پائی و اللہ التوفیق۔

قول (۱۵۷تا۱۵۹): سیدی خواجہ حافظی فصل الخطاب پھر ۱۵۸ شیخ محقق جذب القلوب میں ناقل:

قیل لموسٰی الرضا (۱۵۹) رضی اللہ تعالٰی عنہ علمنی کلاما اذا زرت واحدا منکم فقال ادن من القبر وکبراللہ اربعین مرّۃ ثم قل السلام علیکم یا اھل بیت الرسالۃ انی مستشفع بکم ومقدمکم امام طلبی وارادتی ومسأتی وحاجتی واشھد اللہ انی مومن بسرکم وعلانیتکم وانی ابرأ الی اللہ من عدم محمد واٰل محمد من الجن ولانس[1] (ملخصاً)	یعنی امام ابن الامام الٰی ستۃ آباء کرام علی موسٰی رضا رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنہم جمیعا سے عرض کی گئی مجھے ایک کلام تعلیم فرمائیے کہ اہل بیت کرام کی زیارت میں عرض کروں؟ فرمایا: قبر سے نزدیک ہو کر چالیس بار تکبیر کہہ پھر عرض کر سلام آپ پر اے اہلبیت رسالت! میں آپ سے شفاعت چاہتا ہوں اور آپ کو اپنی طلب وخواہش وسوال وحاجت کے آگے کرتا ہوں، خدا گواہ ہے مجھے آپ کے باطن کریم و ظاہر طاہر پر سچے دل سے اعتقاد ہے اور میں اللہ کی طرف بری ہوتا ہوں ان سب جن وانس سے جو محمد وآل محمد کے دشمن ہوں صلی اللہ تعالٰی علی محمد وآلِ محمد وبارک وسلم آمین!

قول (۱۶۰تا۱۶۱): سیدی جمال مکی قدس سرہ کے فتاوٰی میں ہے:

سئلت عمن یقول فی حال الشدائد یارسول اللہ اویا علی اویاشیخ عبدالقادر مثلاً ھل ھو جائز شرعًا ام لا فاجبت نعم الاستغاثۃ بالاولیاء ونداؤھم والتوسل بھم امر مشروع ومرغوب لاینکرہ الامکابر	مجھ سے سوال ہوا اس شخص کے بارے میں جو سختیوں کے وقت کہتا ہے یارسول اللہ، یا علی، یا شیخ عبدالقادر مثلاً آیا یہ شرعًا جائز ہے یا نہیں؟ میں پکارنا اور ان کے ساتھ توسل کرنا امر مشروع وشئے

[1] جذب القلوب باب دوازدہم درذکر مقبرہ شریفہ بقیع مکتبہ نعمیہ چوک دالگراں لاہور ص ۱۳۸

اومعاند وقد حرم برکة الاولیاء الکرام، و سئل شیخ الاسلام الشهاب الرملی الانصاری الشافعی عما یقع من العامة من قولهم عند الشدائد یا شیخ فلاں ونحو ذلك من الاستغاثة بالانبیاء والمرسلین والصالحین فاجاب بما نصه الاستغاثه بالانبیاء والمرسلین والاولیاء الصالحین جائزة بعد موتهم [1] الخ اھ ملخصاً	مرغوب ہے جس کا انکار نہ کرے گا مگر ہٹ دھرم دشمن انصاف، اور بیشک وہ برکت اولیائے کرام سے محروم ہے۔ شیخ الاسلام شہاب رملی انصاری شافعی سے استفتاء ہوا کہ عام لوگ جو سختیوں کے وقت مثلاً یا شیخ فلاں کہہ کر پکارتے ہیں اور انبیاء واولیاء سے فریاد کرتے ہیں اس کا شرح میں کیا حکم ہے؟ امام ممدوح نے فتوٰی دیا کہ انبیاء ومرسلین واولیاء علماء صالحین سے ان کے وصال شریف کے بعد بھی استعانت واستمداد جائز ہے۔

قول (۱۶۲): علامہ خیر الدین رملی حنفی استاذ صاحب درمختار رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما فتاوٰی خیریہ میں فرماتے ہیں:

قولهم یا شیخ عبدالقادر نداء فی الموجب لحرمته [2] اھ ملخصاً۔	لوگوں کا کہنا یا شیخ عبدالقادر یہ ایک نداء ہے پھر اس کی حرمت کا سبب کیا ہے۔

قول (۱۶۳): سید احمد زروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ اکابر علماء واولیائے دیار مغرب سے ہیں اپنے قصیدہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

انا لمریدی جامع لشتاته اذا ماسطا جور الزمان بنکبته وان کنت فی ضیق و کرب و وحشة فناد بیازروق اٰت بسرعته [3]۔	میں اپنے مرید کی پریشانیوں میں جمعیت بخشنے والا ہوں جب ستم زمانہ اپنی نحوست سے اس پر تعدی کرے اور اگر تو تنگی وتکلیف ووحشت میں ہو تو یوں نداء کر: یازروق، میں فوراً آموجود ہوں گا۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی صاحب اس شیر الٰہی کا حال اپنی کتاب بستان المحدثین میں یوں لکھتے ہیں:

شیخ او سیدی زیتون رحمہ اللہ تعالٰی علیہ در حق اُو	ان کے شیخ سیدی زیتون رحمہ اللہ تعالٰی علیہ نے ان کے

[1] فتاوٰی جمال بن عمر مکی

[2] فتاوٰی خیریۃ کتاب الکراھیۃ والاستحسان دارالمعرفۃ بیروت ۱۸۲/۲

[3] بستان المحدثین بحوالہ زروق حاشیہ بخاری زروق ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۲

بشارت دادہ کہ اُواز ابدال سبعہ است و باوصف علو حال باطن تصانیف او در علوم ظاہرہ نیز نافع شدہ ومفید وکثیرہ افتادہ[1]۔	حق میں بشارت دی کہ وہ ساتوں ابدال میں سے ایک ہیں، علم باطن میں بلند رتبہ کے ساتھ ظاہری علوم میں بھی ان کی کثیر تصانیف موجود ہیں جو نافع ومفید ہیں۔ (ت)

پھر شمار تصانیف کے بعد لکھا:

بالجملہ مُردے جلیل القدر یست کہ مرتبہ کمال اوفوق الذکر است واواز آخر محققان صوفیہ است کہ بین الحقیقۃ والشریعت جامع بودہ اند وبشاگردی اواجلہ علماء مفتخر ومباہی بودہ اند مثل شہاب الدین قسطلانی کہ سابق حال اومذکور شدہ وشمس الدین لقانی[2] الخ۔	مختصر یہ کہ وہ ایک جلیل القدر شخصیت ہیں جن کا رتبہ کمال بیان سے بالاتر ہے، وہ ان آخر صوفیہ محققین سے ہیں جو حقیقت وشریعت کے جامع ہوئے، ان کی شاگردی پر اجلہ علماء فخر ومباہات کرتے ہیں جیسے علامہ شہاب الدین قسطلانی جن کا حال پہلے ذکر ہوا اور شمس الدین لقانی الخ۔ (ت)

پھر کہا:

واو را قصیدہ ایست بر طور قصیدہ جیلانیہ کہ بعضے ابیات او این ست[3]	قصیدہ غوثیہ کے طرز پر ان کا ایک قصیدہ بھی ہے جس کے بعض اشعار یہ ہیں۔ (ت)

اور وہی دوبیت مذکور نقل کیے۔

قول (۱۶۴تا۱۶۵): امام ابن الحاج امام ابن النعمان کی سفینۃ النجاء سے ناقل:

الدعاء عند القبور الصالحین والتشفع بھم معمول بہ عند علمائنا المحققین من ائمۃ الدین[4]۔	قبور صالحین کے پاس دعا اور ان سے شفاعت چاہنا ہمارے علمائے محققین ائمہ دین کا معمول ہے۔

قول (۱۶۶تا۱۷۰): لباب[۱۶۶] وشرح لباب[۱۶۷] واختیار[۱۶۸] وفتاوٰی ہندیہ[۱۶۹] میں ہے: **واللفظ للاولین فانہ اتم** (الفاظ پہلی دونوں کتابوں کے ہیں کیونکہ وہ زیادہ کامل ہیں۔ ت) بعد زیارت فاروقی بقدر ایک بالشت کے

---

[1] بستان المحدثین مع اردو ترجمہ حاشیہ بخاری سید زروق ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۰

[2] بستان المحدثین مع اردو ترجمہ حاشیہ بخاری سید زروق ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص۳۲۱

[3] بستان المحدثین مع اردو ترجمہ حاشیہ بخاری سید زروق ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص۳۲۱

[4] المدخل فصل فی زیارۃ القبور دارالکتاب العربی بیروت ۱/۲۴۹

سرہانے کی طرف پلٹے اور وزیرین جلیلین رضی اللہ تعالٰی عنہما کے درمیان کھڑا ہو کر بعد سلام اعادہ سلام وذکر مآثار السلام عرض کرے:

جزاکم اللہ عن ذٰلك مرافقته فی جنته وایانا معکما برحمة انه ارحم الراحمین وجزاکم اللہ عن الاسلام واھله خیر الجزاء، جئنا یا صاحبی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم زائرین لنبینا وصدیقنا وفاروقنا ونحن نتوسل بکما الی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لیشفع لنا الی ربنا[1]۔	اللہ تعالٰی آپ دونوں صاحبوں کو ان خوبیوں کے عوض اپنی جنت میں اپنے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رفاقت عطافرمائے اور آپ کے ساتھ ہمیں بھی، بیشک وہ ہر مہروالے سے زیادہ مہر والا ہے۔ اللہ آپ دونوں کو اسلام واہل اسلام کی طرف سے بہتر بدلہ کرامت فرمائے، اے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دونوں یارو! ہم اپنے نبی اور اپنے صدیق اور اپنے فاروق کی زیارت کو حاضر ہوئے اور ہم نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف آپ دونوں سے توسل کرتے ہیں تاکہ حضور ہمارے رب کے پاس ہماری شفاعت فرمائیں۔

اسی طرح مدخل میں ہے:

یتوسل بھما الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ویقدمھما بین یدیه شفیعین فی حوائجه[2]۔	یعنی حضرات شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف توسل کرے اور انھیں اپنی حاجتوں میں شفیع بناکر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آگے کرے۔

قول (۱۷۱): اشعۃ اللمعات میں فرمایا:

لیت شعری چہ می خواہند ایشاں باستمداد وامداد کہ این فرقہ منکر آنند آنچہ مامی فہمیم ازاں این ست کہ داعی دعاکنند خدا وتوسل کند بروحانیت این بندہ مقرب راکہ اے بندہ خداوولی وے شفاعت کن مرا وبخواہ از خدا کہ بدہد مسئول ومطلوب مرا	نہ معلوم وہ استمداد وامداد سے کیا چاہتے ہیں کہ یہ فرقہ اس کا منکر ہے۔ ہم جہاں تک سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ دعا کرنے والا خدا سے دعا کرتا ہے اور اس بندہ مقرب کی روحانیت کو وسیلہ بناتا ہے یا اس بندہ مقرب سے عرض کرتا ہے کہ اے خدا کے بندے اور

[1] المسلک المتقسط مع ارشاد الساری باب زیارۃ سید المرسلین دار الکتاب العربی بیروت ص ۳۴۰

[2] المدخل فصل فی احکام علیٰ زیارت سید الاولین الخ دار الکتاب العربی بیروت ۱/۲۵۸

اگر ایں معنی موجب شرک باشد چنانکہ منکر زعم کند باید کہ منع کردہ شود توسل وطلب دعا از دوستانِ خدا در حالت حیات نیز وایں مستحب است باتفاق وشائع است در دین وآنچہ مروی و محکی است از مشائخ اہل کشف در استمداد از ارواح کمل واستفادہ ازاں، خارج از حصر است ومذکور ست در کتب ورسائل ایشاں ومشہور ست میاں ایشاں حاجت نیست کہ آنرا ذکر کنیم وشاید کہ منکر متعصب سود نہ کند اور اکلماتِ ایشاں عافانا اللہ من ذٰلک کلام دریں مقام بحد اطناب کشید بر غم منکراں کہ در قرب ایں زماں فرقہ پیدا شدۃ اند کہ منکر استمداد واستعانت را از اولیائے خدا ومتوجہاں بجناب ایشاں رامشرک بخدا عبدۃ اصنام می دانند ومی گویند آنچہ می گویند[1] اھ ملتقطا۔	اس کے دوست ! میری شفاعت کیجئے اور خدا سے دعا کیجئے کہ میرا مطلوب مجھے عطا فرمادے ___ اگر یہ معنی شرک کا باعث ہو جیسا کہ منکر کا خیال باطل ہے تو چاہئے کہ اولیاء اللہ کو ان کی حیات دنیا میں بھی وسیلہ بنانا اور ان سے دعا کرانا ممنوع ہو حالانکہ یہ بالاتفاق مستحب و مستحسن اور دین معروف و مشہور ہے۔ ارواح کاملین سے استمداد اور استغفار کے بارے میں مشائخ اہل کشف سے جو روایات و واقعات وارد ہیں وہ حصر و شمار سے باہر ہیں اور ان حضرات کے رسائل وکتب میں مذکور اور ان کے درمیان مشہور ہیں، ہمیں ان کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں اور شائد ہٹ دھرم منکر کے لیے ان کے کلمات سود مند بھی نہ ہو ___ خدا ہمیں عافیت میں رکھے ___ اس مقام میں کلام طویل ہوا اور منکرین کی تردید وتذلیل کے پیش نظر جو ایک فرقہ کے روپ میں آج کل نکل آئے ہیں اور اولیاء اللہ سے استمداد واستعانت کا انکار کرتے ہیں اور ان حضرات کی بارگاہ میں توجہ کرنے والوں کو مشرک و بت پرست سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں جو کہتے ہیں اھ (ت)

اور شرح عربی میں اس مضمون اخیر کو یوں ادا فرمایا:

انما اطلنا الکلام فی ھذا المقام رغما الانف لمنکرین فانہ قد حدث فی زماننا شرذمۃ ینکرون الاستمداد من الاولیاء ویقولون مایقولون ومالھم علی ذلک من علم ان ھم الایخرصون[2]۔	ہم نے اسد مقام میں کلام طویل کیا منکروں کی ناک خاک پر رگڑنے کو کہ ہمارے زمانے میں معدودے چند ایسے پیدا ہوئے ہیں کہ حضرات اولیاء سے مدد مانگنے کے منکر ہیں اور کہتے ہیں جو کہتے ہیں اور انھیں اس پر کچھ علم نہیں یونہی اپنے سے اٹکلیں لڑاتے ہیں۔

[1] اشعۃ اللمعات باب حکم الاسراء فصل المکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۴۰۱

[2] لمعات التنقیح باب حکم الاسراء فصل المکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۴۰۱

اسی طرح جذب القلوب شریف میں معنی توسل واستمداد بروجہ مذکور بیان کرکے فرمایا:

وورود نص قطعی دروے حاجت نیست بلکہ عدم نص بر منع آں کافی ست [1]۔	اس بارے میں نص قطعی کی ضرورت نہیں بلکہ اس کی ممانت پر نص نہ ہونا ہی کافی ہے۔ (ت)

قول (۱۷۲): شیخ الاسلام جنھیں مائۃ مسائل میں علمائے محدثین سے شمار کیااوران کی کتاب کشف الغطاء پر جابجااعتماد واعتبار کیا اسی کشف الغطاء میں فرماتے ہیں:

انکار استمداد درا وجہے صحیح نمی نماید مگر انکہ از اول امر منکر شوند تعلق روح وبدن را بالکلیہ وآں خلاف منصوص است وبرین تقدیر زیارت درفتن بقبور ہمہ لغو وبے معنی گردد وایں امرے دیگر است کہ تمام اخبار وآثار دال برخلاف آنست ونیست صورت استمداد مگر ہمیں کہ محتاج طلب کند حاجت خود راازجناب عزت الٰہی بتوسل روحانیت بندہ مقرب یا ندا کند آں بندہ راکہ اے بندہ خدا وولی وے شفاعت کن مراد بخواہ از خدائے تعالٰی مطلوب مرا ودروے ہیچ شائبہ شرک نیست چنانچہ منکر وہم کردہ [2] اھ بالالتقاط۔	استمداد سے انکار کی کوئی صحیح وجہ نظر نہیں آتی، مگریہ کہ سرے سے روح وبدن کے تعلق کا ہی بالکل انکار کردیں اور ــــ یہ نص کے خلاف ہےــــ اس تقدیر پر تو قبروں کے پاس جانا اور زیارت کرنا سب لغو اور بے معنٰی ہوجاتا ہے، اور یہ ایک دوسری بات ہے جس کے خلاف تمام آثار واحادیث دلیل ہیں، اور استمداد کی صورت کیا ہے؟ یہی کہ حاجت مند اپنی حاجت خدائے عزوجل سے بندہ مقرب کی روحانیت کو وسیلہ کرکے طلب کرتا ہے۔ یا اس بندے کو ندا کرتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ اے خدا کے بندے اور اس کے دوست! میری شفاعت کیجئے اور میرے مطلوب کے لیے خدا سے دعا کیجئے، اس میں تو شرک کا کوئی شائبہ بھی نہیں جیسا کہ منکر کا وہم وخیال ہے اھ ملتقطًا (ت)

قول (۱۷۳): سیدی محمد عبدری مدخل میں دربارہ زیارت قبور انبیاء سابقین علیہم الصلٰوۃ والتسلیم فرماتے ہیں:

یأتی الیھم الزوائر ویتعین علیه قصد ھم من الاماکن البعیدۃ، فاذا جاء الیھم	زائر ان کے آگے حاضر ہو اور اس پر متعین ہے کہ دور دراز مقاموں سے ان کی زیارت کا قصد کرے

[1] جذب القلوب باب پانزدھم دربیان حکم زیارت قبر مکرم الخ منشی نولکشور لکھنو ص ۲۲۴

[2] کشف الغطاء فصل دہم زیارت قبور مکتبۃ احمد دہلی ص ۸۱۔ ۸۰

فلیتصف بالذکر والانکسار والمسکنة والفقر والفاقة والحاجة والاضطر و الخضوع، و یستغیث بھم ویطلب حوائجه منھم ویجزم الحاجة ببرکتھم ، فانھم باب الله المفتوح و جرت سنة سبحانه وتعالیٰ فی قضاء الحوائج علیٰ ایدیھم وبسببھم [1] (ملخصًا)	پھر جب حاضری سے مشرف یاب ہو تو لازم ہے کہ ذلت و انکسار ومحتاجی وفقر وفاقہ وحاجت وبے چارگی وفروتنی کو شعار بنائے اور ان کی سرکار میں فریاد کرے اور ان سے اپنی حاجتیں مانگے اور یقین کرے کہ ان کی برکت سے اجابت ہوگی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے درکشادہ ہیں اور سنت الٰہی جاری ہے کہ ان کے ہاتھ پر ان کے سبب سے حاجت روائی ہوتی ہے۔ والحمد للہ رب العٰلمین۔

فصل پانزدہم: بقیہ تصریحات سماع اموات میں۔

قول (۱۷۴تا۱۷۸): امام خاتمۃ المجتہدین تقی الملۃ والدین سبکی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے شفاء السقام کے باب تاسع فی حیاۃ الانبیاء میں ایک فصل "ماور فی حیاۃ الانبیاء "دوسری فصل حیات شہداء میں وضع کرکے فصل ثالث تمام اموات کے سماع وکلام وادراک وحیات میں وضع کی اوراس میں احادیث صحیحہ بخاری ومسلم وغیرہما سے علم وسماع موتٰی ثابت کرکے فرمایا:

وعلی الجملة ھذہ الامور ممکنة فی قدرۃ الله تعالیٰ وقد وردت بھا الأخبار والصحیحة فیجیب التصدیق بھا [2]۔	بالجملہ یہ سب امور قدرت الٰہی میں ممکن ہیں اور بے شک ان کے ثبوت میں یہ حدیثیں وارد ہوئیں تو ان کی تصدیق واجب ہے۔

فصل اول میں انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام کی حیات تحقیق کرکے آخر میں فرمایا:

اما الادراکات کالعلم والسماع فلا شك ان ذلك ثابت لسائر الموتٰی فکیف بالانبیاء [3]۔	رہے ادراکات جیسے علم وسماع، یہ تو یقینا تمام اموات کے لیے ثابت ہیں پھر انبیاء توانبیاء ہیں علیہم الصلٰوۃ والسلام۔

امام جلال الدین سیوطی نے شرح الصدور میں اس جناب کا یہ قول نقل کرکے تقیر فرمائی، امام زین الدین مراغی جنھیں شرح مواہب میں المحدث العالم النحریر کہاجناب کی یہ تحقیق انیق نقل

[1] المدخل فصل فی زیارۃ القبور دارالکتاب العربیۃ بیروت ۱/۲۵۲

[2] شفاء السقام الفصل الثالث فی سائر الموتٰی نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۲۰۳

[3] شفاء السقام الفصل الاول نوریہ رضویہ فیصل آباد الباب التاسع ص ۱۹۲۔۱۹۱

کرکے فرماتے ہیں:

انه مما یعز وجوده فی مثله فلیننا فس المتنا فسون[1]۔	یہ نایاب تحقیق ہے اور چاہئے کہ ایسی ہی چیزیں نہایت رغبت کریں رغبت کرنے والے۔

امام احمد قسطلانی نے مواہب شریف میں امام سبکی کا وہ ارشاد مبین اور امام زین الدین کی جلیل تحسین استناداً نقل کی، پھر علامہ عبدالباقی زرقانی نے شرح مواہب میں اس کی تقریر وتائید میں حدیثیں نقل کیں عــہ۔

قول (۱۷۹): امام ممدوح نے باب مذکور کی فصل خامس میں فرمایا:

کان المقصود بهذا کله تحقیق السماع و نحوه من الاعراض بعد الموت، فانه قد یقال ان هذه الاعراض مشروطة بالحیاة، فکیف تحصل بعد الموت وهذا خیال ضعیف لان لا ندعی ان الموصوف بالموت موصوف بالسماع وانما ندعی ان السماع بعد الموت حاصل لحی، وهو اما الروح وحدها حالة کون الجسد میّتا او متصلة بالبدن حالة عود الحیاة الیه[2]۔	اس سبب سے مقصود موت کے بعد سماع وغیرہ صفات کی تحقیق تھی کہ بعض لوگ کہنے لگتے ہیں ان اوصاف کے لیے زندگی شرط ہے تو بعد موت کیونکر حاصل ہوں گے، حالانکہ یہ پوچ خیال ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ جو چیز مُردہ ہے وہ سنتی ہے۔ بلکہ یہ کہتے ہیں کہ بعد مرگ سماع اس کے لیے ثابت ہے جو زندہ ہے یعنی روح، یا تو تنہا وہی جب بدن مُردہ ہو یا جسم سے متصل ہو کر جب حیات بدن کی طرف عود کرے۔

قول (۱۸۰): علامہ قونوی سے جذب القلوب میں ہے کہ انھوں نے بہت احادیث ذکر کرکے فرمایا:

جمیع ایں احادیث دلالت دارد برآنکہ اموات را ادراک وسماع حاصل ست وشک نیست کہ سمع از اعراضی است کہ مشروط است بحیات پس ہمہ حی اند، ولیکن حیاتِ ایشاں در مرتبہ کمتر از حیات	ان تمام احادیث میں اس بات پر دلیل موجود ہیں کہ مردوں کو ادراک وسماع حاصل ہے اور بلاشبہ سماعت ایسا وصف ہے جس کے لیے زندگی شرط ہے تو سب زندہ ہیں، لیکن ان کی زندگی حیاتِ

عــہ: یونہی شیخ محقق نے مدارج میں یہ قول علماء سے نقل فرمایا ۱۲منہ (م)

[1] المواہب اللدنیہ بحوالہ زین الدین المراغی المکتب الاسلامی بیروت ۶۹۶/۲

[2] شفاء السقام الباب التاسع الفصل الخامس مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۲۰۹

شهداست وحیاتِ انبیاء صلوات اللہ تعالٰی علیهم کامل تر از حیات شهداست [1]۔	شہداء سے کم درجہ کی ہے اور حیات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام حیاتِ شہداء سے زیادہ کامل ہے۔ (ت)

قول (۱۸۱ و ۱۸۲) : امام قرطبیّ پھر امام سیوطی قبر کے پاس قرآن مجید پڑھنے کے مسئلہ میں فرماتے ہیں :

وقد قیل ان ثواب القرائة للقاری وللمیّت ثواب الاستماع ولذلك تلحقه الرحمة. قال اللہ تعالٰی واذاقریٔ القراٰن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون ولایبعد من کرم اللہ تعالٰی ان یلحقه ثواب القرأۃ والاستماع [2] معًا۔	بہ تحقیق کہا گیا کہ پڑھنے کا ثواب قاری کو ہے اور میّت کے لیے اس کا اجر ہے کہ اس نے کان لگا کر قرآن سنا اور اس لیے اس پر رحمت ہوتی ہے کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے جب قرآن پڑھا جائے تو کان لگا کر سنو اور چُپ رہو شاید تم پر مہر ہو اور کچھ یہ بھی خدا کے کرم سے دور نہیں کہ مُردے کو قرآن واستماع دونوں کا ثواب پہنچائے۔

اقول: ثواب قرات پہنچنے پر جزم نہ کرنے کا باعث یہ کہ وہ شافعی المذہب ہیں اور سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک عبادات بدنیہ کا ثواب نہیں پہنچتا مگر جمہور اہلسنت قائل اطلاق و عموم ہیں، اور یہی مذہب ہمارے امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ہے یہاں تک کہ خود محققین شافعیہ نے اس کی ترجیح و تصحیح کی منهم السیوطی فی انیس الغریب (ان میں سے ایک امام سیوطی نے انیس الغریب میں اسکی وضاحت کی ہے) تو ہمارے نزدیک شک نہیں کہ میّت کو تلاوت کا بھی ثواب پہنچتا ہے۔

قول (۱۸۳) : مرقاۃ میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علم وسماع کا ذکر کرکے فرماتے ہیں :

سائر الاموات ایضا یسمعون السلام والکلام [3]	سب مُردے سلام وکلام سنتے ہیں، پھر فرمایا: یہ سب مسائل احادیث صحیحہ وآثار صریحہ سے ثابت ہیں۔

قول (۱۸۴) : علامہ حلبی سیرۃ انسان العیون میں امام ابوالفضل خاتم الحقائق سے ناقل :

سماع موتٰی کلام الخلق حق قد جائت به عندنا الاثار فی الکتب [4]۔	اموات کا کلام مخلوق کو سننا حق ہے بیشک اس باب میں ہمارے پاس کتابوں میں حدیثیں آئیں۔

قول (۱۸۵) : ملک العلماء بحر العلوم مولٰنا عبدالعلی لکھنوی مرحوم ارکان اربعہ میں فرماتے ہیں :

---

[1] جذب القلوب باب چہار دہم منشی نولکشور لکھنؤ ص ۲۰۷۔۲۰۶

[2] شرح الصدور باب فی قرأۃ القرآن للمیّت الخ خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۳۰

[3] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب الجمعہ فصل ۲ مکتبہ امدادیہ ملتان ۲۳۸/۳

[4] انسان العیون باب بدءِ الاذان مصطفیٰ البابی مصر ۴۳۵/۲

وما قیل ان التلقین لغو لان المیّت لایسمع فھذا باطل[1]۔	اس بناء پر کہ بعض نے کہا مُردہ نہیں سنتا تلقین سے انکار مذہب باطل ہے۔

قول (۱۸۶): زہر الربی شرح سنن نسائی میں بعد تحقیق وتفصیل نقل فرمایا:

فثبت بھذا انه لامنافات بین کون الروح فی علیین او الجنة اوالسماء وان لھا بالبدن اتصالًا بحیث تدرك وتسمع وتصلی وتقرء وانما یستغرب ھذا لکون الشاھد الدنیوی لیس فیه مایشاھد به ھذا و امور البرزخ والاٰخرۃ علی نمط غیرالمالوف فی الدنیا[2]۔	تو ثابت ہوا کہ کچھ منافات نہیں اس میں کہ روح علیین یا جنت یا آسمانوں میں ہوتی ہو اور اس کے ساتھ بدن سے ایسا اتصال رکھے کہ سمجھے، سنے، نماز پڑھے، قرآن مجید کی تلاوت کرے، اس سے تعجب یوں ہوتا ہے کہ دنیا میں کوئی بات اس کے مشابہ نہیں پاتے، حالانکہ برزخ وآخرت کے کام اس روش پر نہیں جو دنیا میں دیکھی بھالی ہے۔

قول (۱۸۷تا۱۸۹): علامہ عبدالروف تیسیر میں قائل اور مولانا علی قاری مرقاۃ میں قاضی سے ناقل:

واللفظ للمناوی، النفوس القدسیة اذا تجردت عن العلائق البدنیة اتصلت بالملاء الاعلی ولم یبق لھا حجاب فتری وتسمع الکل کالمشاھد[3]۔	(اور الفاظ مناوی کے ہیں۔ ت) پاک جانیں جب بدن کے علاقوں سے جدا ہوتی ہیں ملاء اعلٰی سے مل جاتی ہیں اور ان کے لیے کوئی پردہ نہیں رہتا سب کچھ ایسا دیکھتی سنتی ہیں جیسے سامنے حاضر ہے۔

قول (۱۹۰): مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں زیر حدیث: لایسمع مدی صوت المؤذن جن ولاانس ولاشی الاشھدا له یوم القیٰمة، محدث علامہ ابن ملک سے منقول تنکیر ھما فی سیاق النفی لتعمیم الاحیاء والاموات[4] یعنی حدیث شریف کا یہ مطلب ہے کہ زندہ جن اور زندہ آدمی اور مُردہ جن اور مُردہ آدمی جتنے لوگوں کو مؤذن کی آواز پہنچتی ہے اور وہ اس کی اذان سنتے ہیں سب روز قیامت اس کے لیے گواہی دیں گے۔ یہاں تصریح ہوئی کہ بعد موت علم وسماع کا باقی رہنا کچھ بنی آدم سے خاص نہیں جن کے لیے بھی حاصل ہے

---

[1] رسائل الارکان فصل حکم الجنازۃ مکتب اسلامیہ کوئٹہ ص ۱۵۰

[2] زہر الربٰی حاشیہ علی سنن النسائی کتاب الجنائز نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۲۹۳

[3] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث حیث ما کنتم فصلوا علی مکتبۃ الامام الشافعی الریاض السعودیہ ۱/ ۵۰۲

[4] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب فصل الاذان فصل المکتبہ امدادیہ ملتان ۲/ ۱۶۰

اور واقعی ایسا ہی ہونا چاہئے لانعدام المخصص (کیونکہ کوئی دلیل تخصیص نہیں۔ت)

قول (۱۹۱تا ۱۹۸): امام اسمٰعیل پھر امام بیہقی پھر امام سہیلی پھر امام قسطلانی پھر امام علامہ شامی پھر علامہ زرقانی نے سماع موتٰی کا اثبات کیا اور دلیل انکار سے جواب دئے **کما یظھر بالمراجعۃ الی الارشاد والمواھب وشرحھا وغیر ذلك من اسفار لعلماء** (جیسا کہ ارشاد الساری شرح بخاری و مواہب لدینہ شرح مواہب لدینہ اور ان کے علاوہ کتب علماء کے مطالعہ سے معلوم ہوگا۔ت) مواہب میں امام ابن جابر سے بھی اثبات سماع نقل کیا، امام کرمانی، امام عسقلانی، امام عینی، امام قسطلانی نے شروح صحیح بخاری اور امام سخاوی، امام سیوطی، علامہ حلبی، علی قاری، شیخ محقق وغیرہم نے اس کی تخصیص فرمائی، ازانجا کہ یہ اقوال ان مباحث سے متعلق جنھیں اس رسالہ میں دور آئندہ پر محمول رکھا ہے لہذا ان کی نقل عبارات ملتوی رہی **وﷲ الموفق۔** **قول (۱۹۹)**: جذب القلوب شریف میں ہے:

تمام اہل سنت وجماعت اعتقاد دارند بہ ثبوت ادراکات مثل علم وسماع مرسائر اموات را۔[1]	تمام اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ علم اور سماعت جیسے ادراکات تمام مردوں کے لے ثابت ہیں (ت)

قول (۲۰۰): جامع البرکات میں ہے:

سمہودی می گوید کہ تمام اہل سنت وجماعت اعتقاد دارند بہ ثبوت ادراک مثل علم وسمع وبصر مرسائر اموات رازآحاد بشر انتھی[2]۔ **والحمد ﷲ رب العٰلمین۔**	امام سمہودی فرماتے ہیں کہ تمام اہل سنت وجماعت کاعقیدہ ہے کہ عام افراد بشر میں سے تمام مرُدوں کے لیے ادراک جیسے علم اور سننا دیکھنا ثابت ہے۔انتہی۔والحمد ﷲ رب العالمین (ت)

فقیر غفرﷲ تعالٰی نے جن **سو**[۱۰۰] **ائمہ وعلماء** کے اسماء طیبہ گنائے تھے **بحمدﷲ** ان کے اور ان کے علاوہ اوروں کے بھی اقوال عالیہ **دو سو**[۲۰۰] شمار کردئے اور ایفائے وعدہ سے سبک دوش ہوا۔

تنبیہ: ناظرین گمان نہ کرے کہ ہمارے تمام دلائل بس اسی قدر بلکہ جو نقل نہ کیا، وہ بیشتر واکثر، پھر فقیر غفرﷲ المولے القدیر نے اس رسالہ میں یہ التزام بھی رکھا کہ جو آثار واحادیث اقوال علمائے قدیم وحدیث خاص حضور پرنور سید عالم صلی ﷲ تعالٰی علیہ وسلم حی باقی روح مجسم صلی ﷲ تعالٰی علیہ وسلم کی حیاتِ عالی و علم عظیم و سمع جلیل وبصر کریم میں وارد انھیں ذکر نہ کرے تین وجہ سے:

[1] جذب القلوب باب چہاردہم درفضائل زیارت سید المرسلین منشی نولکشور لکھنؤص ۲۰۱-۲۰۲

[2] جامع البرکات

اولًا مسلمانوں پر نیک گمان کر خاص حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کوئی کلمہ گو مثل سائر اموات نہ جانے گا، ارباب طائفہ کہ ارواح موتٰی کو جماد سمجھتے ہیں شاید یہاں اس کلمہ مغضوبہ مبغوضہ سے انھیں بھی احتراز ہو، اور معاذاللہ جسے نہ ہو تو استغفراللہ ایسا شقی لئیم قابل کلام وخطاب نہیں بلکہ اس کا جواب اللہ کا عذاب، **والعیاذ باللہ رب العالمین**۔

ثانیًا واللہ فقیر کو حیا آتی ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک ایسی بحث "لا" "**ونعم**" میں بطور خود شامل کرے، ہاں دوسرے کی طرف سے ابتداء ہو تو اظہار حق میں مجبوری ہے۔

ثالثًا وہاں دلائل کی وہ کثرت کہ نطاق نطق بیان سے عاجز پھر انھیں اقوال پر قناعت بس کہ جس سرکار کے غلام ایسے "**العظمۃ للہ**" اس کا پوچھنا ہی کیا، آخر انھیں یہ مدارج ومعارج کس نے عطا کئے، اسی سرکار ابد قرار نے، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلٰی آلہ وصحبہ وابنہ الاکرم سیدی ومولائی الغوث الاعظم، **والحمد للہ رب العٰلمین**۔

نوع دوم: اقوال اکبر وعمائد خاندان عزیزی میں، یہاں اقوال مختلط مذکور ہوں گے ناظر ان کے مطالب کو فصول نوع اول پر تقسیم کرلے، سردست سو (۱۰۰) مقال ان کے بھی حاضر کرتا ہوں **وباللہ التوفیق**۔

وصل اول____مقال (۱): شاہ ولی اللہ فیوض الحرمین میں لکھتے ہیں:

اذا انتقلوا الی البرزخ کانت تلك الاوضاع والعادات والعلوم معھم لاتفارقھم[1]۔	جب برزخ کی طرف انتقال کرتے ہیں یہ وضعیں اور عادتیں اور علم سب ان کے ساتھ ہوتے ہیں جدا نہیں ہوتے۔

مقال (۲): اسی میں ہے:

اذا مات ھذا البارع لایفقد ھو ولا براعتہ بل کل ذلك بحالہ[2]۔	جب یہ بندہ کامل انتقال فرماتا ہے نہ وہ گمتا ہے نہ اس کا کمال، بلکہ بدستور اسی حال پر رہتے ہیں۔

مقال (۳): اسی میں ہے:

کل من مات من الکمل یخیل الی العامۃ انہ فقد من العالم ولا واللہ مافقد بل	جس کامل کا انتقال ہوتا ہے عوام کے خیال میں گزرتا ہے کہ وہ عالم سے گم گیا، حالانکہ خدا کی قسم وُہ

[1] فیوض الحرمین معہ ترجمہ اردو مشہد عظیم الخ محمد سعید اینڈ سنز قرآن محل کراچی ص ۴۲

[2] فیوض الحرمین معہ ترجمہ اردو تحقیق شریف محمد سعید اینڈ سنز قرآن محل کراچی ص ۱۱۳

تجوھر وقوی [1]۔	گُما نہیں بلکہ اور جوہر دار قوی ہو گیا۔

مقال (۴): شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں:

چوں آدمی میر د روح راصلا تغیر نمی شود چنانچہ حاطل قوی بود حالا ہم ست شعور و ادراک کے کہ داشت حالاہم دارد بلکہ صاف تر وروشن تر [2]اھ ملخصًا۔	جب آدمی مرتا ہے روح میں بالکل کوئی تغیر نہیں ہوتا جس طرح پہلے حامل قوی تھی اب بھی ہے اور جو شعور وادراک اسے پہلے تھا اب بھی ہے بلکہ اب زیادہ صاف اور روشن ہے۔اھ ملخصًا (ت)

مقال (۵): تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں:

چون روح از بدن جدا شد قوائے بناتی از وجدا می شوندنہ قوائے نفسانی وحیوانی واگر وجود قوائے نفسانی وحیوانی فیضانًا یا بقًا مشروط باشد بوجود قوائے نباتی ومزاج الزم آید کہ ملائکہ را شعور و ادراک وحسے وحرکتے و غضب ودفع منافر نباشد پس حال ارواح درعالم قبر مثل حال ملائکہ است کہ بتوسط شکلے وبدنے کارمی کنند ومصدر رافعال حیوانی ونفسانی می گردند بے آنکہ نفس نباتی ہمراہ داشتہ باشند [3]۔	جب روح بدن سے جدا ہوتی ہے قوائے نباتی اس سے جدا ہوجاتے ہیں مگر قوائے نفسانی وحیوانی باقی رہتے ہیں اور اگر قوائے نفسانی وحیوانی کے فیضان یا بقا کے لیے قوائے نباتی اور مزاج کا وجود شرط ہو تو لازم ہے آئے گا کہ ملائکہ میں شعور وادراک، حس وحرکت غضب ودفع ناموافق کچھ بھی نہ ہو، تو عالمِ برزخ میں روحوں کا حال ایسا ہی ہے جیسے ملائکہ کا حال ہے کہ کسی شکل اور بدن کی وساطت سے کام کرتے ہیں اور شکل اور نفس نباتی کے بغیر ان سے حیوانی ونفسانی افعال وصادر ہوتے ہیں۔ (ت)

مقال (۶): قاضی ثناء اللہ پانی پتی جن سے مولوی اسحاق نے مائتہ مسائل واربعین میں استناد کیا اور جناب مرزا صاحب ان کے پیر ومرشد وممدوح عظیم شاہ ولی اللہ صاحب نے مکتوب ۷ میں انھیں فضیلت ولایت مآب، مروج شریف ومنور طریقت ونور مجسم وعزیز ترین وجودات ومصدر انوار فیوض وبرکات لکھا اور منقول کہ شاہ عبدالعزیز صاحب انھیں بہیقی وقت کہتے، رسالۃ تذکیرۃ الموتٰی میں لکھتے ہیں:

اولیاء گفتہ اند ارواحنا اجساد نا یعنی ارواح ایشاں	اولیاء فرماتے ہیں، ہماری روح ہمارا جسم ہے۔

[1] فیوض الحرمین تحقیق شریف الخ محمد سعید تاجران کتب کراچی ص ۱۱۱

[2] تفسیر عزیزی آیت ولا تقولوا لمن یقتل الخ افغانی دار الکتب لال کنواں دہلی ۱/ ۵۵۹

[3] تحفہ اثنا عشریہ باب ہشتم در معاد الخ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۰۔ ۳۳۹

فارسی	اردو
کا اجساد می کنند وگاہی اجساد از غایت لطافت برنگ ارواح می بر آید، می گویند کہ رسول خدارا سایہ نبود صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ارواح ایشاں از زمین وآسمان وبہشت ہر جاکہ خواہدن می روند وبہ سبب ہمیں حیات اجساد آنہارا ور قبر خاک نمی خورد بلکہ کفن ہم میماند، ابن ابی الدنیا از ملک روایت نمود، ارواح مومنین ہر جاکہ خواہند سیر کنند مراد از مومنین کاملین اند حق تعالٰی اجساد ایشاں راقوت ارواح مے دہد در قبور نماز مے خوانند وذکر می کنند وقرآن مے خوانند [1] اھ ملخصًا۔	یعنی ان کی روحیں جسموں کاکام کرتی ہیں اور کبھی اجسام انتہائی لطافت کی وجہ سے روحوں کے رنگ میں جلوہ نما ہوتے ہیں___ اولیاء بتاتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کاسایہ نہ تھا___ ان کی روحیں زمین، آسمان اور جنت میں جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں___ اور اسی وجہ سے قبر میں ان کے جسم کو مٹی نہیں کھاتی، بلکہ کفن بھی سلامت رہتا ہے، ابن ابی الدنیا امام مالک سے راوی ہے کہ "مومنوں کی روحیں جہاں چاہتی ہے سیر کرتی ہیں۔" مومنین سے مراد کاملین ہیں، حق تعالٰی انکے اجسام کو روحوں کی قوت عطافرماتا ہے، وہ قبروں میں نماز ادا کرتے ہیں، ذکر کرتے ہیں، قرآن پڑھتے ہیں۔ (ختم بتلخیص)۔ (ت)

مقال (۷): تفسیر عزیزی میں ارواح انبیاء واولیاء عام وصلحا علی سید ہم وعلیہم الصلٰوۃ والسلام کاذکر کرکے کہ بعض علیّین اور بعض آسمان اور بعض درمیان آسمان وزمین اور بعض چاہ زمزم میں، لکھتے ہیں:

فارسی	اردو
تعلقے بقبر نیز ایں ارواح رامے باشد کہ بحضور زیارت کنندگان واقارب ودیگر دوستاں بر قبر مطلع ومستانس مے گردند وزیراں کہ روح راقرب وبعد مکانی مانع ایں دریافت نمی شود ومثال آں در وجود انسان روح بصری ست کہ ستارہائے ہفت آسمان رادر دنِ چاہ مے تواند دید۔ [2]	ان روحوں کو قبر سے بھی ایک تعلق رہتا ہے جس کے سبب زائرین اور عزیزوں، دوستوں کی آمد کاانھیں علم ہوتا ہے اور ان سے انہیں اُنس حاصل ہوتا ہے اس لیے کہ مکان کی دوری ونزدیکی روح کے لیے اس ادراک سے مانع نہیں ہوتی، انسان کے وجود میں اس کی مثال روح بصر ہے جو ہفت آسمان کے ستارے کُنویں کے اندر سے دیکھ سکتی ہے۔ (ت)

یہ پچھلا جملہ زیادہ قابل لحاظ ہے۔

[1] تذکرۃ الموتٰی والقبور اردو ترجمہ مصباح النور باب روحوں کے ٹھہرنے کی جگہ کے بیان میں نوری کتب خانہ لاہور ص ۷۵۔۷۶

[2] تفسیر عزیزی پارہ عم تحت ان کتاب الابرار لفی علیین مسلم بک ڈپو لال کنوان دہلی ص ۱۹۳

مقال (۸): مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ میں ہے: "پانچویں قسم مہربانی اور اُنس کے لیے ہوتی ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جو کوئی گزرے اوپر قبر مومن بھائی اپنے کے اور سلام کرے تو پہچانتا ہے وہ اس کو اور جواب سلام کا دیتا ہے[1]۔" **وعزاہ للامام النووی** (اس پر امام نووی کا حوالہ دیا ہے۔ ت) **مقال (۹)**: مولوی اسحاق صاحب نے اربعین میں عورتوں ک لیے زیارت قبر مطلقًا ممنوع ٹھہرانے کو نصاب الاحتساب سے نقل کیا کہ "جب وہ نکلنے کا ارادہ کرتی ہے ملعونہ ہوتی ہے جب نکلتی ہے چار طرف سے شیاطین اسے گھیر لیتے ہیں **واذا اتت القبر یلعنھا روح المیّت**[2] اور جب قبر پر آتی ہے میّت کی روح اسے لعنت کرتی ہے۔" اپنا ادعائے اطلاق ثابت کرنے کو نقل تو گئے مگر نہ دیکھا کہ اس نے حمایت موتی کا خاتما کردیا۔ کلام مذکور صاف دلیل واضح ہے کہ میّت حضور زائر پر مطلع ہوتا ہے اور یہ بھی پہچانتا ہے کہ یہ مرد ہے یا عورت، اور اس کے لیے بےجا فعل سے پریشان بھی ہوتا ہے یہاں تک کہ زن زائرہ پر لعنت کرتا ہے۔ **مقال (۱۰)**: مرزا مظہر جانجاناں اپنے ملفوظات میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت کہتے ہیں:

یک بار قصیدہ درمدح ایشاں گفتہ بودم، عنایت بیسار بحال فقیر نمودہ، ازروئے تواضع فرمودند مالائق اینہمہ ستائش نیستم[3]۔	ایک بار ان کی مدح میں ایک قصیدہ عرض کیا تھا۔ اس فقیر کے حال پر بہت عنایت فرمائی اور تواضعًا فرمایا کہ ہم اس ساری ستائش کے لائق نہیں۔ (ت)

مقال (۱۱): اسی میں حضرت مولٰی علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی نسبت کہا:

یک بار قصدہ بجناب ایشاں عرض نمودم[4] الخ۔	ایک بار ان کی بارگاہ میں ایک قصیدہ عرض کیا۔ الخ (ت)

مقال (۱۲): شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں:

اذا مات الانسان کان للنسمۃ نشأۃ اخری فینشی فیض الروح الالٰھی فیھا قوۃ فیما بقی من الحس المشترك تکفی کفایۃ السمع والبصر والکلام[5]۔	جب آدمی مرتا ہے روح حیوانی کے لیے ایک اور اٹھان ہوتی ہے تو روح الٰہی کا فیض اس کے بقیہ حس مشترک میں ایک وقت ایجاد کرتا ہے جو سننے اور دیکھنے اور کلام کرنے کا کام دیتی ہے۔

[1] مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح باب زیارۃ القبور فصل املک دین محمد اینڈ سنز لاہور ۱/ ۱۷-۷۱۶
[2] مسائل اربعین معہ اردو ترجمہ مسئلہ ۱۳۹ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۹۶
[3] ملفوظات مرزا مظہر جان جاناں از کلمات طیبات مطبع مجتبائی دہلی ص ۷۸
[4] ملفوظات مرزا مظہر جان جاناں از کلمات طیبات مطبع مجتبائی دہلی ص ۷۸
[5] حجۃ اللہ البالغہ باب حقیقۃ الروح المکتبہ اسلفیہ لاہور ص ۱۹

مقال (۱۳): مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ موضح القرآن میں زیر کریمہ **وماانت بسمع من فی القبور** فرماتے ہیں "حدیث میں آیا ہے کہ مردوں سے سلام علیک کرو وہ سنتے ہیں۔ اور بہت جگہ مردوں کو خطاب کیا ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ مردے کی روح سنتی ہے اور قبر میں پڑا ہے دھڑ وہ نہیں سن سکتا ہے [1]۔"

وصل دوم: بقائے تصرفات و کرامات اولیاء بعد الوصال میں۔ **مقال (۱۴)**: شاہ ولی اللہ ہمعات میں لکھتے ہیں:

در اولیائے امت واصحاب طریق اقوی کسیکہ بعدہ تمام راہِ جذب باکد وجوہ باصل ایں نسبت میل کردہ ودر آنجا بوجہ اتم قدم است حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی اند ولہذا گفتہ اند کہ ایشاں در قبور خود مثل احیاء تصرف مے کند۔[2]	اولیائے امت واصحاب طریقت میں سب سے زیادہ قوی شخصیت ___ جس کے بعد تمام راہ عشق مؤکد ترین طور پر اسی نسبت کی اصل کی طرف مائل اور کامل ترین طور پر اسی مقام پر قائم ہو چکی ہے، حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی ہیں، اسی لیے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ یہ اپنی قبروں میں رہ کر زندوں کی طرح تصرف کرتے ہیں۔ (ت)

مقال (۱۵): حجۃ اللہ البالغہ میں اہل برزخ کو چار قسم کرکے لکھا:

اذا مات انقطعت العلاقات فلحق بالملئکۃ وصار منھم، والھم کالھامھم وسعی فیما یسعون فیہ و ربما اشتغل ھٰؤلاء باعلام کلمۃ اللہ ونصر حزب اللہ و ربما کان لھم لمۃ خیر بابن آدم[3]۔ ملخصًا۔	جب مرتے ہیں علائق بدنی منقطع ہو کہ ملائکہ سے ملتے اور انھیں میں سے ہو جاتے ہیں جس طرح فرشتے آدمیوں کے دل میں نیک بات کاالقاء کرتے ہیں یہ بھی کرتے ہیں اور جن کاموں میں ملائکہ سعی کرتے ہیں یہ بھی کرتے ہیں اور کبھی یہ پاک روحیں خدا کا بول بالا کرنے اور اس کے لشکر کو مدد دینے یعنی جہاد و قتل کفار و امداد مسلمین میں مشغول ہوتی ہیں اور کبھی بنی آدم سے نزدیک وقریب ہوتی ہیں کہ ان پر افاضہ خیر فرمائیں۔

مقال (۱۶): تفسیر عزیزی میں ہے:

بعض خواص اولیاء راکہ جارحہ تکمیل و ارشاد بنی نوع خود گرد انند دریں حالت (یعنی بحالت عالم برزخ)	بعض خواص اولیاء جنھیں اپنے دوسرے بنی نوع کی تکمیل وارشاد کاذریعہ بنایا ہے ان کو اس حالت میں

[1] موضح القرآن وامانت بمسمع من فی القبور کے تحت ممتاز کمپنی کشمیری بازار لاہور ص ۴۸۰

[2] ہمعات ہمعہ ۱۱ اکادیمی شاہ ولی اللہ حیدر آباد ص ۶۱

[3] حجۃ اللہ البالغۃ باب اختلاف احوال الناس فی البرزخ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۳۵

تصرف در دنیا (یعنی عالم برزخ کی حالت میں) دنیا کے اندر تصرف بخشا ہے اور مشاہدہ الٰہی میں ان کا استغراق اس جانب توجہ سے مانع نہیں ہوتا اس لیے کہ ان کے مدارک بہت زیادہ وسعت رکھتے ہیں۔ (ت)	دادہ واستغراق آنہا بجہت کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ بایں سمت نمی گردد[1]۔

یہی وہ عبارت ہے جس کے سبب مولوی منکر صاحب نے بھی بعض اموات کے لیے زیارت وادراک گوارا کی تھی۔

مقال (۱۷): مرزا مظہر صاحب اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں:

جسموں سے ترک تعلق کے بعد بھی بعض ارواح کاملین کا تصرف اس دنیا میں باقی ہے الخ (ت)	بعض ارواح کاملاں رابعد ترک تعلق اجساد آنہا دریں نشاۃ تصرف باقی است[2] الخ

مقال (۱۸): میاں اسمٰعیل دہلوی صراط مستقیم میں حضرت جناب مولٰی مشکل کشا کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کی نسبت خدا جانے کس دل سے یوں ایمان لاتے ہیں:

سلاطین کی سلطنت اور حکام کی حکومت میں حضرت علی (کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم) کی ہمت کو ایسا دخل ہے جو عالمِ ملکوت کی سیاحت کرنیوالوں پر مخفی نہیں۔ (ت)	در سلطنت سلاطین وامارات امراء ہمتِ ایشاں را دخلے ہست کہ برسیاحان، عالم ملکوت مخفی نیست[3]۔

مقال (۱۹): اسی میں شوکت وعظمت جناب مرتضوی لکھ کر کہا:

مذکور شوکت وجلال کی نسبت حضرات شیخین کی شان بلند ہے، عالم ظاہر میں اس کی مثال اس امیر کبیر کا مرتبہ ہے جو امیر سیاست سے فارغ ہو کہ بادشاہ کی خدمت میں رہتا ہے، بہ نسبت دوسرے امیر کے جو امور مملکت سے وابستہ اور کارپردازی میں مشغول ہے اگرچہ ظاہری شوکت اور تابعداروں کی کثرت، امور مملکت سے وابستہ اس امیر اعظم کی	شان جناب شیخین بس بلند بہ نسبت ابہت وجلال مذکور ست تمثیلیش بظاہر مرتبہ امیر کبیر ست کہ فارغ از امور سیاست گردیدہ ملازم بادشاہ گشتہ بہ نسبت کیسکہ قائم برخدمات ومشغول بکارپردازی است اگرچہ شوکت ظاہر یہ وکثرت اتباع درحق ایں مصاحب بہ نسبت آں میراعظم قائم بخدمات، اقل قیل است لیکن درعزت ووجاہت فوق است چہ فی الحقیقۃ

[1] تفسیر عزیزی تحت والقمر اذا اتسق سلیم بک ڈپو لال کنواں دہلی ص ۲۰۶

[2] مکتوبات مرزا مظہر جانجاناں مع کلمات طیبات مکتوب ۱۴ مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۷

[3] صراط مستقیم ہدایہ ثانیہ درذکر بدعاتیکہ الخ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۵۸

به نسبت اس مصاحب کے حق میں کم تر ہے لیکن عزت و وجاہت میں یہ اس سے بالاتر ہے۔اس لیے کہ وہ امیر اپنی تمام تر شوکت و حشمت اور تابعداروں کے باوجود گویا اس مصاحب کاایک تابعدار ہےاس لیے کہ اس کا مشورہ اور اس کی تدبیر بادشاہ کے تمام تابعداروں میں جاری وساری ہے۔(ختم بتلخیص)۔(ت)	آں امیر باہمگی شوکت وحشمت واتباع خوہ گویا از اتباع آں مصاحب ست زیراکہ مشورت وتدبیرش درہمہ اتباع بادشاہی جاری وساری است [1] اھ ملخصا

مقال (۲۰): مظاہر الحق میں ہے: تیسری قسم زیارت کی برکت حاصل کرنے کے لیے، وہ زیارت اچھے لوگوں کی قبروں کی ہے اس لیے کہ ان کے لیے برزخ میں تصرفات وبرکات بے شمار ہیں [2] **وعزاہ للامام النووی** (اسے امام نووی کے حوالے سے لکھا ہے۔ت) وصل سوم: بعد وصال اولیاء کے فیض وامداد میں۔

مقال (۲۱تا۳۱): شاہ ولی اللہ و مولوی خرم علی نے کہا: منتظر رہے اس کا جس کا فیضان صاحب قبر سے ہو [3]۔ عزیزی میں فرمایا:

اہل حاجات اپنی مشکلوں کا حل ان سے پاتے ہیں (ت)	ارباب حاجات حل مشکلات خود از انہامی یابند [4]۔

دونوں شاہ صاحبوں پھر مولوی خرم علی نے کہا: اویسیت کی نسبت وقوی وصحیح ہے روحی فیض ہے اور وہ روحانیت سے تربیت ہے [5] ملخصًا۔ عزیزی میں لکھا ہے: از اولیائے مدفونین انتفاع جاری است [6]۔ (دفن شدہ اولیاء سے نفع یابی جاری ہے۔ ت) ۲۹ مرزا مظہر صاحب مولٰی علی کرم اللہ وجہہ کی نسبت مظہر: قصیدہ عرض نمودم نواز شہافرمودند [7] (میں نے

[1] صراط مستقیم ہدایت ثانیہ المکتبۃ اسلفیہ لاہور ص ۵۹۔۵۸

[2] مظاہر حق باب زیارت القبور دین محمد اینڈ سنز لاہور ۱/ ۱۶۷

[3] شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل کشف قبور واستفاضہ بداں ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۷۲

[4] تفسیر عزیزی پارہ عم تحت والقمر اذا اتسق مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ص ۲۰۶

[5] شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل فصل ۱۱ سلسلہ طریقت مصنف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷۸

[6] تفسیر عزیزی پارہ عم استفادہ از اولیائے مدفونین مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ص ۱۴۳

[7] ملفوظات مرزا مظہر جانجاناں از کلمات طیبات ملفوظات حضرات ایشاں مطبع مجتبائی دہلی ص ۷۸

ایک قصیدہ عرض کیا بڑی نوازشیں فرمائیں۔ ت) شاہ ولی اللہ و مولوی خرم علی نے کہا: شاہ عبدالرحیم ادب آموز ہوئے اپنے نانا کی روح سے [1]، کہ یہ سب اقوال مقصد اول کو نوع اول میں گزرے۔

مقال (۳۲): مرزا صاحب موصوف نے اپنے ملفوظات میں فرمایا:

از فرط محبت کہ فقیر را بجناب امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ ثابت است و سرمنشا نسبت علیہ نقشبندیہ ایشان اند بمقتضائے بشریت غشاوہ بر نسبت باطنی عارض مے شود خود بخود رجوع بآنجناب پیدا گشتہ بالتفات ایشاں رفع کدورت مے شود [2]۔	اس فرط محبت کے سبب جو فقر کے لیے امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی بارگاہ میں ثابت رکھا۔ اور بلند نسبت نقشبندیہ کا سرمنشا وہی ہیں، یہ تقاضائے بشری نسبت باطنی پر ایک پردہ سا عارض ہو جاتا ہے خود بخود اس بارگاہ کی طرف رجوع پیدا ہوتا ہے اور ان کیوجہ سے کدورت دور ہو جاتی ہے۔ (ت)

مقال (۳۳تا۳۶): [۳۳] اسی میں ہے:

التفات غوث الثقلین بحال متوسلان طریقہ عُلیہ ایشاں بسیار معلوم شدہ باہیچ کس از ایں طریقہ ملاقات نشد کہ توجہ مبارک آنحضرت بحالش مبذول نیست [3]۔	اپنے عالیہ کے متوسلین پر حضرت غوث الثقلین کا التفات زیادہ معلوم ہوا اس طریقہ والوں میں سے ایک شخص بھی ایسا نہ ملا جس کے حال پر حضرت کی توجہ مبارک مبذول نہ ہو۔ (ت)

[۳۴] پھر کہا:

عنایت حضرت خواجہ نقشبندیہ بحال معتقدان خود مصروف است مغلان در صحرا یا وقت خوب اسباب واسپان خود بحمایت حضرت خواجہ مے سپارند وتائیدات از غیب ہمراہ ایشاں می شود دریں باب حکایات بسیار است تحریر آں باطالت می رساند [4]۔	اپنے معتقدین کے حال پر حضرت خواجہ نقشبندیہ کی عنایت کار فرما ہے۔ مغل لوگ صحراؤں میں سونے کے وقت اپنے سامان اور گھوڑوں کو حضرت کی حفاظت کے سپرد کرتے ہیں اور غیبی تائیدات ان کے ہمراہ ہوتی ہیں اس باب میں واقعات بہت ہیں جنھیں لکھنے میں طول ہوگا۔ (ت)

[1] شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل فصل ۱۱ سلسلہ طریقت حضرت مصنف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷۹

[2] ملفوظات مرزا مظہر جانجاناں از کلمات طیبات ملفوظات حضرت ایشاں مطبع مجتبائی دہلی ص ۷۸

[3] ملفوظات مرزا مظہر جانجاناں از کلمات طیبات ملفوظات حضرت ایشاں مطبع مجتبائی دہلی ص ۸۳

[4] ملفوظات مرزا مظہر جانجاناں از کلمات طیبات ملفوظات حضرت ایشاں مطبع مجتبائی دہلی ص ۸۳

۳۵ پھر کہا:

سلطان المشائخ نظا الدین اولیاء اللہ علیہ بحال زائران مزار خود عنایت بسیار می فرمایند۔ا [1]	سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اپنے مزار کی زیارت کرنے والوں کے حال پر بڑی عنایت فرماتے ہیں۔(ت)

۳۶ پھر کہا:

ہمچنیں شیخ جلال پانی پتی التفات ہاے نمایند [2]۔	اس طرح شیخ جلال پانی پتی بھی بہت التفات فرماتے ہیں۔ (ت)

مقال(۳۷): قاضی ثناء اللہ پانی پتی جن کی مدح مقال ۶ میں گزری تذکرۃ الموتٰی میں لکھتے ہیں:

اولیاء اللہ دوستان ومعتقدان را دردنیا وآخرت مددگاری می فرمایند ودشمناں راہلاک می نمایند واز ارواح بطریق اویسیت فیض باطنی می رسد [3]۔	اولیاء اللہ اپنے دوستوں اور عقیدت مندوں کی دنیا وآخرت میں مدد فرماتے ہیں اور دوشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں ___ اور روحوں سے اویسیت کے طریقے پر باطنی فیض پہنچاتے ہے۔ (ت)

مقال(۳۸تا۴۵): یہی قاضی صاحب سیف المسلول میں مرتبہ قطبیت ارشاد کو یوں بیان کرکے کہ:

فیوض وبرکات کارخانہ ولایت کہ از جناب الٰہی براولیاء اللہ نازل مے شود اول بریک شخص نازل مے شود وازاں شخص قسمت شہد بہریک ازاولیائے عصر موافق مرتبہ وبحسب استعداد می رسد وبہ ہیچ کس از اولیاء اللہ بے توسط او فیضی نمی رسد وکسے از مردانِ خدا بے وسیلہ اور درجہ ولایت نمی یابد اقطاب جزئی واوتاد وابدال ونجباء ونقباء وجمیع اقسام ازاولیائے خدابوے محتاج می باشند صاحب این منصب عالی راامام و	کارخانہ ولایت کے فیوض وبرکات جو خدا کی بارگاہ سے اولیاء اللہ پر نازل ہوتے ہیں پہلے ایک شخص پر اترتے ہیں اور اس شخص سے تقسیم ہوکر اولیائے وقت میں سے ہر ایک کو اس کے مرتبہ واستعداد کے مطابق پہنچتے ہیں اور کسی ولی کو بھی اس کی وساطت کے بغیر کوئی فیض نہیں پہنچتا۔ اور اہل اللہ میں سے کوئی بھی اس کے وسیلہ کے بغیر درجہ ولایت نہیں پاتا۔ جزئی اقطاب اوتادہ ابدال، نجبا، نقبا اور تمام اقسام کے اولیاء اللہ اس کے

[1] ملفوظات مرزا مظہر جانجاناں مع کلمات طیبات ملفوظات حضرت ایشاں مطبع مجتبائی دہلی ص ۸۳

[2] ملفوظات مرزا مظہر جانجاناں مع کلمات طیبات ملفوظات حضرت ایشاں مطبع مجتبائی دہلی ص ۸۳

[3] تذکرۃ الموتٰی والقبور اردو ترجمہ مصباح القبور باب روحوں کے ٹھہرنے کی جگہ کے بیان میں نوری کتب خانہ لاہور ص ۷۶

قطب الارشاد بالاصالۃ نیز خوانند وایں منصب عالی از وقت ظہور آدم علیہ السلام بروح پاک علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ مقرر بود[1]۔	محتاج ہوتے ہیں، اس منصب بلند والے کو امام اور قطب الارشاد بالاصالۃ بھی کہتے ہیں__ اور یہ منصب عالی ظہور آدم علیہ السلام کے زمانے سے حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ کی روح پاک کے لیے مقرر تھا۔ (ت)

پھر ائمہ اطہار رضوان اللہ تعالٰی علیہم کو بترتیب اس منصب عظیم کا عطا ہونا لکھ کر کہتے ہیں:

بعد وفات ^۳۸^عسکری علیہ السلام تاوقت ظہور سید الشرفا غوث الثقلین محی الدین عبدالقادر الجیلی ایں منصب بروح حسن عسکری علیہ السلام متعلق بود[2]۔	حضرت عسکری کی وفات کے بعد سید الشرفا غوث الثقلین محی الدین عبدالقادر جیلانی کے زمانہ ظہور تک یہ منصب حضرت حسن عسکری کی روح سے متعلق رہے گا۔ (ت)

^۳۹^پھر کہا:

چوں حضرت غوث الثقلین پیدا شد ایں منصب مبارک بوے متعلق شدوتا ظہور محمد مہدی این منصب بروح مبارک غوث الثقلین متعلق باشد[3]۔	جب حضرت غوث الثقلین پیدا ہوئے یہ منصب مبارک ان سے متعلق ہوا اور امام محمد مہدی کے ظہور تک یہ منصب حضرت غوث الثقلین کی روح سے متعلق رہے گا۔ (ت)

^۴۰^پھر کہا:

چوں امام محمد مہدی ظاہر شود ایں منصب عالی تا انقراض زمان بوے مفوض باشد[4]۔	جب امام مہدی ظاہر ہوں گے یہ منصب بلند اختتام زمانہ تک ان کے سپرد رہے گا۔ (ت)

اخیر میں کہا:

استنباط ایں مدعا از کتاب اللہ واز حدیث می توانیم کرد۔[5] اھ ملخصا۔	ہم اس مدعا کا استنباط کتاب اللہ اور حدیث پاک سے کرسکتے ہیں اھ ملخصًا (ت)

اصل ان سب اقوال ثلثہ کی جناب ^۴۱^شیخ مجدد الف ثانی سے ہے، جیسا کہ جلد سوم ^۴۲^مکتوب نمبر ^۴۳^صفحہ ۱۲۳ میں مفصلًا مذکور، ^۴۴^ان کے کلام میں اس قدر امر اور زائد ہے کہ:

بعد از ایشان (یعنی حضرت مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الاسنی) بہر یکے از ائمہ اثنا عشر علی الترتیب	حضرت مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کے بعد بارہ اماموں میں سے ہر ایک کے لیے ترتیب وتفصیل کے ساتھ

[1] سیف المسلول مترجم اردو خاتمہ کتاب فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۵۲۷ تا ۵۲۹

[2] سیف المسلول مترجم اردو خاتمہ کتاب فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۵۲۷ تا ۵۲۹

[3] سیف المسلول مترجم اردو خاتمہ کتاب فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۵۲۷ تا ۵۲۹

[4] سیف المسلول مترجم اردو خاتمہ کتاب فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۵۲۷ تا ۵۲۹

[5] سیف المسلول مترجم اردو خاتمہ کتاب فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۵۲۷ تا ۵۲۹

والتفصیل قرار گوفت ودراعصا رایں بزرگواران و ہمچنیں بعدازارتحال ایشاں ہرکس رافیض وہدایت می رسد بتوسط این بزرگوار ان بودہ ملاذ ملجائے ہمہ ایشاں بودہی اند تا آنکہ نوبت بحضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رسید قدس سرہ، ط [1] الخ اھ ملخصًا	قرار پذیر ہوا۔ ان بزرگوں کے زمانے میں اسی طرح ان کی رحلت کے بعد جسے بھی فیض وہدایت پہنچتی انہی بزرگوں کے توسط سے تھی اور سب کا ملجا یہی حضرات تھے یہاں تک کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ، تک نوبت پہنچی الخ (ت)

اور انھوں نے جلد ثانی میں خود اپنے لیے بھی اس منصب کا حصول مانا اور اس اعتراض سے کہ پھر اس دورے میں منصب مذکور کا حضور پر نور غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اختصاص کب رہا۔ جلد ثالث میں یوں جواب دیا کہ:

مجدد الف ثانی دریں مقام نائب مناب حضرت شیخ است وبنیابت حضرت شیخ ایں معاملہ باو مربوط است چنانکہ گفتہ اند نور القمر مستفاد من نور الشمّس فلا محذور [2]۔	مجدد الف ثانی اس مقام میں حضرت شیخ کا قائم مقام ہے اور حضرت شیخ کی نیابت سے یہ معاملہ اس سے وابستہ ہے جیسا کہ کہا گیا ہے۔ ماہتاب کا نور آفتاب کے نور سے مستفاد ہے۔ تو اگر کوئی اعتراض نہ رہا۔ (ت)

مقال (۴۶تا۵۸): شاہ ولی اللہ انتباہ میں اور ان کے بارہ اساتذہ و مشائخ کہ عرب و ہند وغیرہما بلاد کے علماء واولیاء میں حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ کو وقت مصیبت مددگار مانتے ہیں اور ع

تجدہ عونا لك فی النوائب

(انھیں مصائب میں اپنامددگارہ پاؤگے۔ت)

کو حق جانتے، وسیاتی نقلہ فی الوصل الاتی ان شاء اللہ تعالٰی (وصل آئیندہ میں یہ کلام نقل ہوگا اگر خدانے چاہا۔ت)

مقال (۵۹): شاہ ولی اللہ نے ہمعات میں لکھا:

از جملہ نسبت ہائے معتبرہ نزدیک قوم نسبت اویسیہ است خواہ ایں مناسبت بہ نسبت ارواح انبیاء باشد یا اولیائے امت یا ملائکہ وبساست کہ	اہل طریقت کے نزدیک معتبر نسبتوں میں سے ایک نسبت اویسی بھی ہے خواہ یہ مناسب ارواح انبیاء کی نسبت سے ہو یا اولیائے امت یا ملائکہ کی نسبت

[1] سیف المسلول مترجم اردو فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۵۶۹

[2] مکتوبات امام ربانی مکتوب دوصد وبست وسوم مطبع نولکشور لکھنؤ ۲۴۸/۳۔۲۴۷

مناسبت بروحی حاصل شود بجہت آنکہ فضائل وے استماع کردہ مجتبی خاص بہم رسانید وآں محبت سبب کشادہ شدن راہے گرد میان روح واین کس یا بجہت آنکہ روح مرشد روے یا جد وے باشد دروے ہمت ارشاد متنسبیان خو متمکن شدہ [1] الخ انتہی ملتقطا۔	سے ہو اور ایسا بھی بہت ہوتا ہے کہ کسی روح سے مناسب پیدا ہوگئی اس لیے کہ اس کے فضائل سن کر ایک خاص محبت بہم پہنچائی ____ وہ محبت اس روح اور اس شخص کے درمیان ایک راہ کھلنے کا سبب ہو جاتی ہے ____ یا اس وجہ سے کہ وہ اس کے مرشد یا مرشد کے مرشد کی روح ہے اس کے اندر اپنے متنسبین کی رہنمائی کی ہمت خود قرار پذیر ہے۔ الخ (ختم التقاط کے ساتھ)۔ (ت)

مقال (۶۰): اسی میں ہے:

از ثمرات ایں نسبت (یعنی اویسیہ) رویت آں جماعت است در منام وفائدہ از ایشاں یافتن ودر مہالک ومضائق صورت آں جماعت پذیر آمدن وحل المشکلات وے باآں صورت منسوب شدن [2]۔	اس نسبت اویسی کے ثمرات سے ہے خواب میں اس جماعت کا دیدار ہونا، ان سے نفع پانا، ہلاکت ومصیبت کی جگہوں میں اس جماعت کی صورت کا نمودار ہونا اور مشکلات کا حل اس صورت سے منسوب ہونا (ت)

مقال (۶۱): اسی میں ہے:

امروز اگر کسے رامناسبت بروح خاص پیدا شود واز نجا فیض برادر وغالبًا بیرون نیست از آنکہ ایں معنی بہ نسبت پیغمبر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باشد یا بہ نسبت حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ، یا بہ نسبت حضرت غوث اعظم جیلانی رحمہ اللہ تعالٰی عنہ وآنکہ مناسبت بہ سائر ارواح دارند باعث خصوص آں اسباب طاریہ شدہ اند مثل آنکہ وے حجت آں بزرگ بسیار دارد، وبر قبروے بسیار می رود، واین معنی سلسلہ جنبان از جہت۔	آج اگر کسی کو کسی خاص روح سے مناسبت پیدا ہو اور وہاں سے فیض یاب ہو غالبًا اس سے باہر نہ ہوگا یہ معنی حضرت رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نسبت سے ہو یا حضرت امیر المومنین علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ کی نسبت سے یا حضرت غوث اعظم جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت سے ہو اور جو لوگ تمام ارواح سے مناسبت رکھتے ہیں ان کی خصوصیت کا باعث عارضی اسباب ہوتے ہیں مثلاً یہ کہ وہ اس بزرگ سے زیادہ محبت رکھتا ہے اور اس

[1] ہمعات ہمعہ ۱۱ اکادیمۃ الشاہ ولی اللہ حیدر آباد باکستان ص ۵۷۔ ۵۶

[2] ہمعات ہمعہ ۱۱ اکادیمۃ الشاہ ولی اللہ حیدر آباد باکستان ص ۵۹

قابل گشتہ است، وآں بزرگ راہمتِ قویہ بودہ است درتربیت منتسبا خود واں ہمت ہنوز در روح وے باقی است وایں معنی سلسلہ جنبان از جہت فاعل است۔[1]	کی قبر پر زیادہ جاتا ہے۔ یہ معنی قابل کی جانب سے محرک بنا ___ اور اپنے منتسبین کی تربیت میں اس بزرگ کی ہمت قوی تھی اور وہ ہمت روح میں اب بھی باقی ہے ___ یہ معنی فاعل کی جانب سے محرک ہو (ت)

مقال (۶۲): حجۃ اللہ البالغہ میں ہے:

قد استفاض من الشرع ان الله تعالٰی عباداهم افاضل الملئكة وانهم يكونون سفراء بين الله وبين عبادة انهم يلهمون فی قلوب بنی اٰدم خيرا، وان لهم اجتماعات كيف شاء الله وحيث شاء الله يعبر عنهم باعتبار ذلك بالملاء الاعلٰی وان ارواح افاضل الاٰدمين دخول فيهم ولحوقا بهم كما قال الله تعالٰی يايتها النفس المطئنة ارجعی الی ربك راضيه مرضية فادخلی فی عبادی وادخلی فی جنتی، والملاء الاعلی ثلثة اقسام، قسم هم نفوس انسانيه مازالت تعمل اعمالا منجيه تفيد اللحوق بهم حتی طرحت عنها جلابيب ابدانها فانسلكت فی سلكهم وعدت منهم[2] اھ ملخصًا۔	یعنی بے شک شرع سے بدرجہ شہرت ثبوت کو پہنچا کہ مقرب فرشتے خدا اور اس کے بندوں میں واسطہ ہوتے اور آدمیوں کے دلوں میں نیک بات کاالقاء کرتے ہیں اور ان کے لیے اجتماع ہیں جس طرح خدا چاہے اور جہاں چاہے، اسی لحاظ سے انھیں ملاء اعلٰی کہتے ہیں اور یہ بھی اسی طرح شرع سے بشہرت ثابت کہ بزرگان دین کی روحیں بھی ان میں داخل ہوتی اور ان سے ملتی ہیں جیسا کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: "اے اطمینان والی جان! چل اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے خوش، پس داخل ہو میرے بندوں میں اور آ میری جنت میں۔" اور ملاء اعلٰی کی ایک اور قسم وہ ارواح انسانی ہیں کہ ہمیشہ رستگاری کے کام کرتے رہے جن کے باعث ان ملائکہ سے ملے یہاں تک کہ جب بدن کی نقابیں پھینکیں ملاء اعلٰی میں داخل ہوئے اور انھیں سے شمار کیے گئے۔

مقال (۶۳): عزیزی میں فرمایا:

[1] ہمعات ہمعہ ۱۱ اکادیمیۃ الشاہ ولی اللہ حیدرآباد پاکستان ص ۶۳۔ ۶۲

[2] حجۃ اللہ البالغہ باب ذکر الملاء الاعلٰی المکتبۃ السّلفیہ لاہور ۱/۱۶۔ ۱۵

دردفن کردن چوں اجزائے بدن بتمامہ یکجامی باشند علاقہ روح یا بابدن زراہِ نظر عنایت بحال می ماند و توجہ روح بزائرین ومستانسین ومستفیدین بہ سہولت مے شود۔[1]	دفن کرنے میں بدن کے تمام اجزاء ایک جگہ جمع ہوجاتے ہیں اور نظر عنایت سے روح کا تعلق بدن سے ہوجاتا ہے اور زائرین اور انس اور استفادہ کرنے والوں کی طرف توجہ آسان ہوجاتی ہے۔(ت)

مقال (۶۴): میاں اسمٰعیل صراط مستقیم میں لکھ گئے:

حضرت مرتضوی راک نور تفضیل برحضرات شیخین ہم ثابت وآں تفضیل بجہت کثرت اتباع ایشاں و وساطت مقامات ولایت بل سائر خدمات است مثل قطبیت وغوثیت وابدالیت وغیرہا از عہد کرامت مہد حضرت مرتضٰی تا انقراض دینا ہمہ بواسطہ ایشاں است۔[2]	حضرت مرتضٰی کو یک گونہ فضیلت حضرات شیخین پر بھی ثابت ہے اور وہ فضیلت متبعین کی کثرت اور مقامات ولایت بلکہ تمام خدمات ___ جیسے قطبیت، غوثیت، ابدالیت وغیرہا ___ میں وساطت کے لحاظ سے ہے۔ سب حضرت مرتضٰی کے عہد کریم سے اختتام دینا تک ان ہی کے واسطے سے ہے۔(ت)

مقال (۶۵): اسی میں ہے:

حق جل وعلا بذاتِ پاک خود یا بواسطہ ملائکہ عظام یا ارواح مقدسہ بسبب برکت توسل قرآن محافظت طالب خواہد نمود۔[3]	حق جل وعلا بذاتِ خود یا ملائکہ عظام یا ارواح مقدسہ کے واسطہ سے، قرآن سے توسل کی برکت کے سبب طالب کی حفاظت فرمائے گا۔(ت)

مقال (۶۶): مولوی اسحاق کی مائۃ مسائل میں ہے:

سوال: شخصیکہ منکر باشد فیض روح مبارک محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رادر عالم برزخ وشخصے کہ منکر باشد از فیض ارواح مقدسہ انبیاء دیگر علیہم الصلٰوۃ والسلام وشخصے کہ منکران باشد از فیض ارواح اولیاء اللہ در عالم برزخ حکم او چیست؟	جو شخص عالم برزخ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی روح مبارک کے فیض کا اور جو دیگر انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام کی ارواح مقدسہ کے فیض کا اور عالم برزخ میں جو اولیاء اللہ کی ارواح کے فیض کا منکر ہو اس کا حکم کیا ہے؟

[1] تفسیر عزیزی پارہ عم استفادہ از اولیائے مدفونین مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ص ۱۴۳

[2] صراط مستقیم ہدایت ثانیہ در ذکر بدعاتیکہ الخ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۵۸

[3] صراط مستقیم باب چہارم در بیان طریق سلوک راہ نبوت الخ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۱۴۸

جواب: ہر فیض شرع کو ثبوت باخبار متواترہ باشد منکر آں کافر است و ہر فیضیکہ ثبوت باخبار مشہور ہی باشد منکراں ضال است ہر فیضے کہ ۔ ثبوت اں بخبر واحد باشد منکراں بہ سبب ترک قبول گنہ گار خواہد شد بشر طیکہ ثبوت آں صحیح یا بطریق حسن خواہد شد [1] اھ ملخصًا	جس فیض شرع کا ثبوت احادیث میں متواترہ سے ہو اس کا منکر کافر ہے اور جس فیض کا ثبوت احادیث مشہورہ سے ہو اس کا منکر گمراہ ہے اور جس فیض کا ثبوت خبر واحد سے ہو اس کا منکر ترک قبول کی وجہ سے گنہ گار ہوگا بشر طیکہ اس کا ثبوت بطریق صحیح یا بطریق حسن ہو۔ (ت)

ہر چند یہ جواب سراپا عیاری پر مبنی ہے مگر سب نے دیکھا کہ سوال فیض برزخ سے تھا، واجب کہ جواب اسے بھی شام ہو اوس قدر امر نفی جنون کے لے ضروری یاان کی دیانت وللّٰہیت سے انکار اور اخفائے حق تلبیس بالباطل کا اقرار کیا جائے۔

مقال (۶۷): جناب شیخ مجدد الف ثانی اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں:

بعد از رحلت ارشاد پناہی قبلہ گاہی (یعنی خواجہ باقی اللہ علیہ رحمۃ اللہ) بتقریب زیارت مزار شریف بہ بلدہ محروسہ دہلی اتفاق عبود افتاد روز عید بزیارت مزار شریف ایشاں رفتہ بود دراثنائے توجہ بہ مزار متبرک التفاتے تمام از روحانیت مقدسہ ایشاں ظاہر گشت واز کمال غریب نوازی نسبت خاصہ خود راکہ بحضرت خواجہ احرار منسوب بود مرحمت فرمودند [2]۔	حضرت ارشاد پناہی قبلہ گاہی (خواجہ باقی اللہ علیہ رحمۃ اللہ) کی رحلت کے بعد مزار شریف کی زیارت کی تقریب سے شہر دہلی میں گزرنے کا اتفاق ہوا، عید کے دن حضرت کے مزار پاک کی زیارت کے لے گیا، مزار پاک کی جانب توجہ کے دوران حضرت کی مقدسی روحانیت سے کام التفات رونما ہوا، اور کمال غریب نوازی سے اپنی خاص نسبت جو حضرت خواجہ احرار کی جانب تھی مجھے مرحمت فرمائی۔ (ت)

تنبیہ: لفظ "بتقریب زیارت مزار شریف الخ" ملحوظ رہے اریونہی "غریب نواز" بھی کہ حضرت خواجہ اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت کہے جس سے متعصبان طائفہ چڑتے ہیں۔

مقال (۶۸): شاہ ولی اللہ انفاس العارفین میں اپنے استاذ محدث ابراہیم کردی علیہ الرحمۃ کا حال لکھتے ہیں:

دوسال کم وبیش در بغداد ساکن بوہ برقہر سید عبدالقادر	کم وبیش دو سال تک آپ بغداد میں مقیم رہے اس دوران آپ

[1] مائۃ مسائل سوال ششم تا ہشتم مکتبہ توحید وسنت پشاور ص ۱۷۔۱۶

[2] مکتوبات امام ربانی مکتوب ۲۹۷ منشی نولکشور لکھنؤ ۱/ ۴۱۳

قدس سرہ، متوجہ مے شد وذوق ایں راازآنجاپیدا کرد۔[1]	اکثر سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مزار مبارک کو مرکز توجہ بنایا کرتے تھے اور یہیں سے آپ کو راہ معرفت کا ذوق پیدا ہوا (ت)

مقال (۶۹): اسی میں حضرت میر ابوالعلی قدس سرہ، کے ذکر مبارک میں لکھا:

بمزار فیض الانوار حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ، متوجہ بودند وازآنجناب دل ربائہا یافتند وفیضاں گرفتند۔[2]	حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ کے مزار فائض الانوار کی طرف متوجہ ہوئے اس بارگاہ سے خاص لطف و کرم پایا اور فیوض حاصل کئے۔ (ت)

مقال (۷۰ و ۷۱): اسی میں اپنے نانا[۷۱] ابوالرضا محمد سے نقل کیا:

می فرمودندیک بار حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ را دریقظہ ویدوم اسرار عظیم دراں محل تعلیم فرمودند[3]۔	فرماتئے تھے ایک بار حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بیداری میں دیکھا اس مقام میں عظیم اسرار تعلیم فرمائے۔ (ت)

مقال (۷۲): اسی میں شیخ مذکور کے حالات میں لکھا:

عجوزہ راز مخلصان بعد وفات ایشاں تپ لرزہ گرفت بغایت نزارگشت شبے بنو شیدن آب وپوشیدن لحاف محتاج شد وطاقت آں نداشت وکسے حاضر نبود ایشاں متمثل شدند وآب دادند ولحاف پوشانیدند آں گاہ غائب شدند۔[4]	مخلصین میں سے ایک بڑھیا حضرت کی وفات کے بعد تپ لرزہ میں گرفتار ہوئی، انتہائی لاغر ہوگئی، ایک رات اسے پانی پینے اور لحاف اوڑھنے کی ضرورت تھی، اس کے اندر طاقت نہ تھی، اور دوسرا کوئی موجود نہیں تھا، حضرت متمثل ہوئے پانی دیا، لحاف اڑھایا، پھر اچانک غائب ہوگئے۔ (ت)

مقال (۷۳ تا ۷۵): القول الجمیل میں ہے:

تادب شیخنا [۷۳] عبدالرحیم من روح الائمۃ الشیخ [۷۴] عبدالقادر الجیلانی والخواجہ بہاء الدین محمد	یعنی ہمارے مرشد شیخ عبدالرحیم نے ائمہ کرام حضور غوث اعظم وخواجہ نقشبند وخواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالٰی

[1] انفاس العارفین مترجم اردو شیخ ابراہیم کردی اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور ص ۳۸۶

[2] انفاس العارفین میر ابوالعلی شیخ ابراہیم کردی اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور ص ۶۹

[3] انفاس العارفین حصہ دوم شیخ ابوالرضا محمد اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور ص ۱۹۴

[4] انفاس العارفین امداد اولیاء اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور ص ۳۶۹

نقشبند والخواجه معين الدين بن الحسن الچشتی وانه راٰهم واخذ منهم الاجازة وعرف لسبة كل واحد منهم على حدتها مما فاض منهم على قلبه وكان يحكى لنا حكايتها رضى الله تعالٰى عنه وعنهم اجمعين[1]۔	عنہم کی ارواح طیبہ سے آداب طریقت سیکھے اور ان سے اجازتیں لیں اور ہر ایک کی نسبت جو ان سرکاروں سے ان کے دل پر فائز ہوئی جدا جدا پہچانی اور ہم سے اس کی حکایت بیان کرتے تھے اللہ تعالٰی ان سب حضرات اور ان سے راضی ہوا۔

مولوی خرم ۷۵علی صاحب نے اگرچہ راٰهم کے ترجمہ میں لفظ "خواب میں دیکھا"[2] اپنی طرف سے بڑھا دیا جس پر کلام شاہ ولی اللہ میں اصلاً دال نہیں، مگر ارواح عالیہ کا فیض بخشنا، اجازتیں دینا نسبتیں عطا فرمانا مجبورانہ مسلم رکھا۔

مقال (۷۶ و ۷۷): مرزا جانجاناں صاحب فرماتے ہیں:

از حضرت شیخ ۷۶عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ دو کس طریقہ گرفتہ یکے طریقہ قادری اخذ کرد ودیگرے طریقہ نقشبندیہ اختیار نمودا ایشاں فرمودند کہ روح مبارک حضرت غوث اعظم تشریف آوردہ صورت مثالی مرید خاندانِ خود راہمراہ روند حضرت خواجہ نقشبند تشریف فرماشدہ صورت مثالی متعقد خود را باخود بروند رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم[3]۔	حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے دو آدمیوں نے طریقت حاصل کی، ایک نے طریقہ قادری لیا دوسرے نے طریقہ نقشبندیہ اختیار کیا، حضرت فرماتے ہیں کہ حضرت غوث اعظم کی روح مبارک تشریف لائی اور اپنے خاندان کے مرید کی صورت مثالی کو ساتھ لے گئی اور حضرت خواجہ نقشبند تشریف فرما ہو کر اپنے عقیدت مند کی صورت مثالی کو اپنے ساتھ لے گئے، رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین۔ (ت)

مقال (۷۸): اسمٰعیل نے صراط مستقیم میں اپنے پیر کا حال لکھا:

روح مقدس جناب حضرت غوث الثقلین وجناب حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند متوجہ حال حضرت ایشاں گردیدہ تا قریب یک ماہ فی الجملہ تنازع درمابین روحین مقدسین در حق حضرت ایشاں ماندہ	حضرت غوث الثقلین اور حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کی روحیں حضرت کے حال پر متوجہ ہوئیں اور قریب ایک ماہ تک دونوں مقدس روحوں کے درمیان حضرت کے حق میں تنازع رہا اس لیے دونوں

[1] القول الجمیل مع شرح شفاء العلیل فصل ۱۱ سند سلسلہ قادریہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۸۲
[2] شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل فصل ۱۱ سند سلسلہ قادریہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۸۲
[3] ملفوظات مرزا مظہر از کلمات طیبات مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۸۳

زیرا کہ ہر دو واحد ازیں دو امام تقاضائے جذب حضرت ایشاں بتمامہ بسوئے خود مے فرمودتا ازینکہ بعد انقراض زمانہ تنازع ووقوع مصالحت برشرکت روزے ہر دو روح مقدس بر حضرت ایشاں جلوہ گر شدند تاقریب یک پاس ہر دوامام بر نفس نفیس حضرت ایشاں توجہ قوی وتاثیر زور آور مے فرمودند تا انیکہ درہمان یک پاس حصولِ نسبت ہر دو طریقہ نصیبہ حضرت ایشاں گردید[1]۔	ماموں میں سے ہر ایک حضرت کو پورے طور سے اپنی طرف کھینچنے کا تقاضا کر رہے تھے یہاں تک کہ زمانہ تنازع کے ختم ہونے اور شرک پر مصالحت واقع ہو جانے کے بعد ایک دن دونوں مقدس روحیں حضرت پر جلوہ گر ہوئیں ایک پہر کے قریب دونوں امام حضرت کے نفس نفیس پر قوی توجہ اور پر زور تاثیر ڈالتے رہے یاں تک کہ اسی ایک پہر کے اندر دونوں طریقتوں کی نسبت حضرت کو نصیب ہو گئی۔ (ت)

مقال (۷۹): اسی میں ہے:

روزے حضرت ایشاں بسوئے مرقد منور حضرت خواجہ خواجگان خواجہ قطب الاقطاب بختیار کاکی قدس سرہ العزیز تشریف فرما شدند برمرقد مبارک ایشاں مراقب نشستند دریں اثناء بروح پر فتور ایشاں توجہی جس قوی فرمودند کہ بسبب آں توجہ ابتدائے حصول نسبت چشتیہ متحقق شد[2]۔	ایک دن حضرت خواجہ خواجگان خواجہ قطب الاقطاب بختیار کاکی قدس سرہ، العزیز کے مرقد انور کی طرف حضرت تشریف لے گئے ان کے مرقد مبارک پر مراقبہ میں بیٹھے اس دوران حضرت کی روح پر فتوح پر علامات تحقیق ہوئیں، اور آں حضور نے حضرت پر بہت قوی توجہ فرمائی جس کے سبب نسبت چشتیہ کے حصول کی ابتداء متحقق ہوئی۔ (ت)

وصل چہارم ــــ اصل مسئلہ مسئولہ مسائل یعنی اولیائے کرام سے استمداد والتجا اور اپنے مطالب میں طلب دعا اور حاجت کے وقت ان کی ندا میں۔

مقال (۸۰ تا ۸۸): شاہ ولی اللہ نے ہمعات میں کہا:

بزیارت قبر ایشان رودواز آں جاانجذاب دریوزہ کند[3]۔	ان کی قبروں کی زیارت کو جائے اور وہاں بھیک مانگے۔ (ت)

[1] صراط مستقیم باب چہارم دربیان سلوک راہِ ثبوت الخ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۱۶۶

[2] صراط مستقیم باب چہارم دربیان سلوک راہِ ثبوت الخ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۱۶۶

[3] ہمعات ہمعہ ۸ اکادیمیہ شاہ ولی اللہ حیدر آباد ص ۳۴

۸۱ رباعی میں کہا: ع

فیض قدس از ہمت ایشاں میجو[1]

(ان کے ہمت سے فیض قدس کے خواستگار رہو۔ت)

۸۲ وہ پھر مولوی ۸۳ خرم علی کہتے ہیں: میّت سے قریب ہو پھر کہے یاروح[2]۔ ۸۴ عزیزی میں فرمایا:

اویسیان تحصیل مطلب کمالات باطنی ازآنہامی نمایند[3]۔	اویسی لوگ باطنی کمالات کا مقصد ان سے حاصل کرتے ہیں۔(ت)

اور فرمایا:

ارباب حاجات حل مشکلات خود ازآنہامے طلبند[4]۔	اہل حیات اپنی مشکلوں کا حل ان سے طلب کرتے ہیں (ت)

۸۶ اسی میں ہے: از اولیائے مدفونین استفادہ جاری است[5] مدفون اولیاء سے استفادہ جاری ہے۔ت) ۸۷ مرزا صاحب نے مولٰی علی کرم اللہ وجہہ کی نسبت کہا: درعارضہ جسمانی توجہ بآنحضرت واقع می شود[6] (عارضہ جسمانی میں آں حضرت کی طرف توجہ ہوتی ہے۔ت) کہ یہ سب اقوال مقصد اول میں گزرے۔ ۸۸ شاہ عبدالعزیز نے سید احمد زروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت کہا: مردے جلیل القدر یست کہ مرتبہ کمال اوفوق الذکر است[7] (ایک جلیل القدر شخصیت ہیں جن کا رتبہ کمال ذکر سے بالاتر ہے۔ت) پھر ان سے نقل کیا: "مصیبت میں یازروق کہہ کر پکار میں فورًا مدد کو آؤں گا"۔[8] یہ اُسی مقصد میں گزرا۔

مقال (۸۹): مرزا صاحب کے وصایا میں ہے: بزیارت مزارات ولیاء دریوزہ فیض جمیعت کن[9] الخ (مزارات اولیاء کے فیض سے دل جمعی کے فیض کی بھیک مانگو۔(ت)

[1] ہمعات مکتوبات شاہ ولی اللہ مع کلمات طیبات مکتوب بست ودوم دشرح رباعیات مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۹۴
[2] شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل کشف قبور واستفاضہ بدان ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۴۷
[3] تفسیر عزیزی زیر آیہ والقمر اذا اتسق مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ص ۱۴۳
[4] تفسیر عزیزی استفادہ از اولیائے مدفونین مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ۵/ ۱۴۳
[5] تفسیر عزیزی استفادہ از اولیائے مدفونین مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ۵/ ۱۴۳
[6] ملفوظات مرزا مظہر جانجاناں از کلمات طیبات مطبع مجتبائی دہلی ص ۷۸
[7] بستان المحدثین حاشیۃ البخاری للزروق ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۱
[8] بستان المحدثین حاشیۃ البخاری للزروق ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۱
[9] کلمات طیبات نصائح ووصایا مرزا صاحب مطبع مجتبائی دہلی ص ۸۹

مقال (۹۰ تا ۱۰۲): شاہ ولی اللہ کتاب الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں لکھتے ہیں:

ایں فقیر خرقہ از شیخ ابو طاہر کردی پوشیدہ وایشاں بعمل آنچہ درجواہر خمسہ است اجازت دادند[1]۔	اس فقیر نے شیخ ابو طاہر کردی جسے خرقہ پہنا اور انھوں نے جواہر خمسہ میں جو کچھ ہے اس کے عمل کی اجازت دی۔ (ت)

پھر کہا:

وایضاً فقیر در سفر حج چوں بہ لاہور رسید و دست بوس شیخ محمد سعید لاہوری دریافت ایشاں اجازت ودعائے سیفی دادند بل اجازت جمیع اعمال جواہر خمسہ[2]۔	فقیر سفر حج میں جب لاہور پہنچا شیخ محمد سعید لاہوری کی دست بوسی پائی انھوں نے دعائے سیفی کی اجازت دی بلکہ جواہر خمسہ کے تمام عملیات کی اجازت دی۔ (ت)

یہ شیخ ابو طاہر کردی مدنی شاہ ولی اللہ کے شیخ حدیث و پیر سلسلہ ہیں، مدینہ طیبہ میں مدتوں ان کی خدمت میں رہ کر سلاسلِ حدیث حاصل کئے کہ وہی ان سے شاہ عبدالعزیز صاحب اور ان سے مولوی اسحٰق کو پہنچے اور شیخ محمد سعید کی نسبت انتباہ میں لکھا:

یکے از اعیان مشائخ طریقہ بودند شیخ معمر ثقہ[3]۔	ممتاز شیخ مشائخ طریقت میں سے ایک عمر رسیدہ شیخ تھے (ت)

اسی میں دونوں مشائخ سے سلاسل اجازت بیان کیے جن سے ثابت کہ شیخ ابراہیم کردی والد شیخ ابوطاہر مدنی اور ان کے استاد شیخ احمد قشاشی اور ان کے استاد شیخ احمد شناوی اور شاہ ولی اللہ کے استاذ الاستاذ احمد نخلی کہ یہ چاروں حضرات بھی شاہ ولی اللہ کے اکثر سلاسل حدیث میں داخل ہیں کما یظھر من المسلسلات وغیرھا (جیسا کہ مسلسل احادیث وغیرہا کی سند سے ظاہر ہے۔ ت) اور ان شیخ معمر ثقہ کے پیر شیخ محمد اشرف لاہوری اور ان کے شیخ مولانا عبدالملک اور ان کے شیخ بایزید ثانی اور شیخ شناوی پیر حضرت سید صبغۃ اللہ بروجی اور ان دونوں صاحبوں کے پیر مولٰنا وجیہ الدین علوی ان سب علماء ومشائخ نے سیفی وغیرہ اعمال جواہر خمسہ کی اجازتیں اپنے اساتذہ سے لیں اور تلامذہ کو عطا کیں، اور جناب شاہ محمد غوث گوالیاری تو ان سلاسل کے منتہی اور جواہر خمسہ کے مولف ہیں رحمہ اللہ تعالٰی علیہ اجمعین۔ اب ملاحظہ ہو کہ اسی جواہر خمسہ میں اسی دعائے سیفی کی ترکیب میں کیا لکھا ہے:

ناد علی ہفت بار یا سہ بار یا یک بار بخواندہ وآں ایں است۔	سات بار، یا تین بار، یا ایک بار ناد علی پڑھے، اور وہ یہ ہے:

[1] الانتباہ فی سلاسل اولیاء طریقہ شطاریہ برقی پریس دہلی ص ۱۳۷
[2] الانتباہ فی سلاسل اولیاء طریقہ شطاریہ برقی پریس دہلی ص ۱۳۸
[3] الانتباہ فی سلاسل اولیاء طریقہ شطاریہ برقی پریس دہلی ص ۱۳۷

نادِ علیاً مظہر العجائب تجدہ عونالك فی النوائب کل ھم وغم سینجلی بولایتك یا علی یا علی یا علی[1]	حیرت زاد چیزوں کے مظہر حضرت علی کو ندا کرا نھیں ناگہانی آفتوں مصیبتوں میں اپنا مدد گار پائے گا ہر رنج و غم دور ہوجائے گاآپ کی ولایت سے اے علی، اے علی، اے علی! (ت)

اگر مولا علی کو مشکل کشا ماننا، مصیبت کے وقت مدد گار جاننا، ہنگامِ غم و تکلیف اس جناب کو ندا کرنا، یا علی یا علی کا دم بھرنا شرک ہو تو معاذ اللہ تمھارے نزدیک حضرات مذکورین سب کفار و مشرکین ٹھہریں، اور سب سے بڑھ کر بھاری مشرک کٹر کافر عیاذًا باللہ شاہ ولی اللہ ہوں جو مشرکوں کو اولیاء اللہ جانتے، اپنا شیخ و مرشد و مرجع سلسلہ مانتے، احادیث نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سندیں ان سے لیتے، مدتوں ان کی خدمتگاری و کفش برداری کی داد دیتے، انھیں شیخ ثقہ و عادل بتلاتے، ان کی ملاقات کو بلفظ دست بوس تعبیر فرماتے ہیں، محدثین کا تمغا، حدیث کی سندیں یوں برباد ہوئیں کہ اتنے مشرکین ان میں داخل، پھر شاہ عبدالعزیز صاحب کو شاہ ولی اللہ صاحب سے یہی نسبت خدمت وارادت و تلمیذ و بیعت و مدح عقیدت حاصل، اور ان کی سب سندوں میں تمھارے طور پر یہ مشرک اعظم وکافر اکبر شامل، کہاں کی شاہی، کیسی محدثی، اصل ایمان کی سلامتی مشکل، انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ پھر مولوی اسحاق ومیاں اسمٰعیل بیچارے کس گنتی میں کہ انکی تو ساری کرامات اسی شرکستان کی بھٹی میں مشرکوں کی نسل، مشرکوں کی اولاد، مشرک ہی پیر، مشرک ہی استاد۔ آنکھ کھلتے ہی مشرک نظر پڑے، ہوش سنبھلتے ہی مشرکوں میں بگڑے، مشرکوں کی گود، مشرکوں کی بغل، مشرکوں کا دودھ، مشرکوں کا عمل، مشرکوں میں پلے، مشرکوں میں بڑھے، مشرکوں سے سیکھے، مشرکوں سے پڑھے مشرک دادا۔ مشرک نانا، عمر بھر مشرکوں کو جانا مانا، العیاذ باللہ رب العٰلمین ولاحول ولاقوۃ الاّ باللہ الحق المبین، مسلمان دیکھیں کہ یا علی یا علی کو شرک ٹھہرانے کی کیا سزا ملی، نہ ناحق مسلمانوں کو مشرک کہتے نہ اگلوں پچھلوں کے مشرک بننے کی مصیبت سہتے، اس سے یہی بہتر کہ راہ راست پر آئیں، سچے مسلمانوں کو مشرک نہ بنائیں ورنہ اپنوں کے ایمان کی فکر فرمائیں کہ کرد کہ نیافت کو بھول نہ جائیں۔

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را چنداں اماں نہ داد کہ شب راسحر کند نسأل اللہ العافیۃ وحسن العاقبۃ اٰمین۔	دیکھا کہ پروانہ کے خون ناحق نے شمع کو اتنی بھی اماں نہ دی کہ شب کو سحر کرے (ت) ہم خدا سے عافیت اور انجام کی خیریت کے خواستگار ہیں، الٰہی قبول فرما! (ت)

[1] جواہر خمسہ مترجم اردو فصل ۱۳ مناجات وادعیہ دارالاشاعت مسافر خانہ کراچی ص ۲۸۲ و ۴۵۳

مقال (۱۰۳): اسی انتباہ میں بعض مشائخ حضرات قادریہ قدست اسرارہم سے حصول مہمات وقضائے حاجات کیلیے ایک ختم یوں نقل کیا:

اول دو رکعت نفل بعد ازاں یک صد و یازدہ بار درود بعد ازاں یک صد و یازدہ بار کلمہ تمجید و یک صد و یازدہ بار شیئاً للہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی الخ[1]۔	پہلے دو رکعت نفل پڑھے، اس کے بعد ایک سو گیارہ بار درود پھر ایک سو گیارہ بار کلمہ تمجید اور ایک سو گیارہ بار شیئاً للہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی الخ (خدا کے لیے کچھ عطا ہو اے شیخ عبدالقادر جیلانی) (ت)

مقال (۱۰۴): شاہ عبدالعزیز تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں:

کاش اگر قتلہ عثمان دہ دوازدہ سال دیگر ہم تن بصیر مے دادند وسکوت کردہ مے نشستند سند وہند و ترک و چین نیز مثل ایران وخراسان یا علی یا علی می گفتند[2] الخ	کاش اگر قاتلان عثمان دس بارہ سال اور صبر کرتے اور خاموش بیٹھتے تو سندھ، ہند، ترکستان اور چین بھی ایران وخراسان کی طرح یا علی یا علی کہتے الخ (ت)

مقال (۱۰۵): رسالہ فیض عام مزارات اولیاء سے استعانت میں شاہ صاحب کا یہ ارشاد ہے:

طریق استمداد ازایشاں آنست کہ بزبان گوید اے حضرت من برائے کار فلاں درجناب الٰہی التجامی کنم شمانیز بدعا وشفاعت امداد من نماید لکن استمداد از مشہورین باید کرد[3] (ملخصًا)	ان حضرات سے استمداد کا طریقہ یہ ہے کہ زبان سے کہے: اے میرے حضور! فلاں کام کے لیے میں بارگاہ الٰہی میں التجا کر رہا ہوں آپ بھی دعا وشفاعت سے میری امداد کیجئے۔ لیکن استمداد مشہور حضرات سے کرنا چاہیے (ت)

یہ خاص صورت کا مسئولہ کا جواب ہے **واللہ الھادی الی سبیل الصواب** (اور اللہ ہی راہ راست کی ہدایت دینے والا ہے۔ ت) **الحمد للہ** کہ یہ نوع بھی اپنے منتہی کو پہنچی، سو ۱۰۰ مقال کا وعدہ تھا ایک سو پانچ ۱۰۵ گنے، اس کی وجہ یہ ہے کہ مقصد اول میں پنتیس ۳۵ سوال تھے، مقصد دوم میں ساٹھ ۶۰ حدیثیں، ادھر نوع اول میں دو سو ۲۰۰ قول، اب یہ ایک سو پانچ ۱۰۵ مقال مل کر چار سو ۴۰۰ کا عدد کامل اور فقیر کا وہ مدعا حاصل ہوگیا کہ مولوی صاحب سددہ اللہ

---

[1] الانتباہ فی سلاسل الاولیاء

[2] تحفہ اثنا عشریہ مطاعن عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ الخ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۱۴

[3] فتاوٰی عزیزی رسالہ فیض عام مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۷۷

خاتمہ رسالہ میں دربارہ سماع موتیٰ علمائے عرب کا فتویٰ

اس رسالہ کے زمانہ تالید میں فقیر کو معتبر طور پر خبر پہنچی کہ مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ اگر وہ ہمارے مسئلہ کا رد لکھے گا ہم دونوں تحریریں مولویان بھوپال کو بھیج دیں گے کہ وہ حکم ہو جائیں۔

اقول: تحکیم بے قبول طرفین معقول نہیں۔ مولوی صاحب ماشاء اللہ فاضل ہیں، یہیں کیوں نہ تصفیہ ہو جائے، طالبان تحقیق کو اظہار حق سے کیوں باک آئے، رسالہ فقیر کو ملاحظہ فرمائیں، اگر حق واضح ہو جائے تسلیم واجب، ورنہ جواب مناسب، ہاں تحریر جواب میں استعداد و استعانت کا اختیار ہے بھوپالیوں سے ہو یا بنگالیوں سے، اور اگر اوروں ہی پر رکھنا صلاح وقت ہے تو اہل ہند میں جسے دیکھئے گا بلا مرجح خود احد الفریقین ہے۔ بھوپالیوں کو مثلاً مصطفیٰ آبادیوں پر کیا وجہ ترجیح ہے۔ لہٰذا سب سے قطع نظر کرکے علمائے عرب کو حکم کیجئے کہ دین وہیں سے نکلا اور وہیں کو پلٹ جائے گا اور وہاں کے جمہور علماء پر ان شاء اللہ تعالیٰ شیطان ہرگز قابو نہ پائے گا۔ جناب مولٰنا اگر اس رائے کو پسند فرمائیں تو ان اکابر کرام کا مہری دستخطی فتوی بالفعل فقیر کے پاس اصل موجود، جس میں اکثر مسائل وہابیت کا رد واضح فرمایا اور طائفہ جدیدہ کو ضال مضل، مبتدع، مبطل ٹھہرایا، فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ اس میں سے چند سطریں متعلق مسئلہ سماع مع شرح و دستخط علماء بتلخیص والتقاط حاضر کرتا ہے، واللہ الہادی اس سوال کے جواب میں کہ وہابیہ عدمِ علم وعدمِ سماع موتٰی کا ادعا واعتقاد رکھتے ہیں، فرمایا:

هذا الادعاء افتراء قبيح وهذا الاعتقاد اعتداء صريح فان العلماء المحققين من الحنفية و الشافعية وغيرهم قد اثبتوا اطلاع الانسان فی البرزخ وسماعه لسلام الزائر وكلامه ومعرفته و الانس به بالاحاديث الصحيحة والاٰثار الصريحة و تلك المسئلة مع دلائلها مصرحة فی المرقاة شرح مشكٰوة لعلی القاری الحنفی وشرح الصدور للحافظ السيوطی وشفاء السقام	یعنی وہابیہ کا یہ ادعاء افترائے قبیح اور یہ اعتقاد ظلم صریح ہے۔ حنفیّہ وشافعیہ وغیرہم کے علمائے محققین نے صحیح حدیثوں اور صریح خبروں سے ثابت کیا ہے کہ آدمی برزخ میں علم رکھتا اور زائر کا سلام وکلام سنتا ہے اور اسے پہچانتا ہے اور اس سے انس حاصل کرتا ہے۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ علی قاری حنفی وشرح الصدور حافظ سیوطی شافعی وشفاء امام سبکی وغیرہا جمہور محققین کی کتب مشہورہ میں اس مسئلہ اور اس کے دلائل کی تصریح ہے یہاں تک

للامام سبکی وغیرھا من الکتب المشھورۃ لجمھور محققین حتی اشاروا الیه فی کتب العقائد المشھورۃ فقد صرح فی المقاصد وشرحه انه عندالمعتزلة وغیرھم البدنیة المخصوصة شرط فی الادراك فعندھم لایبقی ادراك الجزئیات عند فقد الاٰلات عندنا یبقی وھو ظاھر من قواعد الاسلام، ولھذا ینتفع بزیارۃ القبور الابرار والاستعانة من نفوس الاخیار الخ[1] وبالجملة فالنفس الانسانیة تبقی لھا الادراکات ولالھاتعلقات کثیرۃ بموضع دفن جسدھا و الاحادیث والاٰثار شاھدۃ لذلك لاینکرھا بعد العلم بھا الامکابر معاند الخ۔	کہ علماء نے عقائد کی مشہور کتابوں میں اس کی طرف اشارہ کیا، مقاصد وشرح مقاصد میں تصریح فرمائی کہ معتزلہ وغیرہم کے نزدیک یہ بدن شرط ادراک ہے تو ان کے مذہب میں جب آلات بدنی نہ رہے ادراک جزئیات بھی نہ رہا اور ہم اہل سنت کے نزدیک ادراک باقی رہتا ہے، قواعد اسلام اسی کی تائید کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ قبور ابرار کی زیارت اور ارواح اولیاء سے استعانت نفع دیتی ہے۔ غرض روح انسانی کے ادراک باقی اور اسے موضع دفن سے بہت تعلقات ہیں، احادیث وآثار اس پر گواہ ہیں جنہیں جان بوجھ کر انکار نہ کریگا مگر باطل کوش دشمن حق۔ (ت)

اس کے بعد شبہات منکرین کا نصوصِ علماء سے رد کیا اور عمائد علماء حرمین طیبین نے اس پر مہر ودستخط ثبت فرمائے۔

شرح دستخط حضرت مولٰنا محمد بن حسین کتبی حنفی مفتی مکہ

فان لی ذمة منه بتسمیتی
محمد اوھوا و فی الخلق بالذمر

لاکلا فیه ولا شك یعتریه اس میں نہ کلام کی گنجائش نہ شک کی خلش۔

امر برقمه محمد بن حسین الکتبی الحنفی مفتی بلد المکرمة عفی عنه بمنه امین۔

شرح دستخط حضرت مولٰنا وشیخ مشائخنا رئیس المدرسین بالمسجد الحرام

مولٰنا جمال ابن عبداللہ بن عمر مکی حنفی رحمۃ اللہ علیہ

عبدہ، جمال، شیخ
عمر

لا یلتفت المفید الا الیه ولایعول المستفید الا علیه مفید التفات نہ کرے مگر اسی طرف، اور مستفید اعتماد نہ کرے مگر اسی پر، امر برقمه رئیس المدرسین الکرام

[1] شرح المقاصد المبحث الرابع مدرک الجزئیات عندنا النفس دار المعارف النعمانیہ کریم پارک لاہور ۲/ ۴۳

بالمسجد المکی الحرام الراجی لطف ربہ الخفی جمال بن عبداللہ شیخ عمر الحنفی لطف اللہ تعالٰی بھما۔

شرح دستخط مولٰنا حسین بن ابراہیم مالکی مفتی مکہ مبارکہ

لاریب فیہ ولاشك یعتریہ المالکیۃ بمکۃ کتبہ الفقیر حسین بن ابراہیم مفتی المشرقیۃ المحمیۃ

عبدہ، حسین

شرح دستخط حضرت مولٰنا وشیخنا وبرکتنا زین الحرم عین الکرم مولٰنا احمد زین دحلان شافعی مفتی مکہ مکرمہ قدس سرہ العزیز

رأیت ھذا المؤلف الشریف الھاوی کل برھان لطیف فرأیتہ قد نص علی عقائد اھل الحق المؤیدین وابطل عقاید اھل الضلال المبطلین میں نے یہ شریف تالیف جامع ہر دلیل لطیف دیکھی تو میں نے اسے پایا کہ اہل حق وار باب تائید کے عقیدے صاف واضح لکھے ہیں اور باطل پرست گمراہوں کے مذہب باطل کیے ہیں رقمہ بقلمہ المرتجی من ربہ الغفران احمد بن زین دحلان۔

احمد دحلان

شرح دستخط حضرت مولٰنا محمد بن غرب شافعی مدنی مدرس مسجد مدینہ طیبہ

تأملت فی ھذا المؤلف فرأیت مؤلف قد اجاد ولکل نص سنی صریح افاد میں نے یہ رسلہ بغور دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس کے مصنف نے جید کلام لکھا اور ہر نص روشن کا افادہ کیا۔

مہر صاف نخواند شد

کتبہ الفقیر الی اللہ تعالٰی محمد بن محمد الغریب الشافعی خادم العلم بالمسجد النبوی۔

شرح دستخط مولٰنا عبدالکریم حنفی از علمائے مدینہ منورہ

لما تأملت فی ھذا الرسالۃ وجدتھا کالسیف الصارم للمعاند الضلال لا یطعن فیھا الامن اختل عقلہ وقبحت سیرتہ فی جمیع الأجال جب میں نے یہ رسالہ غور سے دیکھا اسے معاند اگراہ کے حق میں مثل تیغ برآں پایا۔ نہ طعنہ کرے گا مگر وہ جس کی مت کٹی اور عادت بد ہوئی ہر زمانہ میں۔ من خدام طلبۃ العلم "المتوکل علی اللہ العظیم عبدالکریم بنعبدالحکیم" بالمسجد نبوی۔

المتوکل علی اللہ العظیم عبدالکریم بن عبدالحکیم

شرح دستخط مولٰنا عبدالجبار حنبلی بصری نزیل مدینہ سکینہ

وقفت علی ھذا المجموع فالفیتہ مھندا سل علی من شق عصا الجماعۃ معزا لا عن السنۃ میں اس تالیف پر واقف ہوا تو اسے ایک تیغ ہندی پایا، کھینچی گئی اس پر جس نے جماعت کا خلاف کیا اور سنت سے کنارہ کش ہوا۔ اشار برقمہ الی الشیخ الاجل الورع الفقیہ الزاھد مولٰنا عبدالجبار الحنبلی البصری نزیل المدینۃ المنورۃ متع اللہ المسلمین ببقائہ اٰمین۔

شرح دستخط حضرت مولٰنا السید ابراہیم بن الخیار شافعی مفتی مدینہ امینہ

کم طالعت بعد ما اطلعت ردوالعلماء الاجلۃ علی الفرقۃ الضالۃ المضلۃ فما رأیت مثل ھذا الرسالۃ، میں نے جب سے اطلاع پائی اس فرقہ گمراہ پر علمائے جلیل کے بہت رَد دیکھے مگر اس رسالہ کا مثل نظر سے نہ گزرا۔ قال بفمہ ورقم بقلمہ خادم العلم بالحرم النبوی الشافعی ابراھیم ابن المرحوم محمد خیار الحسنی الحرمی۔

ابراہیم بن محمد خیار

الحمدُ اللہ علیٰ حصول المسئول وبلوغ نہایۃ الماٰمول فقیر عبدالمصطفیٰ احمد رضا سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی نے اس رسالہ کا مسوّدہ اوائل رجب ۱۳۰۵ھ میں کیا پھر بوجہ عروض بعض اعراض واہتمام دیگر اغراض مثل تحریر مسائل وتصنیف بعض دیگر رسائل جن کی ضرورت اہم نظر آئی اس کی تبییض نے تاخیر پائی، اب بحمد اللہ بعنایت الٰہی واعانت حضرت رسالت پناہی علیہ افضل الصلٰوۃ والسلام وعلیٰ آلہٖ وصحبہ الکرام سلخ شعبان سند مذکورہ کو وقت عصر یہ مسودہ مبیضہ ہوا اور اثنائے تبییض میں سرکار مفیض سے فیوض تازہ کا افاضہ ہوا۔

والحمد اولا واٰخرا وباطنا وظاھرا وصلی اللہ تعالٰی سیدنا مولٰنا محمد واٰلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ وعلینا بھم وبارك وسلم تسلیما کثیرا نسأل اللہ تعالٰی ان یتقبل سعینا ویغفرلنا ذنوبنا ویرحم فاقتتنا ویحیینا مسلمین ویمیتنا مومنین ویحشونا فی زمرۃ	اور اول و آخر، باطن وظاہر میں خدا ہی کے لیے حمد ہے۔ ہمارے آقا و مولا حضرت محمد، ان کی آل واصحاب، ان کے فرزند، ان کی جماعت پر، اور ان کے طفیل ہم پر بھی خدا کا درود، برکت اور بکثرت سلام ہو، اللہ تعالٰی سے ہماری دعا ہے کہ ہماری کوشش قبول فرمائے، ہمارے گناہ بخشے۔ ہماری محتاجی پر رحم فرمائے۔ ہمیں اسلام کے ساتھ زندگی اور ایمان کے ساتھ موت نصیب

الصالحین وان ینفع بھذا التالیف وسائر تصانیفی جمیع اخوانی فی الدین۔ انه سمیع قریب قدیر مجیب والحمد ﷲ رب العٰلمین۔	کرے، صالحین کی جماعت میں ہمارا حشر فرمائے اور اس تالیف سے اور میں دوسری تصانیف سے میرے تمام دینی بھائیوں کو فائدہ پہنچائے۔ بیشک وہ سننے والا قریب، قدرت والا مجیب ہے، اور سب خوبیاں خدا کے لیے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ (ت)

تمت وبالخیر عمّت

(رسالہ تمام ہوا اور خیر کے ساتھ عام ہوا۔ت)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تکمیل جمیل وتسجیل جلیل چند فوائد عالیہ کی یاددہانی میں

حامدا ومصلیا ومسلما

ہر چند یہ فوائد وہی ہیں جن کا ثبوت مباحث رسالہ میں گزرا مگر کتاب میں ان کے لیے کوئی فصل معین نہ تھی متفرق مواقع پر واقع ہوئے لہذا ان کے مہتم بالشان ہونے نے چاہا کہ یہاں ان کے مواضع پر مطلع کردیا جائے۔

فائدہ اولٰی: اس مسئلہ میں خلاف کرنے والے بدعتی گمراہ ہیں، دیکھو (قول ۱/۱۵) کہ ادراکاتِ موتٰی کا انکار مذہب معتزلہ ہے، (قول ۱۸/ ۲) کہ بعض معتزلہ رافضی جمادیت موتٰی سے سند لائے، (قول ۱۹/ ۳) کہ میّت کا جماد ہونا مذہب اعتزال ہے (قول ۲۵/ ۴) کہ علم موتٰی کا منکر نہ ہوگا مگر حدیثوں سے جاہل ہے اور دین سے منکر، (قول ۱۹۹/ ۵ و ۶/۲۰۰) کہ علم و سمع وبصر موتٰی پر تمام اہل سنت وجماعت کا اجماع ہے۔ پر ظاہر کہ ان کے اجماع کا مخاطب نہ ہوگا بد مذہب گمراہ۔

فائدہ ثانیہ: اہل قبور کے زائروں کو دیکھتے پہچانتے، ان کا کلام سنتے، سلام لیتے، جواب دیتے ہیں، یہ بات ہمیشہ ہے اس میں کسی دن کی تخصیص نہیں، جمعہ وغیر جمعہ سب یکساں، نہ کسی وقت کی خصوصیت، ہاں جمعہ کے دن خصوصًا صبح کو معرفت ترقی پر ہوتی ہے۔ دیکھو (قول ۱/۶۶ و ۲/۶۹ و ۸۰ / ۳ و ۴/۸۱ و ۵/۸۲ و حاشیہ قول ۶/۸۱) اور خود وہ تمام احادیث اور صدہا اقوال کہ فصول مقاصد دوم سوم میں اس مطلب پر منقول ہوئے کہ اپنے اطلاق وارسال سے اس عموم واطلاق کی دلیل کافی ہیں کما مرت الاشارۃ الیہ فی الکتاب (جیسا کہ کتاب میں اس کی طرف اشارہ گزرا۔ت)

فائدہ ثالثہ: ارواح مومنین کو اختیار ہوتا ہے کہ زمین وآسمان میں جہاں چاہیں جائیں، سیر کرتی، جولان فرمائیں، دیکھو (حدیث ۱/۱ و ۹/ ۲ و قول ۳/۱۳ و مقال ۴/۶) یہاں تک کہ بیداری میں اپنے مخلصین سے ملتے فیض بخشتے ہیں (مقال ۵/۷۰ و ۶/۷۱) ناتواں بیماروں کو پانی پلاتے، کپڑا اُڑھاتے ہیں (مقال ۷/۷۲) جہادوں میں شرکت فرماتے ہیں (مقال ۵/۱۵) دوستوں کی مدد، دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں (مقال ۹/۳۷) یہاں تک کہ شرح سنن نسائی شریف میں تصریح فرمائی کہ روح کا جسم کاسا نہیں وہ ایک وقت میں چند جگہ ہو سکتی ہے (قول ۷۹) میں کہتا ہوں اولیائے احیاء کی حکایات منقول کہ ایک وقت میں ستر جگہ تشریف فرما ہوتے تھے پھر بعد وصال کہ روح اپنی آزادی وترقی کامل پر ہوتی ہے اس وقت کے افعال کا کہنا ہی کیا ہے۔ زہر الربی میں ہمیں یہ بھی نقل فرمایا کہ ایمان والوں کے دل اسے بے تکلف قبول کر سکتے ہیں کہ جبریل امین علیہ الصلٰوۃ والسلام جب خدمت حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوتے سدرۃ المنتہٰی سے جدا نہ ہوتے ہوں بلکہ اسی آن میں یہاں بھی ہوں اور وہاں بھی العبارۃ عـــہ علی الحاشیۃ (عبارت حاشیہ میں ہے۔ت)

عـــہ: ھذا جبریل علیہ السلام راٰہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولہ ست مائۃ جناح، منھا جناحان سدا الافق وکان یدنو من النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، حتی یضع رکبتیہ علٰی رکبتیہ ویدیہ علی فخذیہ وقلوب المخلصین تتسع للایمان بانہ من الممکن انہ کان ھذا الدنو و ھو فی مستقرہ من السمٰوٰت وفی الحدیث فی رؤیۃ جبریل فرفعت راسی فاذا جبریل صاف قدمیہ بین السماء والارض یقول یا محمد انت رسول اللہ وانا جبریل فجعلت لا اصرف بصری الی ناحیۃ الا رأیتہ کذالک[1] ۱۲ (م)

یہ جبریل علیہ السلام ہیں جنھیں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس حالت میں دیکھا کہ ان کے چھ سو ۶۰۰ پر ہیں جن میں سے دو ۲ پروں نے سارا افق بھر دیا ہے، اور وہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قریب آتے یہاں تک کہ اپنے زانوں حضور کے زانوؤں سے ملا کر اور اپنے ہاتھ حضور کی رانوں پر رکھتے۔ اور مخلصین کے دل اس بات پر ایمان کی وسعت رکھتے ہیں کہ یہ ممکن ہے کہ یہ قرب اسی حال میں ہو جب وہ آسمان کے اندر اپنے مستقر میں موجود ہوں، اور حدیث میں حضرت جبریل کو دیکھنے کے بارے میں ہے: میں نے اپنا سر اٹھایا تو دیکھا کہ جبریل آسمان وزمین کے درمیان اپنے قدموں پر صف بستہ کہہ رہے ہیں اے محمد! آپ اللہ کے رسول ہیں اور میں جبریل ہوں، پھر جس طرف بھی نگاہ پھیرتا انھیں اسی کیفیت میں دیکھتا۔ (ت)

[1] زہر الربی علٰی سنن النسائی کتاب الجنائز ارواح المؤمنین نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۲۹۲

پھر سفہائے غافلین کا خود حضور پر نور روح روح القسط روح القدس روح الارواح صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نسبت یہ جاہلانہ وسوسہ کہ اگر وہ کسی مجلس میں تشریف لائیں تو پیش از قیامت مرقد اطہر سے خروج لازم ہو، اور چاہئے کہ اس وقت روضہ انور خالی رہ جائے، محض حماقت ہے۔

اولاً: وہ روح کا جسم پر قیاس اور زندان وہم میں سلطان عقل کا احتباس۔

ثانیاً: ہوشمندوں نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ روحیں تو عوام مومنین کی بھی قبور میں محبوس نہیں رہتیں بلکہ اپنے اپنے مراتب کے لائق علیین یا جنت یا آسمان یا چاہ زمزم وغیرہ میں ہوتی ہیں، جسے علمائے کرام یہاں تک کہ شاہ عبدالعزیز صاحب نے بھی تفسیر عزیزی عـــہ میں مفصلاً ذکر کیا:

ثالثاً یہ اعتراض بعینہٖ ان احادیث کثیرہ پر بھی وارد جن میں صریح تصریح کہ ارواح مومنین بعد انتقال جہاں چاہیں سیر کرتی ہیں، لازم کہ جب وہ سیر کو جائیں قبریں خالی رہ جائیں اور قیامت سے پہلے حشر ہوجائے مگر جہل و تعصب جو نہ کرائیں وہ غنیمت ہے، چند سال ہوئے فقیر کے پاس ایک سوال آیا زید کہتا ہے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم روضہ انور سے جہاں چاہتے ہیں تشریف لے جاتے ہیں، عمرو منکر ہے انا للہ وانا الیہ راجعون، فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے اس کے جواب میں مفصل فتوٰی لکھا اور وہاں اس سیر واختیار کو شہداء وغیر شہداء عام مومنین کی ارواح کے لیے بہت حدیثوں سے ثابت کیا اور کلمات علمائے دین سے اس کے وقائع گئے۔ یہ

عـــہ: مقام علیین بلائے ہفت آسمان است و پائیں آن متصل بہ سدرۃ المنتہٰی وبالائے آن متصل بپایہ راست عرش مجید است و ارواح نیکاں بعد از قبض در آن جا می رسند ومقربان یعنی انبیاء واولیاء درآن مستقرمی مانند وعوام صلحارا بعد از نویسانیدن نام و رسانید نامہائے اعمال برحسب مراتب در آسمان دنیا یا درمیان آسمان وزمین یا در چاہ زمزم قرار می دہند وتعلقے بقبر نیز ان ارواح رامی باشند [1]۔ آخر عبارت کہ مقال ۷ میں گزری ۱۲ از تفسیر عزیزی (م)

علیین ساتوں آسمان کے اوپر ہے اس کا زیریں حصہ سدرۃ المنتہٰی سے متصل ہے اور بالائی حصہ عرش مجید کے دائیں پائے سے متصل ہے، نیکوں کی روحیں قبض ہونے کے بعد وہاں پہنچتی ہیں اور مقربین یعنی انبیاء واولیاء اس مستقر میں رہتے ہیں، اور عام صالحین کو درج کرانے اور اعمال نامے پہنچ جانے کے بعد حسبِ مراتب آسمان دنیا، یا درمیان آسمان وزمین یا چاہ زمزم میں جگہ دیتے ہیں اور ان کو قبر سے بھی ایک تعلق رہتا ہے۔ (ت)

[1] تفسیر عزیزی پارہ عم زیر آیۃ ان کتاب الابرار لفی علیین مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ص ۱۹۳

فتوٰی فقیر کی مجلد ششم فتاوٰی مسمّٰی بہ العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویۃ میں منسلک۔ **والحمد للہ رب العلمین**

فائدہ رابعہ بغایت نافعہ: ارواح طیبہ کے نزدیک دیکھنے سننے میں دور ونزدیک سب یکساں ہے یہ ایک مطلب نفیس وجلیل وعظیم الفائدہ ہے جس کی طرف توجہ خاص لازم۔ دیکھو (قول ۱/۶۵) کہ اولیاء احیاء نور خدا سے دیکھتے ہیں، اور نور خدا کو کوئی چیز حاجب نہیں، پھر اموات کا کیا کہنا (قول ۲/۶۹) کہ قبر سے نزدیکی توجعہ کو ہوتی ہے اور ادراک وشناخت دائمی (قول ۸/۷، ۳/۸۶ و ۴/۸۶) کہ روح جنت یا آسمان یا علیین میں رفیق اعلٰی میں ہوتی ہے اور وہیں سے زائر کی آواز سنتی ہے جواب دیتی، ادراک کرتی، اپنے بدن سے کام لیتی ہے۔ پھر کون بتاسکتا ہے کہ زمین سے جنت تک کے لاکھ کے کروڑ منزل کا فاصلہ ہے نہ کہ بریلی سے بغداد یا ہند سے مدینہ صلی اللہ تعالٰی علٰی مالکہا وآلہ وبارک وسلم، (قول ۵/۱۱۳ و ۶/۱۱۴) ارواح کے آگے کچھ پردہ نہیں اور انھیں سارا جہاں یکساں ہے (قول ۷/۱۸۷ و ۸/۱۸۸ و ۹/۱۸۹) کہ ارواح قدسیہ سب کچھ ایسا دیکھتی سنتی ہیں جیسے سامنے حاضر ہے (مقال ۱۰/۷) شاہ عبدالعزیز صاحب کا قول کہ روح کو قرب وبُعد مکانی اس دریافت کا حاجب نہیں اس کا حال نگاہ کے سامنے کہ کنویں کے اندر سے ساتوں آسمان کے ستارے دیکھ سکتی ہے۔ یہی معنی ہیں ارشاد عالی دو امام اہلبیت طہارت، دو فرزند ریحانین، رسالت حضرت امام اجل زین العابدین علی بن حسین شہید کرب وبلا وحضرت امام حسن مثنّٰی ابن امام اکبر سیدنا حسن مجتبٰی صلوات اللہ وسلامہ علٰی ابیہم الکریم وعلیہم کے کہ زائرین مزار اقدس سے فرمایا:

انتم ومن فی الاندلس سواء۔ حکاہ فی جذب القلوب وغیرہ۔	تم اور جو اندلس میں بیٹھے ہیں برابر ہیں (اسے جذب القلوب وغیرہ میں بیان کیا گیا ہے۔ ت)

سوال ۶ میں حدیث گزری کہ اللہ تعالٰی کا ایک فرشتہ ہے جو روضہ اقدس پر کھڑا تمام جہانوں کی آوازیں سنتا ہے معلوم ہوا کہ یہ خاصہ ملزومہ الوہیت نہیں بلکہ بندے کو اس کا حصول ممکن اور زیر قدرت الٰہی داخل پھر کسی کے لیے اس کا اثبات شرک ہونا عجب تماشا ہے۔ فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے اس کی تحقیق تام اپنے رسالہ **سلطنۃ المصطفٰی فی ملکوت کل الورٰی** میں ذکر کی **وباللہ التوفیق**۔

فائدہ خامسہ: ولہٰذا ان کی امداد ہر جگہ جاری، کچھ نزدیکوں پر منحصر نہیں، اور اسی لیے ان سے استمداد اور ان کی ندا میں بھی حضور مزار غیر مشروط بلکہ جہاں سے چاہو صحیح ودرست ہے اگرچہ حضور مزارات میں نفع اتم وزائد ہے دیکھو (قول ۱/۱۳ و ۲/۱۱۴) غور کرو ائمہ مجتہدین کے پیرو تمام ملک خدا میں کہاں سے کہاں تک پھیلے ہیں پھر وہ کیونکر ہر شخص کی ہر مشکل وآفت میں مدد فرماتے اور دائمًا خبر گیراں رہتے ہیں، اس طرح حضرات اولیائے کرام

اپنے مریدان سلاسل کے ساتھ ، دیکھو (قول ۳/۹۷) خود سیدی احمد زروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: جب کوئی مصیبت آئے یازروق عــہ کہہ کر پکار میں فوراً امداد کو آؤں گا دیکھو (قول ۴/۱۶۳) اور شاہ عبدالعزیز صاحب کا قول ، دیکھو (مقال ۵/۸۸) شاہ ولی اللہ کہتے ہیں گھر بیٹھے ارواح طیبہ کی طرف توجہ کرو، دیکھو (سوال ۶/۱۲) مرزا مظہر صاحب عارضہ جسمانی میں حضرت مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کی طرف اور مشکل باطنی میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی جانب توجہیں کرتے ادھر سے امداد فرمائی جاتی دیکھو (سوال ۷/۱۷ و مقال ۳۲ /۸) گھر بیٹھے قصائد سناتے ارواح عالیہ سے نوازشیں پاتے دیکھو (سوال ۹/۱۸ و مقال ۱۰/۱۰) حضور پر نور غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت کہا حضور کے جس متوسل سے ملاقات ہوئی توجہ والا اس کے حال پر مبذول پائی دیکھو (مقال ۱۱/۳۳) مغلوں کا بیان کہ جنگل میں سوتے وقت اپنا مال حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہ العزیز کی حمایت میں سونپتے ہیں اس پر غیب سے مدد پاتے ہیں دیکھو (مقال ۱۲/۳۴) ہر شہر میں بندگانِ خدا ولایت قطبیت کے مراتب پاتے ہیں پھر کیونکر ان سب کو وہ فیض حضرت ائمہ اطہار و حضور غوث الثقلین رضی اللہ تعالٰی عنہم عطافرماتے ہیں۔ دیکھو

عــہ: **فائدہ جلیلہ:** علامہ زیادی پھر علامہ اجہوری پھر علامہ داؤدی پھر علامہ شامی فرماتے ہیں: جس کی کوئی چیز گم جائے مکان بلند پر رو بقبلہ کھڑے ہوکر فاتحہ پڑھے اور اس کا ثواب حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نذر کرے پھر اس کا ثواب سیدی احمد بن علوان یمنی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں ہدیہ کرے اسکے بعد یوں عرض سا ہو کہ: یا سیدی احمد یا ابن علوان! میری گمی ہوئی چیز مجھے مل جائے الخ۔ ردالمحتار حاشیہ درمختار کے منہیہ میں ہے:

قرر الزیادی ان الانسان اذا اضاع له شیئ و اراد ان یرد الله سبحانه علیه فلیقف علی مکان عال مستقبل القبلة ویقرء الفاتحة ویهدی ثوابها للنبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم ثم یهدی ثواب ذلك لسیدی احمد بن علوان ویقول یا سیدی احمد یا ابن علوان ان لم ترد علی ضالتی و الا نزعتك من دیوان الاولیاء فان الله تعالٰی یرد علی من قال ذلك ضاله ببرکته اجهوری مع زیادة کذا فی حاشیة شرح المنهج للداؤدی رحمه الله تعالٰی انتهی ۱۲ (م)

زیادی نے بیان کیا ہے کہ جب کسی کی کوئی چیز گم ہوجائے تو کسی اونچی جگہ پر قبلہ رو کھڑا ہوجائے، فاتحہ پڑھے اور اس کا ثواب نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ہدیہ کرے پھر اس کا ثواب سیدی احمد بن علوان کو ہدیہ کرے اور عرض گزار ہو کہ سیدی احمد، یا ابن علوان! اگر آپ نے میری گم شدہ چیز واپس نہ کرائی تو دفتر اولیاء سے آپ کا نام نکلوادوں گا، اللہ تعالٰی یہ کہنے والے کو اس کی گم شدہ چیز ان کی برکت سے واپس دلادے گا ___ اجہوری باضافہ اس طرح داؤدی رحمۃ اللہ تعالٰی کی شرح منہج میں ہے ۱۲ (ت)

(مقال۳۸/۱۳و ۳۹ /۱۴و ۴۰/۱۵و ۴۱ /۱۶و ۴۲ /۱۷و ۴۳/۱۸و ۴۴ /۱۹و ۴۵ /۲۰و ۶۴/۱۱) سلطنتیں اور امانتیں کسی ملک میں و شہر میں نہیں ہوتیں پھر ان سب میں حضرت مولٰی مشکل کشا کا توسط کیونکر ہوتا ہے دیکھو (مقال۱۸/۲۲) حضور غوث اعظم رضی للہ تعالٰی نے شیخ ابوالرضا کو اسرار تعلیم فرمائے دیکھو (مقال ۷۰/۲۳و ۷۱/۲۴) یہ ایک عجوزہ کو پانی پلا کر لحاف اڑھا کر غائب ہوگئے، دیکھو (مقال ۷۲/۲۵) حضور غوث اعظم و حضرت نقشبند رضی اللہ تعالٰی عنہما نے اپنے مریدان سلسلہ کی تربیت فرمائی، دیکھو (مقال ۷۶/۲۲و ۷۷/۲۷) اسمٰعیل دہلوی مدعی کہ دونوں ارواح طیبہ نے ان کے پیر پر جلوہ فرمایا اور پہر بھر تک توجہ بخشی، دیکھو (مقال ۷۸/۲۸) ولہٰذا یا رسول اللہ، یا علی، یا شیخ عبدالقادر جیلانی کہنا بے تخصیص مکان وقید زمان جائز ہوا اور شاہ ولی اللہ اور ان کے اکابر نے یا علی یا علی کا وظیفہ کیا، دیکھو ۱۶۰/۲۹ و ۱۶۱/۳۰ و ۱۶۲/۳۱ و مقال ۹۰/۳۲ و ۹۱/۳۳ و ۹۲/۳۴ و ۹۳/۳۵ و ۹۴/۳۶ و ۹۵/۳۷ و ۹۶/۳۸ و ۹۷/۳۹ و ۹۸/۴۰ و ۹۹/۴۱ و ۱۰۰/۴۲ و ۱۰۱/۴۳ و ۱۰۲/۴۴ و ۱۰۳/۴۵ و ۱۰۴/۴۶۔ مسلمان ان فوائد سے غفلت نہ کرے کہ بہت نافع ہیں اور ضلالت سے مانع، **واللہ الہادی الٰی صراط مستقیم** (خدا ہی سیدھے راستے کی ہدایت دینے والا ہے۔ت)

تنبیہ: یہ مواضع بعیدہ سے استمداد کا مسئلہ بجائے خود ایک مستقل تالیف کے قابل ہے جس کی تائید میں خود حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بہت احادیث اور خاص تصریح میں حضرت عبداللہ بن عباس و عبداللہ بن عمر و عثمان بن حنیف وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم کے آثار اور علاوہ ان چھیالیس[۴۶] مصرحوں، تیرہ[۱۳] مویدوں کے جن کی طرف فائدہ خامسہ و رابعہ میں ایما ہوا بہت ائمہ دین وعلمائے معتمدین و کبرائے خاندان عزیزی کے اقوال اس وقت میرے پیش نظر جلوہ گر رہے ہیں عجب نہیں کہ حضرت جل وعلا کا ارادہ ہو تو فقیر اپنے رسائل کثیرہ کی تتمیم وتبییض سے فارغ ہو کر خاص اسباب میں ایک جامع رسالہ ترتیب دے اور ان سب احادیث واقوال ماضیہ وآیتہ کو فراہم کرکے تحقیقات سلطنۃ المصطفٰی وغیرہا میں اقامت تازہ کا اضافہ کرے **واللہ الموفق وبہ نستعین والحمد للہ رب العٰلمین** (اور خدا ہی توفیق دینے والا ہے۔ اور اسی سے ہم مدد مانگتے ہیں اور تمام تعریف اللہ کے لیے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ت)

تذییل

نواب صدیق حسن خان بہادر شوہر ریاست بھوپال رسالہ تقصار جیود الاحرار میں تصریح کرتے ہیں کہ غوث الثقلین و غوث اعظم و قطب الاقطاب کہنا شرک سے خالی نہیں، میں کہتا ہوں نواب بہادر نے یہاں خدا جانے کس خیال سے ایسا گرا ہوا لفظ لکھا ورنہ بیشک تمام وہابیہ پر فرض قطعی کہ صرف لفظ غوث کہنے پر خالص شرک جلی کا حکم لگائیں، غوث اعظم و غوث الثقلین تو بہت اجل واعظم ہے، آخر غوث کے کیا

معنی فریاد کو پہنچنے والا، جب ان کے نزدیک استمداد فریاد شرک، تو فریاد رس، کہنا کیونکر شرک صریح نہ ہوگا، اب دیکھئے کہ ان حضرات کے طور پر کون کون مشرک ہوگیا، قاضی ثناء اللہ پانی پتی ومیاں اسمٰعیل دہلوی نے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو غوث الثقلین لکھا، دیکھو (مقال ۳۸و۸۷) شاہ ولی اللہ امام معتمد اور شیخ ابوالرضاء ان کے جدّ امجد اور مرزا جانجاناں انکے ممدوح اوحد، اوران کے پیر سلسلہ شیخ عبدالاحد نے غیاث الدارین حضور غوث الثقلین کو غوث اعظم کہا، دیکھو (مقال ۶۱، ۷۰، ۷۱، ۷۷، ۷۶) شاہ عبدالعزیز صاحب نے تفسیر عزیزی میں فرمایا:

برخے از اولیاء مسجود خلائق ومحبوب دلہا گشتہ اند مثل حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ وسلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء قدس اللہ تعالٰی سرہما۔[1]	کچھ اولیاء خلائق کے مسجود اور دلوں کے محبوب ہوگئے ہیں جیسے حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ اور سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء قدس اللہ تعالٰی سرّھما (ت)

تنبیہ: ذرا یہ "مسجود خلائق" کا لفظ بھی پیش نظر رہے جس نے شرک کا پانی سر سے گزار دیا، میاں اسمٰعیل نے صراط مستقیم میں کہا:

طالبان نافہم میدانند کہ مانیز ہم پایئہ حضرت غوث الاعظم شدیم[2]۔	نافہم طالب یہ سمجھتے ہیں کہ ہم بھی غوث الاعظم کے ہم پایہ ہوگئے۔ (ت)

انھیں بزرگوار نے حضرت خواجہ قطب الحق والدین بختیار کاکی قدس سرہ العزیز کو قطب الاقطاب لکھا، دیکھو (مقال ۷۹) اور ہاں مولوی اسحٰق صاحب تو رہے ہی جاتے ہیں جنھوں نے مائۃ مسائل کے جواب سوال دہم کہا: "ولایت وکرامت حضرت غوث الاعظم قدس سرہ[3]" غرض مذہب کو طائفہ عجب مذہب ہے جس کی بناء پر تمام ائمہ وعمائد طائفہ بھی سو سو طرح مشرک کافر بنتے ہیں، لاحول ولا قوۃ الاّ باللہ العلی العظیم۔

تنبیہ مہم واجب الملاحظہ ہر مسلم

الحمد للہ کلام نے ذروہ منتہٰی لیااور بیان نے مسئلے کو اس کا حق دیا ذلك من فضل اللہ علینا

[1] تفسیر عزیزی پارہ عم سورۃالم نشرح مسلم بک ڈپولال کنواں دہلی ص ۳۲۲

[2] صراط مستقیم تکملہ دربیان سلوک ثانی راہ ولایت مکتبہ سلفیہ لاہور ص ۱۳۲

[3] مائۃ مسائل جواب سوال دہم مسئلہ ۹ مکتبہ توحید وسنت پشاور ص ۲۰و۲۱

وعلی الناس ولکن اکثر الناس لایشکرون (یہ ہم پر اور لوگوں پر خدا کا ایک فضل ہے لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔ت)

اب حضرات وہابیہ سے اتنا پوچھ لینا چاہیئے کہ اس مختصر رسالہ کے مقصد سوم نے علماء کے تین سو پانچ [305] قول آپ کے گوش گزار کئے جن میں ایک سو انچاس [149] علم و سمع وبصر موتٰی کے متعلق خاص، اور پانچ [5] میں یہ کہ اولیاء کی کرامتیں بعد وصال بھی باقی ہیں ان ایک سو چون [154] پر تو آپ کی سرکار سے شاید صرف حکم بدعت وضلالت ہو، اگرچہ وہ بھی بتصریح امام الطائفہ مثل محل اصل ایمان ہے۔ باقی کتنے رہے ایک سو اکاون [151] اور تین قول ابھی ابھی اسی تکملہ کے فائدے میں تازہ مذکور ہوئے۔ یہ پھر ایک سو چون [154] ہوگئے جن کے مفاد مقاصد کی تفصیل اس جدول سے ظاہر۔

اس باب میں کہ	اقوال ائمہ وعلمائے سلف	مقالات خاندان عزیزی	کُل	مجموعہ
اولیاء بعد وصال بھی تصرف فرماتے ہیں	۸	۷	۱۵	
وہ بعد رحلت بھی بدستور نزدیک و دُور مدد کرتے ہیں	۲۵	۵۹	۸۴	—
وقت حاجت اُن سے استعانت اور ان کی ندا نزدیک و دُور ہر جگہ سے روا۔	۱۶	۲۶	۴۲	۵
ارواح طیبہ کو بعد انتقال دیکھنے سُننے میں دُور و نزدیک یکساں	۱۲	۱	۱۳	۲

اب ان کی نسبت ارشاد ہو وہ ایک سو چون [154] بدعت تھے، یہ ایک سو چون آپ کے مذہب میں خالص شرک، اور ان کے قائل ائمہ وافاضل عیاذًا باللہ پکے مشرک ٹھہریں گے یا نہیں، اگر کہیئے نہ (خدا کرے ایسا ہی ہو) تو الحمد للہ کہ ہدایت پائی اور کفر و شرک کی تیز و تند کہ مدتوں سے بیرنگ چڑھی تھی اتار پر آئی، رب قدیر کو ہدایت فرماتے کیا دیر لگتی ہے۔ آخر کلمہ پڑھتے ہو، شاید پاس اسلام کچھ جھلک دکھا جائے، اور محبوبان خدا وائمہ ہدی کو معاذاللہ کافر ومشرک کہتے جگر تھرائے، ان ذلك علی اللہ یسیر ان اللہ علی کل شیء قدیر (بیشک وہ خدا پر آسان ہے یقینا اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ت) اور اگر شاید اصرار مذہب وتعصب مشرب آڑے آئے، اور بے دھڑک آپ کے منہ سے ہاں نکل جائے، تو آپ صاحبوں سے تو اتنا عرض کروں گا کہ حضرات! جنھیں آپ نے مشرک کہہ دیا ذرا نگاہ رُبرُو ان میں شاہ ولی اللہ و شاہ عبدالعزیز صاحبان اور ان کے اسلاف واخلاف یہاں تک کہ خود بانی مذہب امام الطائفہ مولوی اسمٰعیل دہلوی بھی ہیں، اب ان کی نسبت تصریحا استفسار، اگر یہاں جھجکے تو کہوں گا کیوں صاحب! اسی بات پر ائمہ ہُدی تو پناہم بخدا چنین وچناں ٹھہریں اور یہ حضرات مطلق العنان

کیاان کے لیے کوئی وحی آگئی ہے کہ احکام الٰہی سے مستثنٰی رہیں، یا انھوں نے رحمان سے عہد لے لیا ہے کہ ان کی امامت میں بال نہ آئے اگرچہ شرک کے بول کہیں۔

آٰللّٰہُ اَذِنَ لَکُمۡ اَمۡ عَلَی اللّٰہِ تَفۡتَرُوۡنَ ﴿۵۹﴾ [1] مَا لَکُمۡ ۟ کَیۡفَ تَحۡکُمُوۡنَ ﴿۳۶﴾ اَمۡ لَکُمۡ کِتٰبٌ فِیۡہِ تَدۡرُسُوۡنَ ﴿۳۷﴾ اِنَّ لَکُمۡ فِیۡہِ لَمَا تَخَیَّرُوۡنَ ﴿۳۸﴾ [2]	کیاخدا نے تم کواس کااذن دیا ہے یااللہ پر جھوٹ باندھتے ہو، تمھیں کیا ہوا تم کیسا حکم لگاتے ہو؟ یا تمھارے لیے کوئی کتاب ہے جس میں تم پڑھتے ہو کہ اس میں تمھارے لیے وہ ہے جو تم پسند کرتے ہو۔(ت)

اور اگرشاید بات کی پچ ایسی ہی آپڑی کہ یہاں بھی کُھل کر شرک کی جڑی۔

شادم کہ از قیباں دامن کشاں گزشتی گومشت خام ماہم بر باد رفتہ باشد

(میں خوش ہوں کہ تم رقیبوں سے دامن کھینچ کر نکل گئے، گو اس میں ہماری خاک بھی برباد ہوگئی۔ت)

غرض اس تقدیر پراپ سے زیادہ عرض کا کیا محل ہوگا جزاین کہ سلام علیکم لَا نَبۡتَغِی الۡجٰہِلِیۡنَ ﴿۵۵﴾ [3] (سوائے اس کے کہ تم پر سلام ہم نادانوں کو نہیں چاہتے۔ت)

ہاں عوام اہلسنت کو بیدار کروں گا کہ بھائیو! اب بھی وضوح حق میں کچھ باقی ہے جس نامہذب ناپاک مشرب کی روح سے صحابہ وتابعین وائمہ مجتہدین وعلمائے دینوی واولیائے کاملین قرون ثلثہ سے لے کر آج تک سب کے سب معاذاللہ مشرک کافر بدعتی خاسر ٹھہریں ع

مذہب معلوم واہل مذہب معلوم ظاہر ہے کہ وہ طائفہ تالفہ کیسا ہوگا اور اسے سنت وجماعت سے کتنا علاقہ، سبحان اللہ سنت جماعت کو شرک بتائیں، جماعت سنت کو مشرک ٹھہرائیں، پھر سنی ہونے کا دعوی بجا۔

کلا ورب العرش الاعلی قل جاء الحق وزھق الباطن ان الباطن کان زھوقا والحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین، سبحانك الھم وبحمدك اشھد ان لا الہ الا انت استغفرك واتوب الیك والحمد للہ رب العالمین	عرش اعلٰی کے رب کی قسم، ہر گز نہیں! فرمادو حق آیا اور باطل مٹا، بیشک باطل مٹنا ہی تھا، ساری تعریف خدا کے لیے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ اور درود سلام رسولوں کے سردار حضرت محمد اور ان کے آل واصحاب پر، اے اللہ! تیری حمد کے ساتھ تیری پاکی بیان کرتا ہوں، ۔میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں تجھ سے مغفرت کا طالب اور تیری بارگاہ میں تائب ہوں، اور سب خوبیاں سارے جہانون کے مالک اللہ کے لیے ہیں(ت)

---

[1] القرآن ۱۰/۵۹

[2] القرآن ۶۸/۳۶تا۳۸

[3] القرآن ۲۸/۵۵

تذییل اہم اجل واعظم
رسالہ
الوفاق المتین بین سماع الدّفین وجواب الیمین ١٣١٦ھ

(مدفون کے سننے اور مسئلہ قسم کے درمیان محکم مطابقت)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللھم لك الحمد وبك استعین صل وسلم وبارك علی الامان الامین المبارك الیمین حبیبك واٰلہ وصحبہ اجمعین ما بر بار او حنث حانث فی یمین ۔	اے اللہ تیرے ہی لیے حمد ہے اور میں تجھ سے مدد کا طالب ہوں امانت دار امان، یمین وبرکت والے اپنے حبیب اور ان کی تمام آل واصحاب پر درود و سلام نازل فرما جب تک کوئی قسم پوری کرنے والا قسم پوری کرے یا قسم توڑنے والا قسم توڑے۔ (ت)

عائدہ جزیلہ تحقیق مسئلہ یمین میں: حضرات منکرین کی غایت سعی وتمام مایہ ناز اس باب میں جو کچھ ہے وہ یہی مسئلہ یمین ہے جسے دکھا کر عوام بلکہ کم علموں کو متزلزل کردیتے ہیں یا کیا چاہتے ہیں، مائتہ مسائل میں کافی شرح وافی، وفتح القدیر وکفایہ حواشی ہدایہ ومستخلص وعینی شروح کنز سے طولانی عبارتیں کچھ قطع وبرید کچھ بیگانہ مزید پر مشتمل نقل کیں کہ عوام بڑی بڑی عبارات عربیہ دیکھ کر ڈر جائیں۔ اور اگر سماع موتٰی سے منکر نہ ہوں تو لااقل تردد تو کر جائیں، مگر بحمد اللہ اہل علم جانتے ہیں کہ یہ سب نری ملمع کاری ہے ورنہ وہ عبارات اور ان جیسی سو یا ہزار جتنی اور ہوں نہ ہمیں مضر نہ منکرین کو مفید، نہ اہل سنت وجماعت کا اجماعی مسئلہ جو نصوص صریحہ احادیث صحیحہ سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت کسی مشکک کی تشکیکات بے معنی سے متزلزل ہوسکے، فقیر غفر اللہ المولی القدیر اس کی تحقیق وتنقیح میں بھی کچھ کلمات چند نافع وسود مند گزارش کرے کہ باذنہٖ تعالٰی موافق کو ثبات واستقامت، مخالف منصف کو رشاد وندامت، مکابر متعسف کو وبال وغرامت دیں،

وباللہ التوفیق بہ الوصول الی ذری التحقیق (اور خدا ہی سے توفیق اور اسی کی مدد سے بلندی تحقیق تک رسائی۔ ت) مسئلہ ہے کہ اگر کوئی شخص قسم کھائے زید سے بول نہ بولوں گا، تو یہ قسم زید کی حالت حیات پر متصور رہتی ہے۔ اگر بعد انتقال زید سے کلام کرے حانث نہ ہوگا، اصل مسئلہ ہمارے ائمہ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہم سے صرف اس قدر ہے۔ اور اس کی وجہ یہ کہ ہمارے نزدیک بنائے یمین عرف پر ہے۔ لفظ سے جو معنٰی عرفاً مراد و مفہوم ہوتے ہیں ان پر قسم وارد ہوتی ہے نہ معنی لغوی یا شرعی پر، تمام کتب مذہب اور خود ان کتب مذکورہ میں (جن کی عبارات کو منکرین راہ جہل یا تجاہل اپنی سند سمجھے) اس امر کی تصریحات جلیہ ہیں، مثلاً قسم کھائی بچھونے پر نہ بیٹھے گا یا چراغ سے روشنی نہ لے گا یا چھت کے نیچے نہ آئے گا تو زمین پر یا دھوپ میں یا زیر آسمان بیٹھنے سے قسم نہ ٹوٹے گی اگرچہ قرآن عظیم میں زمین کو فرش اور آفتاب کو سراج اور آسمان کو سقف فرمایا،

قال اللہ تعالٰی جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا [1] وقال اللہ تعالٰی وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا [2] وقال اللہ تعالٰی وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا [3]۔	اللہ تعالٰی فرماتا ہے: تمھارے لیے زمین کو بچھونا بنایا، اور فرماتا ہے: اس میں ایک چراغ اور ایک روشن چاند بنایا۔ اور فرماتا ہے: ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنایا (ت)

یوہی قسم کھائی کسی گھر میں نہ جائے گا، تو مسجد وغیرہ معابدہ میں جانے سے حانث نہ ہوگا اگرچہ لغۃً ان پر بھی گھر کا لفظ صادق، وجہ وہی ہے کہ اگرچہ شرعًا یا لغۃً یہ اشیاء ان الفاظ میں داخل مگر ایمان میں عرفاً شمول درکار ہے وہ یہاں غیر حاصل، بعینہٖ اسی وجہ سے مسئلہ مذکورہ میں بعد موت بولنے سے حنث زائل کہ کسی سے نہ بولنا عرفاً اس کی موت کے بعد سلام وکلام کو غیر شامل، اس سے یہ تراش لینا کہ ہمارے اصل ائمہ مذہب کے نزدیک میّت سے کلام حقیقۃً یا شرعًا کلام نہیں محض باطل، اور ایسا گمان کرنے والا اصل بنائے مسئلہ سے جاہل یا ذائل، ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم نے جس طرح یہ تصریح فرمائی یوں ہی یہ بھی کہ صورت مذکورہ میں اگر قسم کھانے والا اور زید دونوں نماز میں تھے اور زید نے سلام پھیرنے میں ہمراہیوں پر سلام کی نیت کی حانث نہ ہوگا، اور بیرون نماز اگر زید کسی مجمع میں ہو اور قسم کھانے والا السلام علیکم کہے حانث ہو جائے گا یونہی اگر زید امام تھا اور یہ مقتدی زید نماز میں کچھ بھولا اس نے بتایا قسم نہ ٹوٹے گی، اور نماز سے باہر بتایا ٹوٹ جائے گی، بحر الرائق وردالمحتار وغیرہ کتب کثیرہ میں ہے:

لو سلم علی قوم فیھم حنث الا ان	اگر کسی جماعت کو سلام کیا جس میں وہ بھی موجود ہے

[1] القرآن ۲/۲۲

[2] القرآن ۲۵/۶۱

[3] القرآن ۲۱/۳۲

لایقصدہ فیدین ولوسلم من الصلوۃ الایحث وان کان المحلوف علیہ من یسارہ ھوا لصحیح لان اسلامین فی الصلٰوۃ من وجہ ولو سبح لہ السھو ا و فتح علیہ القرأۃ وھو مقتد لم یحنث وخارج الصلٰوۃ حنث [1]۔	(جس سے کلام نہ کرنے کی قسم کھائی تھی) تو حانث ہو جائے گا۔ لیکن اگر سلام میں اس کا قصد نہ کیا تو دیانۃً اس کا بیان مانا جائے گا، اور اگر نماز کا سلام پھیرا اور وہ جس سے متعلق قسم کھائی تھی اس کے بائیں موجود ہے تو بھی قسم نہ ٹوٹی یہی صحیح ہے۔ اس لیے کہ دونوں سلام بھی ایک طرح داخل نماز ہیں۔ اور اگر وہ امام تھا یا مقتدی، سہو پر اس کے لیے سبحان اللہ کہا یا قرات میں غلطی پر لقمہ دیا تو حانث نہ ہوگا اور بیرون نماز ایسا ہوا تو حانث ہو جائے گا۔ (ت)

اب اس سے یہ قرار دے لینا کہ نمازی پتھر ہیں نمازی کچھ سنتے نہیں، نمازیوں سے کلام حقیقۃً کلام ہی نہیں۔ اس جہالت کی کچھ بھی حد ہے، خواہ انھیں کی کتب مستندہ کی عبارتیں سنئے۔ کافی میں ہے:

الاصل ان الالفاظ المستعملۃ فی الایمان مبنیۃ علی العرف عندنا (الی ان قال) قلنا ان غرض الحالف ما ھو المتعارف فیتقید بماھو غرض الابری ان من خلف ان لایستضی بالسراج اولا یجلس علی البساط فاستضاء بالشمس او جلس علی الارض لایحنث، وان سمی فی القرآن الشمس سراجا والارض بساطا رجل حلف ان لایدخل بیتا لا یحنث بدخل الکعبۃ والمسجد والبیعۃ والکنیسۃ [2] الخ۔	اصل یہ ہے کہ ہمارے نزدیک قسم میں استعمال ہونے والے الفاظ کی بناء عرف پر ہے (آگے فرمایا) ہم یہ کہتے ہیں قسم کھانے والے کا مقصد وہی ہوتا ہے جو عرف میں جاری ہے تو اس کی قسم اس کے مقصود سے مقید رہے گی۔ دیکھیے اگر کسی نے قسم کھائی کہ چراغ سے روشنی نہ لے گا یا بچھونے پر نہ بیٹھے گا اور سورج سے روشنی لی یا زمین پر بیٹھا تو حانث نہ ہوگا اگرچہ قرآن میں سورج کو چراغ اور زمین کو بچھونا فرمایا ہے۔ کسی نے قسم کھائی گھر میں نہ جائے گا توکعبہ و مسجد یا کلیسا اور گرجا میں جانے سے حانث نہ ہوگا الخ۔ (ت)

اسی فتح القدیر میں ہے:

الاصل ان الایمان مبینۃ علی العرف عندنا لاعلی الحقیقۃ اللغویۃ کما نقل عن الشافعی	اصل یہ ہے کہ ہمارے نزدیک قسم کی بنا پر عرف پر ہے حقیقت لغویہ پر نہیں۔ جیسا کہ امام شافعی سے منقول

[1] ردالمحتار کتاب الایمان مصطفی البابی مصر ۳/ ۱۱۲

[2] کافی شرح وافی

ولا علی الاستعمال القراٰنی کما عند مالك ولا علی النبیة مطلقا کما عند احمد[1]۔	ہے ___ نہ ہی قرآن کے استعمال پر ___ جیسا کہ امام مالک کے یہاں ہے ___ نہ ہی مطلّقانیت پر ___ جیسا کہ امام احمد کے یہاں ہے۔ (ت)

اسی کفایہ میں ہے:

الاصل ان لالفاظ المستعملة فی الایمان مبنیة علی العرف عندنا وعند الشافعی علی الحقیقة لان الحقیقة بان یراد، وعند مالك علی معانی کلام القراٰن لانه علی اصح اللغات وافصحها ولنا ان غرض الحاف ماهو والمتعارف فینعقد بغرضه[2]۔	اصل یہ ہے کہ قسم میں جو الفاظ استعمال ہوتے ہیں ہمارے نزدیک ان کی نبا عرف پر ہے۔ اور امام شافعی کے یہاں حقیقت پر ہے اس لیے کہ حقیقت اس قابل ہے کہ مراد ہو، اور امام مالک رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے یہاں الفاظ قرآن کے معانی پر ہے اس لیے کہ قرآن سب سے زیادہ صحیح اور فصیح زبان پر وارد ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ قسم کھانے والے کی غرض وہ ہی ہوتی ہے جو عرف میں ہے تو اس کی غرض سے منعقد ہوگی۔ (ت)

اسی میں ہے:

رجحنا العرف علی الحقیقة لان مبنٰی الایمان علی العرف[3]۔	ہم نے عرف کو حقیقت پر ترجیح دی اس لیے کہ قسم کی نبا عرف ہی ہوتی ہے۔ (ت)

اسی مستخلص شرح کنز میں کفایہ کا پہلا کام بعینہٖ نقل کرکے لکھا:

کذا فی الکفایة وقد ذکر فخر الاسلام فی اصول ان من جملة ماترك به الحقیقة خمسة انواع وعدمن جملتها استعمال العرف الغالب[4]۔	اسی طرح کفایہ میں ہے۔ اور فخر الاسلام نے اصول میں بیان فرمایا ہے کہ جن امور سے حقیقت متروک ہوجاتی ہے وہ پانچ قسم کے ہیں، ان میں اکثر عرف کے استعمال کو بھی شمار کیا۔ (ت)

اسی عینی شرح کنز میں ہے:

[1] فتح القدیر باب الیمین فی الدخول والسکنی نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۳۷۷

[2] الکفایۃ مع فتح القدیر باب الیمین فی الدخول والسکنی نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۳۷۷

[3] الکفایۃ مع فتح القدیر مسائل متفرقہ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۴۷۳

[4] مستخلص الحقائق شرح کنز الدقائق، کتاب الایمان، باب الیمین فی الدخول والسکنی دلی پرنٹنگ پریس دہلی ۲/ ۳۳۷

الایمان عندنا مبنیة علی العرف وعند الشافعی واحمد علی الحقیقة وعند مالك علی معانی کلم القرآن[1]۔	ہمارے نزدیک قسم عرف پر مبنی ہوتی ہے اور امام شافعی وامام احمد کے نزدیک حقیقت پر اور امام مالک کے نزدیک کلمات قرآن کے معانی پر۔ (ت)

بلکہ اسی فتح القدیر میں خاص ہمارے مسئلہ دائرہ کے مبنی علی العرف ہونے کی تصریح کی، فرماتے ہیں:

یمینه لاتنعقد الا علی الحی لان المتعارف هوا لکلام معه[2]۔	یعنی یہ قسم خاص حالت زندگی ہی پر منعقد ہوگی کہ عرف میں کسی سے بولنا اس کی زندگی ہی میں بات کرنے کو کہتے ہیں۔

علامہ علی قاری مکی حنفی مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف میں اسی مسئلہ کو ذکر کرکے فرماتے ہیں:

هذا منهم مبنی علی ان مبنی الایمان علی العرف فلا یلزم نفی حقیقة السماع کما قالوا فیمن حلف لا یاکل اللحم فاکل السمکة مع انه تعالٰی سماه لحما طریا[3]۔	یعنی ہمارے علماء کا یہ ارشاد کہ بعد موت کے کلام سے قسم نہ ٹوٹے گی اس پر مبنی ہے کہ قسم کی بناء عرف پر ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مردے حقیقۃً نہیں سنتے، جس طرح ہمارے علماء نے فرمایا کہ جو گوشت کھانے کی قسم کھائے مچھلی کھانے سے حانث نہ ہوگا حالانکہ اللہ عزوجل نے قرآن عظیم میں اسے تروتازہ گوشت فرمایا۔

اسی طرح شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث حنفی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں بعد ذکر مسئلہ کہ:

اگر کسے سوگند خورد کہ کلام نہ کنم پس کلام کرد اور را بعد مردن او حانث نمی گردد[4]۔	اگر کسی نے قسم کھائی کہ فلاں سے بات نہ کروں گا، پھر اس کے مرنے کے بعد اس سے کلام کیا حانث نہ ہوگا۔ (ت)

اس کی وجہ ارشاد فرماتے ہیں:

مبنائے ایمان بر عرف وعادت است نہ بر حقیقت[5]۔	قسم کی بنیاد عرف وعادت پر ہے حقیقت پر نہیں (ت)

[1] رمز الحقائق شرح کنز الدقائق کتاب الایمان باب الیمین فی الدخول السکنی نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۰۷

[2] فتح القدیر باب الیمین فی الکلام نوریہ رضویہ سکھر ۴/۴۱۷

[3] مرقاۃ المفاتیح باب حکم الاسراء فصل اول مسئلہ سماع الموتٰی مکتبہ امدادیہ ملتان ۸/۱۱

[4] اشعۃ اللمعات باب حکم الاسراء فصل اول مسئلہ سماع الموتٰی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۲۹۹

[5] اشعۃ اللمعات اب حکم الاسراء فصل اول مسئلہ سماع الموتٰی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۲۹۹

اصل بات تو اتنی ہے جسے انکار سماع موتٰی سے نام کو مس بھی نہیں مگر بعض شروح مثل کتب خمسہ مذکورہ وغیرہا میں اس مسئلہ کی توجیہ وتاویل ووجہ ودلیل کچھ ایسے طور پر واقع ہوئی جس سے بنظر ظاہر فکر غائر کچھ وہم خلاف پیدا ہو، حضرات منکرین اور یہ ایک منکرین کیا اہلسنت کے تمام مخالفین ہمیشہ الغریق یتشبث بکل حشیش کے مصداق ہوتے ہیں ڈوبتا ہوا سوار (تنکا) پکڑتا ہے، اپنے صریح مضر سے بھی تو استدلال کرلاتے ہیں پھر جس میں بظاہر کچھ نفع کا وہم نکلتا ہو اس کا کہنا ہی کیا ہے۔ اب احادیث صحیحہ صریحہ جلیلہ جزیلہ کے تمام قاہر، باہر، ظاہر تصریحات سب اٹھا کر طاق نسیاں پر رکھ دیں، صحابہ وتابعین وائمہ دین، سلف صالحین وخلف کاملین سب کے ارشادات جلیلہ عُلیہ سے آنکھیں بند کرلیں، احادیث اور وہ ارشادات ائمہ کیوں دیکھے جاتے وہاں تو انکار کی قلعی کھلتی ہے۔ نبی مطلع علی الغیب کے ارشاد سے اس برزخی پنہاں کی خیر اپنی خواہش کے خلاف ملتی ہے۔ اقوال علماء میں اجماع اہلسنت کے بادل گرج رہے ہیں جنھیں سن کر اختراع انکار کی چھاتی دہلتی ہے۔ چار ناچار انھیں چند عبارات موہمہ کے معانی موہومہ پر ایمان لانا فرض ٹھہرا، خدارا انصاف اگر معاذ اللہ صورت برعکس ہوتی۔ کہ حضرات کی طرف وہ دلائل قاہرہ احادیث متواترہ ونقول اجماع اہل سنت ہوتیں اور دوسرا ان کے خلاف ایسی چند عبارات سے استناد کرتا کیا کچھ نہ بکھرتے پھرتے، طعن وتشنیع کے رنگ نکھرتے، مگر اپنے لیے سب کچھ حلال ہے کیا کریں اس میں گنجائش یہیں تک مجال ہے ذٰلک مبلغھم من العلم (یہی ان کا مبلغ علم ہے۔ ت) طرہ یہ کہ ان میں مدعیان حنفیت، درکنار حضرات غیر مقلدین بھی انکار سماع موتٰی پر مرتے جان دیتے ہیں اور نصوص صریحہ، احادیث صحیحہ چھوڑ کر ایسے ہی بعض عبارات موہمہ کی آڑ لیتے ہیں، اب نہ عمل بالحدیث کی آن، نہ اِتَّخَذُوْۤا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ [1] (اپنے عالموں اور راہبوں کو خدا چھوڑ کر رب بنالیا ہے۔ت) پر ایمان ۔ بات یہ ہے کہ منکر صاحبوں کے یہاں دین شریعت اپنی ہوا و ہوس کا نام ہے جہاں جیسا موقع دیکھا اسی سے کام ہے، ان حضرات کے عمل بالحدیث کی وہی حالت ہے جو قرآن عظیم میں اصل اصول مذہب ذوالخویصرہ تمیمی کے دربارہ صدقات ارشاد فرمائے کہ:

وَ مِنْهُمْ مَّنْ یَّلْمِزُكَ فِی الصَّدَقٰتِۚ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَ اِنْ لَّمْ یُعْطَوْا مِنْهَاۤ اِذَا هُمْ یَسْخَطُوْنَ (۵۸) [2] ۔	ان میں کوئی وہ ہے جو صدقات کے بارے میں تم پر عیب لگاتا ہے۔ اگر انھیں ان میں سے کچھ دے دیا جائے تو راضی ہوجائیں اور نہ دیا جائے تو ناراض ہوجائیں۔ (ت)

ارشادات حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کے زعم میں ان کے ہوسات کو جگہ دی تو خوش ہیں

[1] القرآن ۹/۳۱

[2] القرآن ۹/۵۸

بڑے متبع حدیث ہیں، ورنہ خفا۔ حدیث کی طرف سے رو در قفا۔ اب لاکھ پکارا کیجئے تعالوا الی الرسول (رسول کی طرف آؤ۔ ت) کون سنتا ہے۔ کسے قبول خوبی یہ کہ سب کو چھوڑ کر جن کا دامن پکڑا ان کے کلمات میں بھی دع ما کدر (گدلے کو چھوڑ دو۔ ت) پر عمل رہا۔ طُرفہ تر یہ کہ خود ان کی عبارتوں میں عقل و دانش وانصاف کو غور و نظر کی رخصت نہ دی، نہ احتمال واستدلال میں تمیز کی، ہاں طالب تحقیق وصاحب توفیق براہ انصاف وترک اعتساب ادھر آئے کہ بعونہ تعالٰی رفع حجاب ودفع اضطراب وتنقیح جواب وتوضیح صواب کے دریا لہراتے پائے۔

فاقول: وبحول اللہ تعالٰی اصول تقریر جوابات سے پہلے مقدمات مفید دلائل تمہید والتوفیق من اللہ العزیز الحمید:

مقدمہ اولٰی: فصول سابقہ میں ثابت ہوا کہ اہلسنت کے نزدیک روح کے لیے فنا نہیں، موت سے روحوں کا مرجانا بدمذہبوں کا قول ہے۔ کتب عقائد مثل مقاصد ومواقف وطوالع، اور ان کی شروح غیرہا اس کی تصریحات سے مالا مال ہیں، یہ مسئلہ بلکہ خود روح جسم کے علاوہ ایک شئی ہونا ہی اگرچہ بنظر بعض الناس منجملہ نظریات تھا جس کے سبب امام اجل فخر الدین رازی کو تفسیر کبیر میں زیر کریمہ یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ[1] اس پر سترہ ۱۷ حجج قاہرہ عــہ کا قائم کرنا پڑا مگر قرآن وحدیث پر اتنے نصوص واضحہ قاطعہ عطا نہیں فرماتے جن کا حصر وشمار ہوسکے اور اب تو بحمد اللہ تعالٰی یہ باتیں اہل اسلام میں بدیہات سے ہیں جان کا جاننا ہر ایک جان نہیں مگر انجان جان کا جانا جسم سے نکلنا ضرور جانتا ہے اور ساتھ ہی فاتحہ وخیرات وایصال ثواب حسنات وصدقات سے بتادیتا ہے کہ وہ روح کو باقی وبرقرار مانتا ہے تو موت حقیقتاً صفت بدن ہے نہ کہ وصفِ روح ولہذا علامہ الوجود مفتی ابو السعود محمد نے تفسیرات ارشاد العقل السلیم میں زیر قول تعالٰی بل احیاء عند ربھم (بلکہ وہ اپنے رب کے یہاں زندہ ہیں۔ ت) فرمایا:

فیہ دلالۃ علی ان روح الانسان جسم لطیف لایفنی بخراب البدن ولایتوقف علیہ ادراکہ وتالمہ والتذاذہ[2]۔	اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ انسان کی روح ایک جسم لطیف ہے جو بدن کے ہلاک ہونے سے فنا نہیں ہوتی اور اس کا ادراک اور لذت والم پانا بدن پر موقوف نہیں۔ (ت)

عــہ: ان میں بعض دلائل کا خلاصہ قریب آتا ہے جن سے موت بدن حیات روح بھی ثابت ۱۲ منہ (م)

[1] القرآن ۱۷/ ۸۵

[2] ارشاد العقل السلیم تحت آیۃ مذکورہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۱۱۲

پھر بھی مجازًا روح مفارق عن البدن پر بھی اس کا اطلاق آتا ہے۔ حدیث میں ہے:

اللھم رب الارواح الفانیة والاجساد البالیة [1] الحدیث ولفظه عند ابن السنی عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنه قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اذا دخل الجبانة، یقول السلام علیکم ایتھا الارواح الفانیة، والابدان البالیة والعظام النخرة التی خرجت من الدنیا وھی باللہ المؤمنة اللھم ادخل علیھم روحا منك وسلاما منا [2]۔	اے اللہ فانی ارواح اور بوسیدہ اجسام کے رب، الحدیث۔ ابن السنی کے یہاں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روای سے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں، وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب قبرستان میں داخل ہوتے تو فرماتے: تم پر سلام ہو اے فانی ارواح اور بوسیدہ اجسام اور گلی ہوئی ہڈیو! جو دنیا سے خدا پر ایمان کے ساتھ نکلے۔ اے اللہ! ان پر اپنی جانب سے اسائش اور ہماری طرف سے سلام پہنچا۔ (ت)

علامہ عزیزی اس حدیث کے نیچے سراج المنیر میں فرماتے ہیں: (الارواح الفانیة) ای الفسانی اجسادھا [3]۔ (ارواح فانی کا مطلب یہ ہے کہ جن کے جسم فانی ہیں۔ ت) علامہ زین العابدین مناوی تیسیر میں فرماتے ہیں: یعنی الارواح التی اجسادھا فانیة ولا فالارواح لاتفنی [4] (یعنی وہ ارواح جن کے جسم فانی ہیں ورنہ ارواح تو فنا نہیں ہوتیں۔ ت) علامہ حفنی حاشیہ جامع صغیر میں فرماتے ہیں:

قوله الفانیة ای الفانیة اجسادھا اذا الارواح لا تفضی ولذا اُتی بالجملة بعدھا مفسرة لذالك اعنی والابدان البالیة ای فی غیر نحو الشھداء [5]۔	اس قول "الفانیة" یعنی جن روحوں کے جسم فانی ہیں کیونکہ روحیں فنا نہیں ہوتی اس لیے اس کی تفسیر کرنیوالا جملہ بعد میں لائے۔ میری مراد، الابدان البالیہ (بوسیدہ اجسام) یعنی شہداء کے ماسوا اجسام بوسیدہ ہیں (ت)

[1] تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ کتاب الذکر والدعاء فصل ثالث دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳۲۸/۲

[2] کتاب عمل الیوم واللیلۃ باب مایقول اذا خرج الی المقابر حدیث ۵۹۳ نور محمد اصح المطابع کراچی ص ۱۹۸

[3] السراج المنیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث مذکورہ مطبعۃ ازہریۃ مصریۃ مصر ۱۲۵/۳

[4] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث مذکورہ مکتبۃ الامام الشافعی الریاض السعودیۃ ۲۴۸/۲

[5] حواشی الحفنی علی ھامش السراج المنیر شرح الجامع الصغیر مطبعۃ ازہریۃ مصریۃ مصر ۱۲۵/۳

ان سب عبارات کا محصل یہ کہ روح پر اطلاق فانی باعتبار جسم واقع ہوا یعنی اے وہ روحو! جن کے بدن فنا ہوگئے تم پر سلام ہو۔ ورنہ خود روح کے لیے ہرگز فنا نہیں۔ ولہذا دوسرے فقرے میں اس کی تفسیر فرمادی کہ گلے ہوئے بدن یعنی عام لوگوں کے لیے کہ شہداء اور ان کے مثل خواص کے جسم پر بھی سلامت رہتے ہیں، اس کے بعد تیسیر و سراج المنیر دونوں میں ہے:

فیہ ان الاموات یسمعون اذ لا یخاطب الامن یسمع[1]۔	یعنی اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہو کہ مردے سنتے ہیں خطاب اس سے کیا جاتا ہے جو سنتا ہو۔

احادیث نوع اول مقصد اول پر نظر تازہ کیجئے تو وہ ایک ساتھ ان کو مطالب کو ادا کر رہی ہیں کہ بدن و روح دونوں پر میّت کا اطلاق ہوتا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی بتاتی ہیں کہ حقیقت موت بدن کے لیے ہے روح اس سے پاک و مبرا ہے مثلاً حدیث پنجم میں ارشاد ہوا کہ جو شخص مردے کو نہلاتا کفناتا اٹھاتا دفناتا ہے مردہ اسے پہچانتا ہے پُر ظاہر کہ یہ افعال بدن پر وارد ہیں نہ کہ روح پر، اور پہچاننا کہ روح پر، اور پہچاننا کام روح کا ہے۔ اور جب وہ اپنے ادراک پر باقی ہے تو اسے موت کہا! موت کی چھوٹی بہن نیند میں تو پہچان رہتی نہیں، موت میں کیونکر رہتی یونہی حدیث ۶ و ۷ و احادیث ۱۰ تا ۱۵ وغیرہ سب اسی طرح ان جملہ مطالب کی معًا مودی ہیں کما لا یخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ت) لاجرم شاہ عبدالعزیز صاحب نے تفسیر عزیزی میں فرمایا:

موت بمعنی عدم حس و حرکت و عدم ادراک و شعور جسد را رومی دہد روح را اصلاً تغیر نمی شود چنانچہ حامل قوی بود حالاہم ہست و شعورے وادراکے کہ داشت حالاہم دارد بلکہ صاف تر و روشن تر پس ارواح را مطلقا خواہ روح شہید باشد یا روح عامہ مومنین یا روح کافر و فاسق بایں معنی مردہ نتواں گفت، مردگی صفتِ بدن است کہ شعور وادراک و حرکات و تصرفات کہ سبب تعلق روح باوی ازوی ظاہر می شدند حالا نمی شوند آری روح را بدو معنی موت لاحق می شود اول آنکہ از مفارقت بدن	موت کا یہ معنی کہ حس و حرکت ختم ہو جائے اور ادراک و شعور مفقود ہو جائے۔ صرف جسم کے لیے ہوتا ہے۔ اور روح میں بالکل کوئی تغیر نہیں ہوتا، وہ جیسے پہلے حامل قوی تھی اب بھی ہے۔ پہلے جو شعور وادراک اسکے پاس تھا وہ اب بھی ہے بلکہ اب زیادہ صاف اور روشن ہے۔ تو اس معنی کرکے روح کو مردہ نہیں کہہ سکتے، مطلقاً خواہ شہید کی روح ہو یا عام مومن کی روح یا کافر فاسق کی روح موت بدن کی صفت ہے کہ روح کے تعقل کی وجہ سے جو شعور وادراک اور حرکات تصرفات بدن سے

[1] السراج لمنیر شرح الجامع الصغیر تحت آیہ مذکورہ مطبعۃ ازہریۃ مصریۃ مصر ۳/۱۲۵

از ترقی بازمی مانند۔ دوم بعضے تمتعات مثل اکل و شرب از دست اُمی روند لہٰذا اور نیز در شرع حکم بموت می فرمائید اما دریں امور فقط اما شہیدان راہ خدارا در حقیقت ایں دو معنی ہم نیست بلکہ ایشاں زندگان در حقیقت ایں دو معنٰی ہم نیست بلکہ ایشاں زندگانند دائما در ترقی و تمتعات جسدانیہ نیز از ایشاں موقوف نہ شدہ [1] اھ مختصرا۔	ظاہر ہوتے تھے اب نہیں ہوتے__ ہاں روح کو دو معنی میں موت لاحق ہوتی ہے__ ایک یہ کہ بدن سے جدا ہو جانے کے بعد اس کی ترقی رک جاتی ہے دوسرے یہ کہ کھانے پینے جیسی لذتیں اس کے قبضے سے نکل جاتی ہے۔ اس لیے کبھی شریعت میں اس کے لیے بھی موت کا حکم دیتے ہیں لیکن وہ بھی صرف ان باتوں میں__ مگر خدا کی راہ میں شہید ہونے والوں کے لیے حقیقت میں یہ دونوں معنی بھی نہیں بلکہ یہ حضرات زندہ ہیں اور ان کی ترقی ہمیشہ جاری ہے۔ اور جسمانی لذتیں بھی ان سے موقوف نہیں الخ (ت)

اسی میں ہے:

جان آدمی ہر چند در شدائد و مصائب گرفتار شود بحفظ الٰہی محفوظ است شکستہ شدن وفنا پذیر فتن آں از محالات است ولہٰذا در حدیث شریف وارد است انما خلقتم لابد یعنی جان آدمی کہ در حقیقت ادمی عبارت از آنست ابدی است ہر گز فنا پذیر نیست، وآنچہ در عرف مشہور است کہ موت ہلاک جاں می کنہ محض مجاز است نہایت کا موت آن ست کہ جان از بدن جدا شود بدن بسبب نایافت مربی و محافظ از ہم باشد والا جان رافنا متصور نیست واثبات علم برزخ ومکان حشر ونشر مبنی برہمیں مسئلہ است [2] الخ۔	آدمی جس قدر بھی سختیوں اور مصیبتوں میں گرفتار ہو مگر اس کی روح خدا کی حفاظت کے باعث محفوظ ہے اس کا ٹوٹنا پھوٹنا اور فنا ہونا محال ہے۔ اس لیے حدیث میں آیا ہے: تم ہمیشہ کے لیے پیدا کئے گئے ہو__ یعنی تمھاری جان اور روح__ کہ حقیقت میں انسان اسی سے عبارت ہے__ ابدی اور جاودانی ہے۔ وہ کبھی فنا نہیں ہونے والی۔ اور وہ جو عرف میں ہمیشہ میں مشہور ہے کہ موت جان کا ہلاک کر دیتی ہے محض مجاز ہے۔ موت کا زیادہ سے زیادہ اثر یہ ہے کہ جان بدن سے جدا ہوتی ہے اور بدن اپنے مربی ہے و محافظ کو کھودینے کی وجہ سے بکھر کر رہ جاتا ہے۔ ورنہ جان کے لئے فنا متصور نہیں، عالم برزخ اور امکان حشر ونشر کے اثبات کی بنیاد اسی مسئلہ پر ہے۔ الخ (ت)

بالجملہ موت بہ معنی حقیقی کہ بدن ہی کو عارض ہوتی ہے وہی ایسی چیز ہے کہ جسے لاحق ہو مہمل و معطل و

[1] تفسیر عزیزی پارہ سیقول آیت ولا تقولوا لمن یقتل الخ مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ص ۵۵۹

[2] تفسیر عزیزی پارہ عم سورہ الطارق آیت ولا تقولوا لمن یقتل الخ مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ص ۲۲۶

معرض فساد و ملحق بالجماد کردے۔ موت مجازی کہ روح کے لیے ان سب آفات سے پاک ومبرا ہے۔ **وﷲ الحمد والحجة السامیه ۔مقدمہ ثانیہ:** عاقل جانتا ہے کہ علم وادراک صفت جان پاک ہے نہ کہ وہ وصف مشتِ خاک ، **قال اﷲ عزوجل:**

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۝ [1] **علی القول المختار ان المراد بالرؤية بحاسة البصر** [2]۔	دل نے غلط نہ کہا اسے جو آنکھ نے دیکھا۔ یہ معنی قول مختار کی بنیاد پر ہے کہ یہاں رؤیت سے مراد حاسہ نگاہ سے دیکھنا ہے۔ (ت)

تفسیر کبیر میں ہے:

ان الانسان شیئ واحد وذلك الشی هوالمبتلی بالتکالیف الالٰهیة والامورالربانیة وهو الموصوف بالسمع والبصر ومجموع البدن لیس کذٰلك ولیس عضو من اعضاء البدن کذٰلك فالنفس شی مغائر لجملة البدن ومغائر الاجزاء البدن وهو موصوف بکل هذه الصفات [3]۔	انسان ایک شی واحد ہے۔ اسی شی کا تکلیفات شرعیہ اور احکام ربانیہ سے ابتلا ہے۔ وہی سننے دیکھنے سے متصف ہے۔ اور پورا بدن یہ صفت نہیں رکھتا، نہ ہی اعضائے بدن میں سے کوئی عضو اس وصف کا ہے۔ تو روح پورے بدن کے مغایر اور ہر جزو بدن کے مغایر ایک شے ہے۔ وہی ان تمام صفات سے متصف ہے۔ (ت)

اس میں بعد اقامت حجج کے لکھتے ہیں:

فثبت بما ذکرنا ان النفس الانسانیة شیئ واحد وثبت ان ذلك الشی هو المبصر والسامع والشام و الذائق واللامس والمتخیل والمتفکر والمتذکر و المشتهی والغاضب وهوالموصوف بجمیع الادراك لکل المدرکات وهو موصوف بجمیع	یہاں مذکور سے ثابت ہوا کہ روح انسانی ایک شی واحد ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ وہی شی دیکھنے، سننے، سونگھنے، چکھنے، چھونے، خیال کرنے، سوچنے، یاد کرنے، خواہش کرنے، غصہ کرنے والی ہے۔ وہی تمام ادراکات سے متصف ہے۔

---

[1] القرآن ۵۳/۱۱

[2] المصابیح المنیر کتاب الباء منشورات دار الجمرۃ قم ایران ۱/ ۷۴۲

[3] التفسیر الکبیر تحت ویسئلونک عن الروح المطبعۃ البھیۃ العربیۃ الازہر مصر ۲۱/ ۵۲

الافعال الاختیاریة والحرکات الارادیة [1]۔	اور وہ تمام افعال اختیاریہ اور حرکاتِ ارادیہ سے متصف ہے۔ (ت)

پھر فرمایا:

لما کانت النفس شیئاواحدا امتنع کون النفس عبارة عن البدن وکذا القوة السامعة وسائر القوی فانا نعلم بالضرورة انه لیس فی البدن جز واحد ھو بعینه موصوف بالابصار والسماع والفکر فثبت ان النفس الانسانیة شیئ واحد موصوف بجملة ھذہ الادراکات وثبت بالبداھة ان البدان و شیئامن اجزاء البدن لیس کذلک، ولنقرر ھذا البرھان بعبارة اخری فنقول نعلم بالضرورة انا اذا بصرنا شیئاعرفناہ واذا عرفناہ اشتھیناہ واذا اشتھیناہ حرکنا ابداننا الی القرب منه فوجب القطع بان الذی البصر ھو الذی عرف ھو الذی اشتھی ھوالذی حرك [2] الی اٰخرما اطال اوطاب ھذا مختصر ملتقط۔	جب روح شی واحد ہے تو محال ہے کہ روح بدن سے یا قوت سامعہ یادیگر قوی سے عبارت ہو، اس لیے کہ ہمیں بدیہی طور پر معلوم ہے کہ بدن میں کوئی ایک خاص جز ایسا نہیں کہ وہی دیکھنے سننے اور فکر کرنے سے متصف ہو تو ثابت ہو کہ روح انسانی وہ شی واحد ہے جو ان تمام ادراکات سے متصف ہے ___ اور بدیہی طور پر یہ بھی ثابت ہے کہ بدن اور اجزائے بدن میں کوئی جز ایسا نہیں۔ اس دلیل کی تقریر ہم دوسرے الفاظ میں یوں کرتے ہیں کہ دیہی طور پر ہم جانتے ہیں کہ جب ہم کسی چیز کو دیکھتے ہیں تو اس کو پہچان لیتے ہیں اور جب اسے پہچان لیتے ہیں تو ہم اس کی خواہش کرتے ہیں اور جب اس کی خواہش کرتے ہیں تو اپنے بدن کو اس سے قریب ہونے کے لیے حرکت دیتے ہیں تو اس بات کا قطعی طور پر حکم کرنا ضروری ہے کہ جس نے دیکھا اس نے پہچانا، اسی نے خواہش کی اسی نے حرکت دی، امام رازی نے اس کی مزید تفصیل اور عمدہ تقریر فرمائی ہے یہاں اختیار کے ساتھ جگہ جگہ کی عبارتوں کا انتخاب نقل ہوا۔ (ت)

تفسیر عزیزی میں ہے:

جزواعظم جان است وشعور وادراک وتلذذ وتالم	جزوِاعظم جان ہے، اور شعور وادراک اور احساس

[1] التفسیر الکبیر تحت یسئلونک عن الروح المطبعة البہیة العربیة بمیدان الازہر مصر ۲۱/ ۴۷

[2] التفسیر الکبیر تحت یسئلونک عن الروح المطبعة البہیة العربیة بمیدان الازہر مصر ۲۱/ ۴۸و۴۷

خاصہ اوست [1] اھ ملخصاً۔	لذت والم اس کا خاصہ ہے اھ بتلخیص (ت)

اقول اس معنٰی پر شرع سے بھی دلائل قاطعہ قائم، قرآن عظیم واجماع عقلاء دو شاہد عدل ہیں کہ انسان سمیع وبصیر ہے۔

قال اللہ تعالٰی اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِیْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِیْعًۢا بَصِیْرًا ﴿۲﴾ [2]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: بیشک ہم نے آدمی کو ملے ہوئے نطفے سے پیدا کیا تاکہ اسے جانچیں، پھر ہم نے اسے سننے دیکھنے والا بنادیا۔ (ت)

اور عقلاً ونقلاً بدیہات سے ہے کہ انسان کی انکھ، کان انسان نہیں تو یقیناً ثابت کہ یہ جسے سمیع وبصیر فرمایا چشم وگوش نہیں اور باقی اعضاء کا سمع وبصر سے بے علاقہ ہونا واضح تر، تو وہ نہیں مگر روح۔ ولہٰذا قرآن مجید فرماتا ہے:

اَلَهُمْ اَرْجُلٌ یَّمْشُوْنَ بِهَاۤ ۫ اَمْ لَهُمْ اَیْدٍ یَّبْطِشُوْنَ بِهَاۤ ۫ اَمْ لَهُمْ اَعْیُنٌ یُّبْصِرُوْنَ بِهَاۤ ۫ اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ یَّسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ [3]۔	کیا ان کے پاس پاؤں جن سے وہ چلتے ہیں، یا ہاتھ ہیں جن سے وہ پکڑتے ہیں، یا آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہیں، یا کان ہیں جن سے وہ سنتے ہیں، (ت)

افعال وسمع وبصر کی اضافت صاحب جوارح کی طرف فرمائی اور جوارح پر بائے استعانت آئی، ثابت ہوا کہ فاعل وسامع وبصیر روح ہے۔ اور بدن صرف آلہ، اسی طرح تمام نصوص احوال برزخ کہ بعد فنائے بدن بقائے ادراکات پر شاہد ہیں جن سے جملہ کثیر فصول سابقہ میں گزرا سب سے ثابت کہ مدرک غیر بدن ہے۔ ہاں کبھی مجازاً بدن کی طرح بھی بوجہ آلیت نسبت ادراکات ہوتی ہے، **قال اللہ تعالٰی** وَّتَعِیَهَاۤ اُذُنٌ وَّاعِیَةٌ ﴿۱۲﴾ [4] (اللہ تعالٰی فرماتا ہے: اور کوئی سمجھ والا کان سے سمجھے۔ ت) معالم میں ہے: **قال قتادۃ اذن سمعت وعقلت ماسمعت** [5] (حضرت قتادہ نے فرمایا: کوئی کان جو سنے اور سنی ہوئی بات کو سمجھے۔ ت) مدارک میں ہے:

قال قتادہ اذن عقلت من اللہ تعالٰی و انتفعت بماسمعت [6]۔	حضرت قتادہ نے فرمایا: کوئی کان جس نے خدا تعالٰی سے کلام کو سمجھا اور سنی ہوئی بات سے فائدہ اٹھایا۔ (ت)

---

[1] تفسیر عزیزی پارہ عم سورۃ الطارق مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ص ۲۲۶

[2] القرآن ۷۶ /۲

[3] القرآن ۷/ ۱۹۵

[4] القرآن ۶۹/ ۱۲

[5] معالم التنزیل علٰی ہامش تفسیر الخازن تحت آیہ مذکورہ مصطفی البابی مصر ۷/ ۱۴۳

[6] تفسیر النسفی المعروف بہ مدارک التنزیل تحت آیہ مذکورہ دار الکتاب العربی بیروت ۴/ ۲۸۶

یہ بر تقدیر مجاز عقلی ہے اور محتمل کہ مجازی الطرف ہو یعنی روح پر اطلاق اذن کما فی قول تعالٰی **قُلۡ اُذُنُ خَیۡرٍ لَّکُمۡ**[1] (جیسا کہ اس ارشاد باری میں: فرماؤ تمھارے لیے وہ بھلائی کے کان ہیں۔ ت) نعمائے جنت کی حدیث میں ہے: **ما لا عین رأت ولااذن سمعت**[2] (جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا۔ ت) صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم جب تاکید توثیق روایت چاہتے فرماتے: **ابصرت عینای وسمع اذنای ووعاہ قلبی**[3] (میری آنکھوں نے دیکھا اور میرے کانوں نے سُنا اور میرے دل نے اسے سمجھا۔ ت) تفسیر کبیر میں ہے:

التحقیق ان الانسان جوهر واحد وهو الفعال وهو الدراك وهو المؤمن وهو الكافر وهو المطيع وهو العاصی، وهذه الاعضاء اٰلات له وادوات له فی الفعل فاُضيف الفعل فی الظاهر الی الاٰية وهو فی الحقيقة مضاف الی جوهر ذات الانسان[4]۔	تحقیق یہ ہے کہ انسان ایک جوہر ہے وہی کام کرنے والا ہے وہی سمجھنے والا ہے، وہی ایمان لانے والا ہے، وہی اطاعت کرنے والا ہے، وہی نافرمانی کرنے والا ہے۔ اور یہ اعضاء کام میں اس کے آلات واسباب ہیں تو ظاہر میں کام کی نسبت آلہ کی طرف کی گئی اور حقیقت میں وہ اسی جوہر ذات انسان کی طرف منسوب ہے۔ (ت)

مقدمہ ثالثہ: جب باجماع اہل حق روح کے لیے موت نہیں، اور تمام کُتب عقائد میں تصریح اور شرح مقاصد کی عبارت فصل دوم نوع اول مقصد سوم میں گزری کہ اہل سنت کے نزدیک جسم شرط حیات نہیں، معتزلہ اس میں خلاف کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ ادراکات تابع حیات ہیں کما نص علی فی شرح طوالع الانوار للعلامۃ التفتازانی وللاصفھانی وشرح المواقف للسید الجرجانی (جیسا کہ علامہ تفتازانی واصفہانی کی شروح طوالع الانوار اور سید شریف جُرجانی کی شرح مواقف میں اس کی تصریح ہے۔ ت) ولہٰذا ہمارے نزدیک روح موت سے متغیر نہیں ہوتی اس کے کلام وادراک بدستور رہتے ہیں جس کا بیان شافی درجہ کافی فصل مذکور میں مسطور، تو روح بعد دفن فتنہ وسوال یا نعیم ونکال، کسی امر میں ہرگز اعادہ حیات کی محتاج نہیں کہ حیات وادراکات اس سے جدا ہی کب ہوئے تھے، ہاں بدن ضرور محتاج ہے۔ وجہ یہ کہ اہل سنت کے نزدیک قبر کی تنعیم یا معاذاللہ

---

[1] القرآن ۹/۶۱

[2] مسند احمد بن حنبل مروی از ابوہریرہ دارالفکر بیروت ۲/ ۳۱۳

[3] صحیح مسلم باب الضیافۃ ونحوھا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۱۔۸۰

[4] التفسیر الکبیر سورہ انفال تحت ایۃ ذٰلک بما قدمت ایدیکم مطبعہ بہیہ مصریہ مصر ۱۵/ ۱۷۹

عذاب جو کچھ ہے روح و جسم دونوں پر ہے۔امام جلیل جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں فرماتے ہیں:

عذاب القبر محله الروح والبدن جمیعا باتفاق اهل السنة وکذا القول فی التنعیم [1]۔	باتفاق اہل سنت عذاب قبر اور اسائش قبر کا محل روح اور بدن دونوں میں ہیں، (ت)

اور اس پر شرع مطہرہ سے نصوص کثیرہ وشہیرہ متواتر دال ہیں جن کے استقصا کی طرف راہ نہیں، اسی کتاب کی احادیث مذکورہ میں بکثرت اس کے دلائل ہیں کماتری، اسی طرح سوال نکیرین بھی روح وبدن دونوں سے ہے۔شرح فقہ کبر میں ہے:

لیس السوال فی البرزخ للروح وحدها کما قال ابن حزم وغیره منه قول من قال انه للبدن بلاروح والاحادیث الصحیحة ترد الاقولین [2]۔	برزخ میں تنہا روح سے سوال نہیں جیسے ابن حزم وغیرہ کا قول ہے اور اس سے زیادہ فاسد اس کا قول ہے جو کہتا ہے کہ سوال صرف بدن بے روح سے ہے۔ صحیح احادیث دونوں قولوں کی تردید فرماتی ہیں۔(ت)

اور جماد میں حیث ہو جماد سے سوال یا اسے لذت، خواہ الم کا ایصال، بداہۃً محال، لاجرم وقت سوال بدن کو ایک نوع حیات کی عود سے چارہ نہیں، اگرچہ ہم اس کی کیفیت جزنانہ جانیں، امام اجل ابوالبرکات نسفی عمدۃ الکلام میں فرماتے ہیں:

عذاب القبر للکفار ولبعض العصاة من المؤمنین والانعام لاهل الطاعة، باعادة الحیاة فی الجسد وان توقفنا فی اعادة الروح حق [3]۔	کفار اور بعض گنہگار مومنین کے لیے عذاب قبر اور اہل طاعت کے لیے اسائش وانعام حق ہے اس طرح کہ جسم میں زندگی لوٹادی جائے اگرچہ روح کے لوٹانے میں ہمیں توقف ہو۔(ت)

امام الائمہ مالک الازمہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

سوال منکر ونکیر فی القبر حق واعادة الروح الی العبد فی قبر حق [4]۔	قبر میں منکر نکیر کا سوال حق ہے، اور قبر میں بندے کی طرف روح کا اعادہ حق ہے۔(ت)

[1] شرح الصدور باب عذاب القبر خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۷۶
[2] شرح فقہ الاکبر تعلق الروح بالبدن علی خمسۃ انواع مطبع قیومی کانپور بھارت ص ۱۵۴
[3] عمدۃ الکلام للنسفی
[4] فقہ اکبر ملک سراج الدین اینڈ سنز لاہور ص ۱۸

اسی کی شرح منح الروض میں ہے:

(اعادة الروح) ای ردھا وتعلقھا (الی العبد) ای جسدہ بجمیع اجزانہ او ببعضھا مجتمعة او متفرقة (فی قبرہ حق) والواولمجرد الجمعیة فلا ینا فی ان السوال بعد اعادة الروح وکمال الحال[1]	(روح کا اعادہ) یعنی اسے لوٹانا اور اس کا تعلق ہونا (بندے کی طرف) یعنی اس کے بدن کی طرف، جو اپنے تمام اجزاء کے ساتھ ہو یا بعض کے ساتھ ہو یہ مجتمع ہوں یا منتشر ہوں (اس کی قبر کے اندر حق ہے) اور "واو" محض جمیعت کے لئے ہوتا ہے تو اس کے منافی نہیں کہ سوال روح لوٹانے اور حالت کامل ہو جانے کے بعد ہوگا۔ (ت)

اسی میں ہے:

اعلم ان اھل الحق اتفقوا علی ان اللہ تعالٰی یخلق فی المیّت نوع حیاة فی القبر قدر مایتألم ویتلذذ ولکن اختلفوا فی انہ ھل یعاد الروح الیہ والمنقول عن ابی حنیفة رضی اللہ تعالٰی عنہ التوقف الا ان کلامہ ھنا یدل علی اعادة الروح اذ جواب الملکین فعل اختیاری فلا یتصور بدون الروح وقیل قد یتصور[2] الخ	جان لو کہ اہل حق کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالٰی میّت کے اندر قبر میں ایک طرح کی زندگی پیدا کر دیتا ہے۔ اتنی کہ وہ لذت والم کا احساس کرے، مگر اس میں ان کا اختلاف ہے، کہ اس کی جانب روح لوٹائی جاتی ہے یا نہیں، اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول یہ ہے کہ توقف کیا جائے۔ مگر یہاں پر ان کا کلام اعادہ روح پر دال ہے اس لیے کہ نکیرین کا جواب ایک فعل اختیاری ہے تو وہ بغیر روح کے متصور نہیں اور کہا گیا کہ متصور ہے۔ (ت)

امام ابن الہمام اسی فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

الحق ان المیّت المعذب فی قبرہ توضع فیہ الحیاة بقدر ما یحس الالم والبدنیة لیست بشرط عند اھل السنة حتی لوکان متفرق الاجزاء بحیث لاتتمیز الاجزاء بل ھی مختلطة بالتراب فعذب جعلت الحیاة	حق یہ ہے کہ قبر میں عذاب دئے جانے والے مردے کے اندر اتنی زندگی رکھی جاتی ہے کہ وہ الم کا احساس کرے اور یہ بدن اس کے لئے شرط نہیں یہاں تک کہ اگر اس کے اجزاء اس طرح بکھر چکے ہوں کہ امتیاز نہ ہو سکے بلکہ مٹی سے خلط ملط ہو گئے ہوں پھر عذاب دیا جائے

[1] شرح فقہ اکبر تحت عبارت مذکورہ مطبع قیومی کانپور بھارت ص ۱۲۱

[2] شرح فقہ اکبر تحت عبارت مابعد مطبع قیومی کانپور بھارت ص ۱۲۲

فی تلك الاجزاء الّتی لایاخذھا البصروان اللہ علی ذٰلك لقدیر والخلاف فیه ان کان بناۓ علی انکار عذاب القبر امکن والا یتصور من عاقل القول بلاعذاب مع عدم الاحساس [1]۔	تو حیات ان ہی اجزاء میں کردی جائے گی جو نظر نہیں آتے اور بلا شبہہ اللہ اس پر قادر ہے۔ اس سے اختلاف اگر عذاب قبر سے انکار کی بنا پر ہو تو ہوسکتا ہے ورنہ کسی عاقل سے متصور نہیں کہ وہ اس کا قائل ہو کہ بغیر احساس کے عذاب ہوگا۔ (ت)

پھر روح کی نسبت تو اوپر واضح ہوچکا کہ اس کی حیات مستمرہ غیر منقطعہ ہے۔ مگر بدن کے لیے بعد عود بھی استمرار ضروری نہیں کہ وہ ایک تعلق خاص بمقصد خاص ہوتا ہے جس کے انصرام پر اس کا انقطاع بجا ہے۔

امام بدرالدین عینی عمدۃ القاری شرح البخاری میں بجواب معتزلہ دلائل اثبات عذاب قبر میں فرماتے ہیں:

لنا اٰیات احدٰھا قوله تعالٰی النار یعرضون علیها غدوا وعشیا، فھو صریح فی التعذیب الموت الثانیة قوله تعالٰی ربنا امتنا اثنتین واحییتنا اثنتین فان اللہ تعالٰی ذکر الموتة مرتین وھما لا تتحققان الا ان یکون فی القبر حیاۃ وموت حتی تکون احدی الموتتین مایتحصل عقیب الحیاۃ فی الدنیا والاخری مایتحصل عقیب الحیاۃ التی فی القبر [2]۔	ہماری دلیل میں متعدد آیتیں ہیں ایک باری تعالٰی کا یہ ارشاد "وہ (فرعون اور اس کے ساتھی) صبح و شام آگ پر پیش کئے جاتے ہیں" یہ بعد موت عذاب دئے جانے کے بارے میں صریح ہے دوسری آیت، ارشاد باری: "اے ہمارے رب! تو نے دوبار ہمیں موت دی اور دوبار حیات دی" اللہ تعالٰی نے دو بار موت کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ اسی وقت ہوگا جب قبر میں موت وحیات ہو کہ ایک موت تو وہ ہے جو دنیا کی زندگی کے بعد ہوتی ہے اور دوسری وہ جو قبر والی زندگی کے بعد ہوتی ہے۔ (ت)

شرح الصدور میں بدائع سے ہے:

نقلت من خط القاضی ابی یعلی فی تعالیقه لابد من انقطاع عذاب القبر لانه من عذاب الدنیا والدنیا ومافیھا منقطع فلابد ان	قاضی ابویعلی کی قلمی تحریر جو ان کی تعلیقات میں ہے، اس سے میں نے نقل کیا ہے کہ عذاب قبر کا منقطع ہونا ضروری ہے اس لیے کہ وہ عذاب دنیا کی جنس سے ہے

[1] فتح القدیر باب الیمین فی الضرب والقتل نوریہ رضویہ سکھر ۴/۴۶۰

[2] عمدۃ القاری شرح بخاری باب المیّت یسمع خفق النعال ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ مصر ۸/۱۴۶۔۱۴۵

یلحقھم الفناء والبلاء لایعرف مقدار مدۃ ذٰلك [1]۔	اور دنیااور دنیاکے اندر جو کچھ ہے سب منقطع ہے تو انھیں فنااور بوسید گی لاحق ہونا ضروری ہےاور اس مدت کی مقدار معلوم نہیں (ت)

پھر فرمایا:

قلت ویؤید ھذا ما اخرجه ھنادبن السری فی الزھد عن مجاھد قال للکفار ھجعة یجدون فیھاطعام النوم حتی یوم القیامة فاذا صیح باھل القبور یقول الکافر یٰویلنا من بعثنا من مرقدنا فیقول المؤمن الی جنبیه ھذا ما وعد الرحمٰن وصدق المرسلون [2]۔	میں نے کہا: اس کی مؤید وہ ہے جو ہناد بن سری نے زہد میں امام مجاہد سے روایت کیا، فرمایا کفار کیلئے ایک خوابیدگی ہوگی جس میں نیند کامزہ پائیں گے قیامت تک جب قبر والوں کو پکارا جائے گا کافر بولے گا: ہائے ہماری خرابی! کس نے ہمیں ہماری خواب گاہ سے اٹھایا تواس کے پہلو سے مومن بولے گا: یہی وہ جس کا رحمٰن نے وعدہ دیااور رسولوں نے سچ فرمایا۔ (ت)

مقدمہ رابعہ: سمع وبصر لغتًہ وعرفًاادراک الوان واضواء واصوات بحاسہ چشم و گوش کا نام ہے۔ قاموس میں ہے: **السمع حس الاذن** [3] (سماعت کان کی حس کا نام ہے۔ت) اسی میں ہے: "**البصر "محرکة حس العین** [4] (بصر ___ صاد کی حرکت کے ساتھ ___ آنکھ کے احساس کا نام ہے۔ت) اسی طرح تاج العروس میں محکم سے ہے۔ صحاح جوہری و مختار رازی میں ہے: **البصر حاسة الرئویة** [5] (بصر حاسہ رؤیت ہے۔ت) المصباح المنیر میں ہے: **البصر النور الذی تدرك به الجارحة** [6] (بصر وہ نور ہے جس سے عضو کو ادراک ہوتا ہے۔ت) اسی میں ہے: **ورأیت الشیئ رؤیت بحاسة البصر** [7] (میں نے شیئ کو دیکھا یعنی میں نے اسے حاسہ بصر سے دیکھا) اسی معنی پر مواقف وشرح مواقف میں فرمایا **انما یحصل الادراك السمعی بوصل الھواء الی الصماخ** [8] (سمعی ادراک

---

[1] شرح الصدور آخر باب عذاب القبر خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۷۶
[2] شرح الصدور آخر باب عذاب القبر خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۷۶
[3] القاموس المحیط باب العین فصل السین مصطفی البابی مصر ۳/ ۴۱
[4] القاموس المحیط باب الراء فصل الباء مصطفیٰ البابی مصر ۱/ ۳۸۷
[5] الصحاح للجوہری تحت لفظ "بصر" دارالعلم للملایین بیروت ۲/ ۵۹۱
[6] المصباح المنیر کتاب الباء منشورات دار الہجرۃ قم ایران ۱/ ۵۰
[7] المصباح المنیر کتاب الراء منشورات دار الہجرۃ قم ایران ۱/ ۲۴۷
[8] شرح المواقف المرصد الخامس فی النظر منشورات الشریف الرضی ایران ۱/ ۲۰۱

کان کے سوراخ تک ہوا پہنچنے سے ہوتا ہے۔ت) اور شارح نے مباحث نظر میں ذکر کیا:

الادراك بالبصر يتوقف على امور ثلثة مواجهة البصر [عــہ۱] و تقليب الحدقة نحوه طلبا لرؤيته [عــہ۲] و	نگاہ سے ادراک تین امور پر موقوف ہے: نظر کا روبرو ہونا، آنکھ کی پتلی کو اس کی جانب اسے دیکھنے کی طلب

عــہ۱: ای للمبصر نفسه اوشجه المنطبع فی نحو مرأة على القول بالانطباع ام على القول بخروج الشعاع فمقابلة المبصر حاصلة فی الوجهين لاجل الانعكاس اقول وميل ائمتنا الفقهاء الى القول بالانطباع هو ان يقولو اكون الابصاربه، وبذالك بانهم صرحوا ان الرجل اذا رأى فرج امرأة وهى فى الماء تثبت حرمة المصاهرة، ولو رأى فرجها فى الماء لامنه وهى خارجة لم تثبت لانه على الاول رأى فرجها وعلى الثانى انما رأى شجه لانفسه كما فى الخانية وغيرها، فلو قالوا بالانعكاس لكان راى نفس الفرج فى الصور تين، "فليحفظ"فانى لم ار من نبه على ثم رأيت المحقق نبه على فى فتح القدير ولله الحمد ۱۲منه (م)

یعنی نگاہ کا خود مرئی کے سامنے ہونا یا اس کی مثال کہ جو آئینہ وغیرہ میں منطبع ہو یہ اس قول پر کہ آئینہ میں شیئ کی صورت مطبع ہوتی ہے او شعاع بصری نکلنے والے قول پر تو مرئی کا سامنا انعکاس کی وجہ سے دونوں صورتوں میں حاصل ہے۔ اقول ہمارے ائمہ فقہا کا میلان قول انطباع کی طرف ہے کہ رؤیت انطباع سے واقع ہوتی ہے۔ وہ میلان یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات نے تصریح فرمائی ہے کہ جب عورت پانی کے اندر ہو اور کوئی مرد اس کی شرمگاہ دیکھے تو حرمت مصاہرت ثابت ہوجاتی ہے، اور جب عورت پانی سے باہر ہے اور مرد نے پانی سے نہیں بلکہ پانی میں اس کی شرمگاہ دیکھی تو حرمت نہ ثابت ہوگی، اس لیے کہ پہلی صورت میں اس نے خود شرمگاہ دیکھی اور دوسری صورت میں خود شرمگاہ نہیں بلکہ اس کی مثال دیکھی، جیسا کہ خانیہ وغیرہ میں ہے ــــ تو یہ فقہاء اگر انعکاس کے قائل ہوتے تو خود شرمگاہ کی رؤیت دونوں صورت میں قرار پاتی، اسے یاد رکھنا چاہئے اس لیے کہ اس پر تنبیہ میں نے کہیں نہ دیکھی ــــ پھر حضرت محقق کو دیکھا کہ انھوں نے فتح القدیر میں اس پر تنبیہ فرمائی ہے۔ اور حمد اللہ ہی کے لئے ہے ۱۲منہ (ت)

عــہ۲: **اقول:** قيد الطلب خرج وفاق فليس من شرط الرؤيئة طلبها والمراد بالازالة العدم اصليا او طارى بافعل الرائى اوغيره ۱۲منه (م)

اقول: طلب کی قید اتفاقی ہے اس لئے کہ دیکھنے کی طلب شرط نہیں، اور ازالہ سے مراد یہ ہے کہ پردہ نہ ہو خواہ سرے سے نہ رہا ہو یا بعد میں دیکھنے والے یا کسی اور کے عمل سے زائل ہوگیا ہو ۱۲منہ (ت)

ازالۃ الغشاوۃ المانعہ من الابصار [1]۔	میں گردش دینا، دیکھنے سے مانع پردہ کا ازالہ (ت)

اور اس کا اطلاق بے واسطہ جوارح وآلات ادراک تام جزئیات مذکورہ خواہ غیر مذکورہ بروجہ جزئی مخصوص پر بھی کیا جاتا ہے، یہاں نہ مدرک بالفتح میں صورت ولون وضو کی تخصیص ہے نہ مدرک بالکسر میں آلات جسمانیہ کی قید، روز قیامت مومنین اپنے رب عزوجل کو دیکھیں گے اور اس کا کلام سُنیں گے اور وہ اور اس کی صفات اعراض سے پاک ہیں، اور مولٰی عزوجل سمیع وبصیر علی الاطلاق ہے اور آلات وجوارح سے منزہ، مصباح میں ہے: سمع اللہ قولك علمه [2] (خدانے تیری بات سنی یعنی اسے جانا۔ت) مجمع البحار میں ہے:

البصیر تعالٰی یشاھد الاشیاء ظاھرھا وخافیھا من غیر جارحۃ، والبصر فی حقہ تعالٰی عبارۃ عن صفۃ ینکشف بھا کمال نعوت المبصرات [3]۔	خدائے بصیر بغیر کسی عضو کے اشیاء کا مشاہدہ فرماتا ہے ان کے ظاہر کا بھی اور باطن کا بھی، اور رباری تعالٰی کے حق میں بصر ایک ایسی صفت سے عبارت ہے جس سے مرئیات کی صفات کا کامل طور پر منکشف ہوجاتی ہیں۔ (ت)

منح الروض میں ہے:

السمع صفۃ تتعلق بالمسموعات، والبصر صفۃ تتعلق بالمبصرات فیدرك ادراکا تاما لاعلٰی سبیل التخیل والتوھم ولاعلی طریق تاثیر حاسۃ ووصول ھواء [4]۔	سمع ایک صفت ہے جس کا تعلق مسموعات سے ہے اور بصر ایک صفت ہے جس کا تعلق مبصرات سے ہے تو اسے ادراک تام ہوتا ہے مگر خیال ووہم کے طور پر نہیں، نہ ہی حاسہ کی تاثیر اور ہوا پہنچنے کے طور پر۔ (ت)

اسی اطلاق پر مواقف وشرح میں فرمایا:

الثانیۃ شبھۃ المقابلۃ وھی ان شرط الرؤیۃ، کما علم بالضرورۃ من التجربۃ، المقابلۃ او مافی حکمھا نحو المرئی فی المرأۃ وانھا، مستحیلۃ فی حق اللہ تعالٰی لتنزھہ عن المکان	دوسرا شبہہ مقابلہ کا ہے۔ وہ یہ کہ رؤیت کی شرط یہ ہے کہ مرئی مقابل ہو جیسا کہ بداہت تجربہ سے معلوم ہے، یا مقابلہ کے حکم میں ہو، جیسے وہ جو آئینے میں نظر آتا ہے۔ اور مقابل ہونا اللہ تعالٰی کے حق میں محال ہے۔

[1] شرح المواقف المرصد الخامس فی النظر منشورات الشریف الرضی ایران ۱/۲۰۱
[2] مصباح المنیر تحت لفظ سمع منشورات دارالہجرۃ قم ایران ۱/ ۲۸۹
[3] مجمع البحار باب الباء مع الصاد مطبع عالی منشی نولکشور لکھنؤ ۱/۹۶
[4] شرح فقہ الاکبر شرح الصفات الذاتیہ مصطفٰی البابی مصر ص۱۹۔۱۸

والجهة والجواب منع الاشتراط [1]۔	اس لیے کہ وہ جہت اور مکان سے پاک ہے۔ اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ مقابلہ کا شرط رؤیت ہونا ہم نہیں مانتے۔ (ت)

امام نسفی مصنف کافی مذکور نے عمدۃ الکلام میں فرمایا:

ماقالوا من اشتراط المقابلة وغیرہ یبطل برؤیة الله تعالٰی ایانا [2]۔	یہ جو کہا گیا کہ رویت کے لئے مقابلہ وغیرہ شرط ہے۔ اس دلیل سے باطل ہے کہ خدائے تعالٰی ہمیں دیکھتا ہے اور مقابلہ وغیرہ بالکل نہیں۔ (ت)

روح ملاصق بالبدن کا سمع وبصر بروجہ اول ہے اور مفاق کا از قبیل دوم،

کل ذٰلك علی الاغلب و الافربما یحس الملاصق بنورہ کما فی کشوف الاولیاء والمفارق بالاٰلات الباقیة الدائمة کما فی الانبیاء علیهم الصلٰوۃ والسلام، ومعنی المفارقة فیهم طریان الفراق اٰنی تحقیقا للوعد الربانی۔	یہ سب حکم اکثری ہے ورنہ بارہا ایسا بھی ہوتا ہے کہ بدن سے متعلق روح اپنے نور کے ذریعہ احساس کرتی ہے جیسا کہ اولیاء کرام کے کشف میں ہوتا ہے۔ اور بدن سے مفارق روح ان آلات کے ذریعہ احساس کرتی ہے جو باقی ودائم ہوتے ہیں جیسے حضرات انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام کے احساسات میں ہوتا ہے، اور ان کے حق میں بدن سے روح کی مفارقت کا معنی، بس ایک آن کے لئے جدائی کا طاری ہونا تا کہ وعدہ الٰہیہ (ہر نفس کے لئے موت) کا تحقیق ہوجائے۔ (ت)

اور اس معنی سے انکار کی منکران سماع موتٰی کو بھی گنجائش نہیں کہ آخر رؤیت جنت و نار و نعیم وعذاب و سماع وکلام ملائکہ ماننے سے چارہ کہا، اور جب جسم معطل اور آلات مختل تو یہی ظاہر وعیاں، وسیأتی تفصیله عنقریب انشاء القریب (ان شاء اللہ اس کی تفصیل عنقریب آئیگی۔ ت) اور یہاں ایک تیسرے معنی مجازی اور ہیں یعنی رائی ومرئی وسامع وسموع میں بروجہ آلیت واسطہ ہونا اور صور جزئیہ کا مدرک تک پہنچانا یہ اس وقت مراد ہوتے ہیں جب سمع وبصر بدن کی طرف مضاف ہو، کما بیناہ فی المقدمة الثانیة (جیسا کہ دوسرے مقدمہ میں ہم نے اسے بیان کیا۔ ت) خواہ بروجہ اثبات، اور یہ ظاہر ہے خواہ بہ ضمن سلب جہاں سلب مقتصر نا مستمر ہے لتضمنه الاثبات کما لایخفی (اس لئے کہ وہ اثبات کو متضمن ہے جیسا کہ واضح ہے۔ ت)

مقدمہ خامسہ: قرآن واحادیث نصوصِ شرعیہ ومحاورات عرفیہ سب میں انسان طرف صفات روح وجسم

---

[1] شرح المواقف المرصد الخامس المقصد الاول منشورات الشریف الرضی، قم ایران ۱۳۹/۸

[2] عمدۃ الکلام للنسفی

دونوں نسبت کی جاتی ہیں۔

قال اللہ تعالٰی	ترجمہ
قال الله تعالٰی وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ ۚ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ "الی قوله سبحانه" فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ [1] وقال عزوجل وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ [2] وقال تبارك اسمه، اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِیْنٍ لَّازِبٍ [3] وقال جل جلاله، یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَیْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَیِّنَ لَكُمْ ؕ وَنُقِرُّ فِی الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى [4] الایۃ۔	اللہ تعالٰی فرماتا ہے: بیشک ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا فرمایا، پھر اسے ایک عزت والی قرار گاہ میں ٹھہرایا، تاارشاد باری تعالٰی: توبڑی برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر بنانے والا، اور فرماتا ہے: یاد کروجب تمھارے رب نے فرشتہ سے فرمایا: بیشک میں بدبودار گارے کی بجتی ہوئی مٹی سے انسان بنانے والا ہوں توجب میں اسے ٹھیک کرلوں اور اس میں اپنی طرف کی معزز روح پھونک دوں تو تم اس کے لیے سجدہ میں گرجانا، اور فرماتا ہے: بیشک ہم نے ان کو چپکتی ہوئی مٹی سے بنایا۔ اور فرماتا ہے: اگر تمھیں بعث سے متعلق کچھ شک ہے تو بیشک ہم نے تم کو مٹی سے بنایا پھر پانی کی بوند سے پھر خون بستہ سے پھر پارہ گوشت سے، مکمل اور نامکمل تاکہ تم پر ہم روشن کردیں، اور جسے چاہیں ایک مقررہ میعاد تک رحموں میں ٹھہرائیں۔ الآیۃ (ت)

پرظاہر کہ کھنکھناتی چپکتی خمیر کی ہوئی مٹی، پھر پانی کے قطرے، پھر خون کی بوند، پھر گوشت کے لوتھڑے سے بننا رحم میں ایک مدتِ معین تک ٹھہرنا ٹھیک ہونے کے بعد اس میں روح کا پھونکا جانا یہ سب احوال واطوار [عہ] بدن کے ہیں۔ اور انسان کی طرف نسبت فرمائی۔

وقال عزمجد وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا [5] و	خدائے عزوجل فرماتا ہے: اور انسان نے اس امانت کو اٹھالیا بے شک وہ اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والا

عــہ: خصوصًا اخیر کہ غیر بدن کے لیے کسی طرح محتمل نہیں ۱۲منہ (م)

[1] القرآن ۲۳/۱۲و۱۳و۱۴
[2] القرآن ۱۵/ ۲۸و۲۹
[3] القرآن ۳۷/۱۱
[4] القرآن ۲۲/۵
[5] القرآن ۳۳/۷۲

قال تعالٰی و شانہ اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ؕ بَلٰى قٰدِرِیْنَ عَلٰۤى اَنْ نُّسَوِّیَ بَنَانَهٗ ۝ بَلْ یُرِیْدُ الْاِنْسَانُ لِیَفْجُرَ اَمَامَهٗ ۝ یَسْـَٔلُ اَیَّانَ یَوْمُ الْقِیٰمَةِ ؕ ۝ "الٰی قولہ جل ذکرہ "یَقُوْلُ الْاِنْسَانُ یَوْمَىٕذٍ اَیْنَ الْمَفَرُّ ۝ [1]"الٰی قول جلت عظمتہ "یُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ یَوْمَىٕذٍۭ بِمَا قَدَّمَ وَ اَخَّرَ ۝ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِیْرَةٌ ۝ وَّ لَوْ اَلْقٰى مَعَاذِیْرَهٗ ۝ [2]۔	بڑا نادان ہے، اور فرماتا ہے: کیا انسان گمان کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں جمع نہ کریں گے، کیوں نہیں، ہم قادر ہیں کہ اس کے پور برابر کردیں، بلکہ انسان چاہتا ہے کہ اس کے آگے بے حکمی کرے، پوچھتا ہے کب ہے قیامت کا دن (تا ارشاد:) انسان کہتا ہے اس دن مفر کہاں (تا ارشاد ربانی:) اس دن انسان کو بتادیا جائے گا جو اس نے آگے کیا اور پیچھے کیا، بلکہ انسان اپنے نفس کو خوب دیکھنے والا ہے اگرچہ اپنے عذر سامنے لائے۔ (ت)

واضح ہے کہ تکالیف شرعیہ سے مخاطب ہونا اور ظلم وجہل وحسبان وارادہ سوال وکلام واعلام ومعرفت ومعذرت یہ سب صفات وافعال روح سے ہیں یونہی فجور بھی۔

قال عزمجدہ وَ نَفْسٍ وَّ مَا سَوّٰىهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰىهَا ۝ [3]۔	اللہ تعالٰی فرماتا ہے: قسم ہے نفس کی اور اس کی جس نے اسے ٹھیک بنایا، پھر اس کے دل میں اس کی نافرمانی اور پرہیزگاری ڈالی۔

انھیں بھی انسان کی جانب اضافت فرمایا بلکہ ایک ہی آیت میں دونوں قسم کے امور اس کے لیے مذکور۔

قال عز شانہ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖۗ نَّبْتَلِیْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِیْعًۢا بَصِیْرًا ۝ [4]۔	باری تعالٰی فرماتا ہے: بے شک ہم نے انسان کو ملے ہوئے نطفہ سے بنایا کہ اسے آزمائیں، پھر ہم نے اسے سننے والا دیکھنے والا بنایا۔

مرد وزن کے ملے ہوئے نطفے سے بدن بنا اور تکلیف وآزمائش روح کی ہے اور وہی شنوا وبینا۔

قال تعالٰی ذکرہ، اَوَ لَمْ یَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ ۝ وَ ضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّ نَسِیَ خَلْقَهٗ ؕ [5] الاٰیۃ۔	ارشاد باری تعالٰی ہے: اور کیا انسان نے نہ دیکھا کہ ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا پھر وہ کھلا جھگڑنے والا ہے اور اس نے ہمارے لئے مثل بنائی اور اپنی تخلیق کو بھول گیا۔ (ت)

---

[1] القرآن ۷۵/ ۳تا۱۰

[2] القرآن ۷۵/ ۱۳تا۱۵

[3] القرآن ۹۱/۷، ۸

[4] القرآن ۷۶/ ۲

[5] القرآن ۳۶/۷۷، ۷۸

رویت وعلم، شانِ روح ہے اور نطفے سے پیدائش بدن کی، پھر خصومت ومثل زنی ونسیان احوال روح اور ضمیر اخیر نے پھر تخلیق نطفہ سے جانب بدن مراجعت کی۔ یہی سب محاورات عرف عام میں شائع، اب چار حال سے خالی نہیں، یا توانسان محض بدن ہے یا مجروح روح یاہر ایک یا مجموع، احتمال ثالث تو بداہۃً مدفوع، ہر عاقل جانتاہے کہ اس کے بنی نوع کا ہر فرد اور وہ خود ایک انسان ہے۔ نہ یہ کہ ہر شخص میں دوانسان ہوں یاایک روح ایک بدن۔ وللہذااس کی طرف کسی کاذہاب معلوم نہیں ثلٰثہ باقیہ مذاہب معروفہ ہیں، اول اکثر متکلمین کاخیال ہے اور ثانی امام رازی وغیرہ کامفاد مقال اور ثالث خود انھیں امام جلیل ودیگر اجلہ اکابر کاارشاد جمیل۔ تفسیر کبیر میں ہے:

اما القائلون بان الانسان عبارۃ عن ھذہ البنیۃ المخصوصۃ وعن ھذا الجسم المحسوس فھم جمھور المتکلمین، وھذا القول عندنا باطل (وذکر علی حججان الی ان قال) الحجۃ الخامسۃ ان الانسان قد یکون حیا حال مایکون البدن میّتا والدلیل قولہ تعالٰی ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء فھذا النص صریح فی ان اولٰئک المقتولین احیاء والحس یدل علی ان ھذا الجسد میّت، الحجۃ السادسۃ قول تعالٰی النار یعرضون علیھا وقولہ اغرقوا فادخلوا نارا، وقول علیہ الصلٰوۃ والسلام من حفرالنار، کل ھذہ النصوص تدل علی ان الانسان یبقی بعد موت الجسد، الحجۃ السابعہ قول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، اذاحمل المیّت علی بعشہ رفرف روحہ فوق النعش ویقول یا اھلی یا ولدی (الحدیث) ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صرح	اس مخصوص ساخت اور اس محسوس جسم کو انسان بتانے والے جمہور متکلمین ہیں اور یہ قول ہمارے نزدیک باطل ہے (اس پر دلائل ذکر کئے، یہاں تک کہ فرمایا:) **پانچویں دلیل** یہ ہے کہ انسان کبھی زندہ ہوتا ہے جبکہ بدن مردہ ہوتاہے اور اس کی دلیل یہ ارشاد باری ہے کہ انھیں جواللہ کی راہ میں مارے گئے ہر گز مردہ نہ سمجھنابلکہ وہ زندہ ہیں، یہ صریح نص ہے کہ وہ شہید زندہ ہیں، اور احساس یہ بتاتا ہے کہ بدن مردہ ہے ــــ **چھٹی دلیل**: باری تعالٰی کاارشاد: فرعون اور اس کے ساتھی آگ پر پیش کیے جاتے ہیں، اور یہ ارشاد: وہ غرق کیے گئے پھر آگ میں ڈالے گئے۔ اور رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کافرمان: قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گھڑاہے۔ یہ تمام نصوص اس پر دلیل ہیں کہ انسان بدن کی موت کے بعد بھی باقی رہتا ہے ــــ **ساتویں دلیل**: رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کایہ ارشاد: جب میّت کو اس کی چارپائی پر اٹھایا جاتا ہے اس کی روح جنازے کے اوپر پھڑ پھڑاتی ہے اور کہتی ہے اے میرے لوگو! اے میری اولاد! (الحدیث) نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صراحت فرمادی

بان حال مایکون الجسد علی النعش بقی هناك شیئی ینادی ویقول جمعت المال من حله وغیر حله، ومعلوم ان الذی کان الاهل اهلاله وکان جامعاً للمال وبقی فی رقبته الوبال لیس الا ذٰلك الانسان، فهذا تصریح بان فی الوقت الذی کان الجسد میّتاً کان الانسان حیاباقیاً فاهماً. الحجة الثامنة قول تعالٰی یایتها النفس المطمئنة ارجعی الی ربك راضیة مرضیة والخطاب انماهو حال الموت فدل ان الذی یرجع الی الله بعد موت الجسد یکون حیاً راضیاً ولیس الا الانسن فهٰذا یدل ان الانسان بقی حیاً بعد موت الجسد، الحجة العاشرة جمیع فرق الدنیا من الهند والروم والعرب والعجم وجمیع ارباب الملل والنحل من الیهود والنصارٰی والمجوس والمسلمین یتصدقون عن موتاهم ویدعون لهم بالخیر ویذهبون الی زیارتهم، ولولا انهم بعد موت الجسد بقوا احیاء لکان التصدق والدعاء والزیارة عبثاً. فیدل ان فطرتهم الاصلیة شاهدة بان الانسان لایموت بل یموت الجسد، والحجة السابعة عشرة ان الانسان یجب ان یکون عالماً، والعلم لایحصل الاّ فی القلب فیلزم ان یکون الانسان عبارة عن الشیئ الموجود فی القلب اوشیئ له

کہ جس وقت بدن چارپائی پر ہوتا ہے اس وقت ایک شی باقی رہتی ہے جو ندا دیتی ہے اور کہتی ہے: میں نے مال جائز وناجائز طریقوں سے جمع کیا، اور معلوم ہوا کہ اہل جس کے اہل تھے، اور جو مال جمع کرنے والا تھا اور جس کی گردن پر وبال رہ گیا وہ نہیں مگر وہ انسان ــــ تو یہ اس بات کی تصریح ہے کہ جس وقت بدن مردہ ہے اسی وقت انسان زندہ، باقی اور سمجھنے والا ہے ــــ **آٹھویں دلیل:** اللہ تعالٰی کا ارشاد: اے اطمینان والی جان! اپنے رب کی طرف لوٹ جا اس حالت میں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی ــــ یہ خطاب بعد موت ہی ہے، تو معلوم ہوا کہ بدن موت کے بعد جو اللہ کی طرف لوٹنے والا ہے وہ زندہ، راضی ہوتا ہے، اور وہ انسان ہی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ انسان جسم کی موت کے بعد بھی زندہ رہا ــــ **دسویں دلیل:** ہندوستان، روم، عرب، عجم کے رہنے والے تمام اہل عالم اور یہود، نصارٰی، مجوس، مسلمان تمام ادیان ومذاہب والے اپنے مردوں کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں۔ ان کے لئے دعائے خیر کرتے ہیں اور ان کی زیارت کے لئے جاتے ہیں، اگر وہ جسم کی موت کے بعد زندہ نہ رہتے تو صدقہ، دعا اور زیارت ایک عبث اور بے فائدہ کام ہوتا ــــ اس میں دلیل ہے کہ ان کی اصل فطرت اس پر شاہد ہے کہ انسان نہیں مرتا بلکہ جسم مرتا ہے ــــ **سترھویں دلیل:** ضروری ہے کہ انسان علم رکھنے والا ہو، اور علم کا حصول قلب ہی میں ہوتا ہے، تو لازم ہے کہ انسان اس شے سے عبارت ہو جو قلب میں موجود ہے یا اس شیئ سے جو قلب سے

تعلق بالقلب [1] اھ ملتقطا ملخصا۔	متعلق ہے (ختم، تلخیص اور متعدد جگہوں سے اقتباس کے ساتھ)۔(ت)

امام الطریقۃ بحر الحقیقۃ سیدنا شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالٰی عنہ فتوحات مکیہ شریف میں فرماتے ہیں:

لیس فی العلوم اصعب تصورا من ھذہ المسئلۃ فان الارواح طاھرۃ بحکم الاصل والاجسام وقواھا کذٰلك طاھرۃ بما فطرت علیہ من تسبیح خالقھا وتوحیدہ ثم باجتماع الجسم والروح حدث اسم الانسان وتعلق بہ التکالیف وظھر منہ الطاعات والمخالفات [2] الخ۔	علوم میں اس مسئلہ سے زیادہ عسیر الفہم کوئی نہیں، اس لیے کہ ارواح بحکم اصل پاک ہیں، اسی طرح اجسام اور ان کے قوٰی اپنے خالق کی تسبیح وتوحید کی جس فطرت پر پیدا ہوئے ہیں، پاک ہیں، پھر جسم اور روح کے ملاپ سے نامِ انسان رونما ہوا، اس سے تکلیفات و احکام وابستہ ہوئے اور اس سے فرمانبرداری وخلاف ورزی ظہور پذیر ہوئی۔(ت)

امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی کتاب الیواقیت والجواہر میں امام ابوطاہر رحمہ اللہ تعالٰی سے نقل فرماتے ہیں:

الانسان عند اھل البصائر ھذا المجموع من الجسد والروح بما فیہ من المعانی [3]۔	ارباب بصیرت کے نزدیک انسان جسم وروح کا یہ مجموعہ ہے ان تمام معانی کے ساتھ جو اس میں ہیں۔(ت)

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں زیر قولہ تعالٰی فی سورۃ النحل خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ نُّطۡفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيۡمٌ مُّبِيۡنٌ ۝ [4] فرماتے ہیں:

اعلم ان الانسان مرکب من بدن ونفس فقولہ تعالٰی (خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ نُّطۡفَةٍ) اشارۃ الی الاستدلال ببدنہ علی وجود	معلوم ہو کہ انسان بدن اور روح سے مرکب ہے، تو ارشاد باری تعالٰی (انسان کو نطفے سے پیدا کیا) بدنِ انسان سے صانع حکیم کے وجود پر استدلال کی جانب

[1] التفسیر الکبیر تحت آیہ ویسئلونک الطبعۃ البہیۃ العربیۃ بمیدان جامع الازہر مصر ۲۱/ ۴۰ تا ۴۳

[2] الیواقیت والجواہر المبحث السادس والستون مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۵۰

[3] الیواقیت والجواہر بحوالہ شیخ محی الدین مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۵۴

[4] القرآن ۱۶/ ۴

الصانع الحکیم وقول تعالٰی (فَاِذَاھُوَخَصِیۡمٌ مُّبِیۡنٌ) اشارۃ الی الاستدلال باحوال نفسہ علی وجود الصانع الحکیم [1] الخ	اشارہ ہے۔ اور ارشاد باری (پھر جبھی وہ کُھلا جھگڑنے والا ہے) روح انسان کے احوال سے صانع حکیم کے وجود پر استدلال کی جانب اشارہ ہے۔ الخ (ت)

اقول: وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) آیات کریمہ قرآن اعظم و محاورات عامہ شائعہ تمام عالم کے ملاحظہ سے بنگاہ اولین ذہن میں منقش ہوتا ہے کہ جسے انسان کہتے ہیں اور زید عمرو اعلام یا من وتو ضمائر یا این وآن اسمائے اشارہ سے تعبیر کرتے ہیں، اس میں روح وبدن دونوں ملحوظ ہیں، ایک یکسر معزول ہو ایسا ہر گز نہیں، اب خواہ یوں ہو کہ ہر ایک نسخ حقیقت انسانی میں داخل وجزوِ حقیقی ہو یا یوں کہ ایک سے تجوہر حقیقت اور دوسرے کو معیت وشرطیت مگر ساتھ ہی عقل ونقل کی طرف نظر کیجئے تو ان کا اجماع واطباق دیکھتے ہیں کہ انسان ایک شیئ مدرک عاقل فاہم مرید مکلّف من اللہ تعالٰی ہے، اور یہ صفات اس کے لیے حقیۃً ثابت ہیں کہ نہ موصوف بالذات کوئی شیئ غیر ہو اور اس کی طرف بالتبع بالعرض نسبت کئے جاتے ہوں، اس بیّن و واضح امر کی طرف التفات کرتے ہیں منجلی ہوگیا کہ جس طرح قولین اولین میں تجرد و تمحض بہ معنی بشرط لاشیئ مراد لینا کسی عاقل سے معقول نہیں، اگر ہے تو لابشرط، اور یہ معنی منقول نہیں کہ روح بدن میں کوئی لحاظ سے بلکل معزول نہیں، اور قول اول تو اس کا قابل نہیں کہ انسان عاقل ہے اور ابدان ذوی العقول نہیں، انسان مالک و متصرف ہے بدن کی طرح آلہ و معمول نہیں، یوں ہی یہ بھی روشن ہوگیا کہ قول اخیر میں مجموع سے مراد بشرط شیئ ہے نہ ترکب نفس حقیقت، ورنہ انسان عاقل ومدرک نہ رہے کہ مجموع مدرک ونامدرک نامدرک ہے اور لازم آئے کہ آیات و محاورات عامہ خواہ مدنیات ہوں جن میں موصوف بصفات جسم کو انسان کہا گیا یا روحیات جن میں صفات نفس سے انسان کو متصف کیا۔ خواہ جامعات جن میں دونوں کو اجتماع دیا سب یکسر حقیقت سے معزول اور مجاز پر محمول ہوں کہ اب انسان نہ روح نہ بدن بلکہ شی ثالث ہے، لاجرم مجموع کا محمل اول مراد نہیں ہوسکتا۔

ومن الدلیل علیہ قول الامام ابی طاھر "بما فیہ من المعانی" فما کان لعا قل ان یتوھم دخول الاعراض فی قوام جوھر وانما المراد الدخول فی اللحاظ وکذا تنصیص الامام الرازی علی الترکیب مع اعطائہ مرارا	اس کی ایک دلیل امام ابو طاہر کے یہ الفاظ ہیں (ان تمام معانی کے ساتھ جو اس میں ہیں) کہ اسے کوئی عاقل یہ وہم نہیں کرسکتا کہ اعراض ایک جوہر کی حقیقت میں داخل ہیں مراد صرف لحاظ میں داخل ہونا ہے، اسی طرح مرکب ہونے پر امام رازی کی تصریح، جب کہ ان کے کلام سے

[1] التفسیر الکبیر تحت آئیہ مذکورہ مطبعۃ بہیۃ مصریۃ بمیدان الازہر مصر ۱۹/ ۲۲۴

كثيرة ان الانسان هو الروح۔	بہت سی جگہ مستفاد ہے کہ انسان ___ وہی انسان روح ہے (ت)

رہا محمل دوم اس میں بھی دو احتمال ہیں قوام روح سے ہو اور بدن شرط یعنی انسان روح متعلق بالبدن کا نام ہو یا بالعکس یعنی بدن متعلق بالروح کا ثانی بھی اس مقدمہ مذکورہ واضحہ سے مدفوع کہ انسان عاقل مخاطب بالاصالۃ ہے، نہ بالتبع، تو بفضل اللہ تعالٰی عرش تحقیق مستقر ہوگیا کہ مختار و منصور وہی قولِ اخیر بایں معنی و تفسیر ہے۔ اور قول ثانی بھی اس سے بعید نہیں کہ جب قوام جوہر میں صرف روح ہے انسان روح ہی کا نام ہوا بلحاظ تعلق ہونا اسے روح ہونے سے خارج نہیں کرتا، نہ ان عبارات میں لحاظ تعلق سے قطع نظر مذکور، تو اس کا اسی قول منصور کی طرف ارجاع میسور، ولہٰذا امام اجل فخر الدین رازی نے بآنکہ بار بار روح ہی کے انسان ہونے پر تسجیل و تنقیح فرمائی، خود ہی انسان کے روح و بدن سے مرکب ہونے کی تصریح فرمائی، اسی طرح شاہ عبدالعزیز صاحب نے تفسیر عزیزی میں جہاں وہ عبارت لکھی کہ جان آدمی کہ در حقیقت آدمی عبارت ازان است (آدمی کی جان کہ حقیقت میں آدمی اس سے عبارت ہے۔ت) وہیں اس کی شرح یوں ارشاد کی:

تفصیل این اجمال آنکہ آدمی مرکب از دو چیز است جان و بدن جزوِ اعظم جان است کہ تبدل و تغیّر دراں راہ نمی یابد وبدون بمنزلہ لباس است کہ اختلاف بسیار دروے راہ می یابد [1] اھ مختصرًا	اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ آدمی دو چیزوں سے مرکب ہے، جان اور بدن ___ جزوِ اعظم جان ہے جس میں تبدل و تغیر کو راہ نہیں ___ اور بدن بمنزلہ لباس ہے کہ اس میں بہت تبدیلی ہوا کرتی ہے اھ مختصرًا (ت)

پھر روح کا بدن سے تعلق چار قسم ہے: ایک تعلق دنیوی بحالِ بیداری، دوسرا بحالِ خواب کہ من وجہ متعلق من وجہ مفارق، تیسرا برزخی، چوتھا اُخروی۔

وجعلها فی شرح الصدور عن ابن القیم خمسة قال للروح بالبدن خمسة انواع من التعلق متغائرة، الاول فی بطن الام، الثانی بعد الولادة، الثالث فی حال النوم فلها به تعلق من وجه و مفارقة من وجه۔ الرابع فی البرزخ فانها و ان کانت قد فارقته بالموت فانها لم تفارق فراقا کلیا بحیث لم یبق لها الیه التفات،	اور شرح الصدور میں ابن قیم کے حوالہ سے پانچ قسم قرار دی ___ عبارت یہ ہے: بدن سے روح کے پانچ الگ الگ قسم کے تعلق ہیں ___ پہلا شکم مادر ہیں ___ دوسرا بعد ولادت ___ تیسرا حالتِ خواب میں کہ ایک طرح سے روح بدن سے متعلق ہے اور دوسری طرح سے جدا ہے، چوتھا برزخ ہے ___ کہ روح موت کے باعث اگرچہ بدن سے جدا ہو چکی ہے مگر بالکل جدا نہیں ہوئی ہے کہ

[1] تفسیر عزیزی پارہ عم سورۃ الطارق مسلم بک ڈپو، لال کنواں دہلی ص ۲۲۶

الخامس تعلقها به یوم البعث وهو اکمل انواع التعلقات ولانسبة لماقبله الیه اذ لایقبل البدن موه موتا ولانوما ولا فسادا [1] اهوتبعه القاری فی منح الروض،	بدن کی طرف اسے کوئی نہ رہ گیا ہو ــــ پانچواں روز بعث کا تعلق۔ وہ سب سے زیادہ کامل تعلق ہے جس سے ماقبل کے تعلقات کو کوئی نسبت نہیں، اس لئے کہ اس تعلق کے ساتھ بدن، موت، خواب اور فساد تغیر قبول نہیں کرتا اھ اور منح الروض میں علامہ قاری نے بھی اسی اتباع کیا ــــ
اقول: الکلام فی الانواع المتغائرة ولا یظهر للتعلق الرحمی تغایر مع الذی بعد الولادة فان کلیهما تعلق الاتصال المحض والتدبیر والتصرف الناقص بخلاف النومی فلایتمخض للاتصال، والبرزخی فلیس مع ذٰلك تعلق التدبیر و الاُخروی فلانقص فیه اصل فیتحصل التقسیم هکذا التعلق اما ممتمحض للاتصال اولا الاول ان کمل بحیث لایقبل الفراق فاخروی ، والا فدنیوی ، یقظی، والثانی ان کان تعلق تدبیر فنومی اولا فبرزخی فان قیل لیس یستعمل الجنین الاته وجوارحه فی الاعمال و الادراك مثل المولود قلت لایستعملها المولود من ساعته کالفطیم ولا الفطیم کالیافع ولا الیافع کمن بلغ اشده ولا کمثله الشیخ الهرم ثم الفانی ، فلیجعل عامة ذلك تعلقات متغائرة فافهم۔ [2]	**اقول:** گفتگو الگ الگ اور جداگانہ تعلقات کے بارے میں ہے ــــ جب کہ شکم مادر والے تعلق کی، بعد ولادت والے تعلق سے کوئی مغایرت ظاہر نہیں ــــ اس لئے کہ دونوں صورتوں میں خالص اتصال اور تدبیر وتصرف کا ناقص تعلق ہے۔ اس کے برخلاف حالت خواب کے تعلق میں خالص اتصال نہیں۔ من وجہ فراق بھی ہے۔ اور برزخ والے تعلق میں اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ تدبیر کا تعلق نہیں ــــ اور آخرت والے تعلق میں بالکل کوئی نقص نہیں ــــ تو تقسیم اس طرح حاصل ہوگی، تعلق یا تو خالص اتصال رکھتا ہے یا نہیں ــــ اوّل اگر ایسا کامل ہے کہ جدائی قبول نہ کرے تو اُخروی ــــ ورنہ دنیوی جو بیداری میں ہو ــــ اور ثانی اگر تدبیر کا تعلق ہے تو خواب والا ہے اور تدبیر والا نہیں تو برزخی ہے ــــ اگر یہ اعتراض ہو کہ شکم کا بچہ افعال اور ادراک میں اپنے آلات وجوارح کو پیداشدہ بچے کی طرح استعمال نہیں کرتا (اس فرق کی وجہ سے دونوں کو دو شمار کیا گیا) ہمارا جواب یہ ہوگا کہ اس وقت مولود بچہ بھی اپنے اعضاء وجوارح کو اس بچے کی طرح استعمال نہیں کرتا جو دودھ چھوڑ چکا ہو، اور دودھ چھوڑنے والا نوجوان یا قریب البلوغ کی طرح اور

[1] شرح الصدور باب مقر الارواح خلاف اکیڈمی منگورہ سوات ص ۱۰۰

[2] الیواقیت والجواہر المبحث السادس والستون الخ مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۵۴

	یہ بھرپور جوانی والے کی طرح استعمال نہیں کرتا، نہ ہی اس کی طرح بہت بوڑھا، پھر مزید بڑھاپے سے فنا کو پہنچ جانے والا شخص استعمال کرتا ہے ___ تو چاہئے کہ ان سب کو جداگانہ ومتغائر تعلقات قرار دیا جائے ___ تواسے سمجھو۔ (ت)

ان میں جس طرح اعلی واکمل تعلق اخروی ہے جس کے بعد فراق کا احتمال ہی نہیں، یوں ہی ادون واقل تعلق برزخی ہے کہ با وصف فراق ایک اتصال معنوی ہے مگر قرآن عظیم وحدیث کریم کے نصوص قاطعہ شاہد عدل ہیں کہ اس قدر تعلق بھی بقائے انسانیت کے لئے بس ہے ___ بدیۃً معلوم کہ قبر تنعیم یا معاذاللہ تعذیب جو کچھ اسی انسان ہی کے واسطے ہے جو اپنی حیات دینوی حیات دنیوی میں مومن ومطیع یا معاذاللہ کافر وعاصی تھا، نہ یہ کہ طاعت وایمان توانسان نے کئے اور نعمت مل رہی ہے کسی غیر انسان کو یا کافر وعصیان انسان سے ہوئے اور عذاب ہوتا ہو کسی غیر انسان پر، اسی طرح وہ تمام حجج واضحہ جو ابھی تفسیر کبیر سے بعد موت وبقا وحیات انسان پر گزریں مع اپنے نظائر کثیرہ کی اس مدعا کی کفیل ہیں تو ثابت ہوا کہ حقیقت انسانیہ میں جو تعلق ملحوظ ہے مطلق ومرسل ہے کسی وقت کا ہو۔

اما ما قال الامام ابوطاھر بعدما اسلفنا نقله من انه اذا بطلت صورة جسده بالموت وزالت عنه المعانی بقبض روحه لایسم انسانا فاذا جمعت ھذه الاشیاء الیه بالاعادة ثانیا کان ھو ذٰلك الانسان بعنیه الا تری ان الجسد الفارغ من الروح والمعانی یسمی شبحا و جثة ولایسمی انسانا وکذلك الروح المجرد لایسمی انسانا [1] الخ **فاقول:** لیس یرید رحمه الله تعالٰی ان الانسان یبطل بالموت وان الذی فی البرزخ من لدن الموت	رہا وہ جو امام طاہر نے سابقا نقل شدہ عبارت کے بعد فرمایا کہ: جب موت سے آدمی کے جسم کی صورت باطل ہوجاتی ہے اور روح قبض ہوجانے کی وجہ سے معانی اس سے زائل ہوجاتے ہیں تو اسے انسان نہیں کہا جاتا۔ پھر جب دوبارہ یہ چیزیں اس کے ساتھ جمع کردی جاتی ہیں تو بعینہٖ وہی انسان ہوجاتا ہے۔ دیکھو کہ روح اور معانی سے خالی جسم کو شبح اور جُثّہ، ڈھانچہ اور لاشہ کہا جاتا ہے، انسان نہیں کہا جاتا، اس طرح مجرد روح کو انسان نہیں کہا جاتا الخ **فاقول:** (میں کہتا ہوں۔ ت) امام موصوف رحمہ اللہ تعالٰی کی مراد یہ نہیں کہ انسان موت سے نیست ونابود ہوجاتا ہے اور عالم برزخ میں ازدمِ موت

[1] الیواقیت والجواہر المبحث السادس والستون مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۵۴

الیٰ حین البعث لیس بانسان، ومعاذاللہ ان یریدہ وھو وقول اھل البدع ومصادم للقواطع وکیف یجوز ان لایکون الروح البرزخی المتصل بالبدن اتصالا فی فراق انساناً، ومعلوم قطعاً ان الانسان ھوالذی کان امر وکفر واحسن وفجر وبدیھی ان غیر الانسان غیر الانسان افینعھم من لم یعلم ویعذب من لم یعص واللہ تعالٰی یقول عنھم یٰوَیۡلَنَا مَنۢ بَعَثَنَا مِن مَّرۡقَدِنَا[1] فافادان المبعوثین فی الحشرھم الراقدون فی القبر ومعلوم ان المحشورین فی العقبٰی ھم الکاینون فی الدنیا فالانسان ھو ھو فی الدور الثلث لم یزل عن انسانیة ولم ینسلخ عن حقیقة، وقال تعالٰی اَلنَّارُ یُعۡرَضُوۡنَ عَلَیۡھَا[2] وانما اعاد الضمیر الی الناس المذکورین فھم المعروضون علی النار لا غیر ھم وقال تعالٰی قُتِلَ الۡاِنۡسَانُ مَاۤ اَکۡفَرَہٗ ﴿۱۷﴾[3] الی قولہ عزوجل ثُمَّ اَمَاتَہٗ فَاَقۡبَرَہٗ ﴿۲۱﴾[4] فالاقبار بعد الاماتة وقد ارجع الکنایة فیہ الی	تا وقت بَعث جو ہوتا ہے وہ انسان نہیں ___ اللہ کی پناہ کہ یہ ان کی مراد ہو ___ جب کہ یہ بد مذہبوں کا قول ہے اور قطعی دلائل سے متصادم ہے ___ اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ روح برزخی انسان نہ ہو جو بدن سے فراق کے ساتھ ایک اتصال بھی رکھتی ہے ___ اور یہ قطعاً معلوم ہے کہ انسان وہی ہے جس سے ایمان وکفر اور نیکی وبدی کا صدور ہوا ___ اور بدیہی ہے کہ غیر انسان، غیر انسان ہے تو کیا انعام اسے ہوتا ہے جس نے عمل نہ کیا، اور عذاب اسے ہوتا ہے جس نے معصیت نہ کی؟ ___ حالانکہ اللہ تعالٰی ان کے متعلق بیان فرماتا ہے کہ وہی کہیں گے: ہائے ہماری خرابی! کس نے ہماری خواب گاہ سے ہمیں اٹھایا، اس سے افادہ ہوا کہ حشر میں جو اٹھائے جانے والے ہیں وہی قبر میں سونے والے ہیں ___ اور معلوم ہوا کہ آخرت میں جو اٹھائے جائیں گے وہ وہی ہیں جو دنیا میں تھے ___ تو انسان تینوں مقامات میں وہی انسان ہے۔ کسی وقت میں وہ انسانیت سے جدا اور اپنی حقیقت سے خارج نہ ہوا ___ اور باری تعالٰی فرماتا ہے: وہ آگ پر پیش کئے جاتے ہیں ___ ضمیر ان ہی لوگوں کی طرف لوٹائی جو مذکور ہوئے تو آگ پر پیش کیے جانے والے وہی ہیں، غیر نہیں۔ اور ارشاد باری ہے: انسان مارا جائے کتنا بڑا ناشکرا ہے (تا ارشاد باری:) پھر اسے موت دی، پھر اسے قبر میں رکھا ___ تو قبر میں رکھنا موت دینے کے بعد ہوا، اور ضمیر

[1] القرآن ۳۶/۵۲

[2] القرآن ۴۰/۴۶

[3] القرآن ۸۰/۱۷

[4] القرآن ۸۰/۲۱

الانسان فثبت ان المیّت المقبور لیس الا انسانا، وبالجملة ففی الدلائل علی هذا کثرة لامطمع فی احاطها۔ وانما اراد التنبیه علی ان الانسان لیس بمعزول اللحاظ عن شیئ من الروح والبدن فالجسد اذا ابطلت صورته بالموت وزالت عنه المعانی لخروج الروح عنه لایسمی ذلك لجسد الفارغ انسانا وقد کان یسمی قبله عرفا لمکان الاتصال کما سیأتی وکذا الروح المجرد من حیث هو مجرد لایسمی انسانا وانما الانسان المجموع اعنی الروح الملحوظ بلحاظ الاتصال اعم ان یکون دنیویا او اخرویا اوبرزخیا هکذا ینبغی ان یفهم هذا المقام، والله سبحانه ولی الانعام۔	اس میں بھی انسان ہی کی طرف لوٹائی تو ثابت ہوا کہ میّت جو قبر میں ہوتا ہے وہ انسان ہی ہے ___ بالجملہ دلائل اس بارے میں بہت ہیں جن کا احاطہ کرنے کی طمع نہیں۔ امام موصوف نے بس اس بات پر تنبیہ فرمانا چاہا ہے کہ روح اور بدن دونوں میں کسی سے بھی انسان لحاظ میں جدا نہیں ___ تو جسم کی صورت جب موت کی وجہ سے باطل ہوجائے اور اس سے روح نکل جانے کے باعث معانی اس سے زائل ہوجائیں تو اس خالی جسم کو انسان نہیں کہا جاتا، جبکہ اس سے پہلے عرفاً کہا جاتا تھا کیونکہ اتصال تھا جیسا کہ آگے آرہا ہے ___ اسی طرح روح بھی مجرد کو، اس حقیقت سے کہ وہ مجرد ہے انسان نہیں کہا جاتا ___ انسان تو مجموع روح وبدن ہے __ یعنی وہ روح جس کے ساتھ بدن سے اتصال کا لحاظ ملحوظ ہے خواہ وہ اتصال دنیوی ہو یا اخروی یا برزخی __ اسی طرح اس مقام کو سمجھنا چاہئے، اور خداء پاک ہی مالک انعام ہے (ت)

یہ تحقیق حقیقت ومصداق انسان میں کلام تھا اب آیات ومحاورات مذکورہ کی طرف چلئے جب انسان و روح ہر ایک کا انسان جداگانہ ہونا بداہۃً باطل ہوچکا، تو اب اقوال ثلاثہ سے کوئی قول لیجئے آیات ومحاورات بدنیہ وروحیہ سے ایک میں تجوز اور جامعہ میں استخدام ماننے سے گریز نہ ہوگی کمالایخفٰی۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ نہ مفسرین ان میں کہیں استخدام [عـــه] مانتے ہیں

عـــه: بل قال بعض العلماء ان الاستخدام بهذا المعنی لم یقع فی القرآن العظیم اصلا نقله الامام السیوطی فی الاتقان، قال وقد استخرجت بفکری اٰیات وذکر ثلثا الاولٰی "اتی امر الله فلاتستعجلوه"	[اصطلاح بلاغت میں استخدام یہ ہے کہ کسی لفظ کے متعدد معنی ہوں اور ایک جگہ لفظ یا اس کی ضمیر سے ایک معنی مراد لیا جائے اور وہی دوسری جگہ ضمیر سے دوسرا معنٰی مراد لیا جائے ۱۲منہ مترجم] بلکہ بعض علماء نے فرمایا: استخدام اس معنی میں قرآن عظیم میں بلکل کہیں وارد نہیں، (باقی اگلے صفحہ پر)

نہ اہل عرف ان میں کسی کلام کو حقیقت سے جدا جانتے ہیں تو بوجہ شدت اختلاط گویا روح وبدن شیئ واحد ہیں بلکہ روح خفی ونظری ہے اور بدن محسوس مرئی اور اشراق شمس روح نے بدن پر حیات کی شعاعیں ڈال کر اسے اپنے رنگ میں رنگ لیا، جس طرح دہکتے کوئلے کو کہ اس کے ہر ذرے میں آگ کی سرایت نے انا النار کہنے کا مستحق

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

امر اللہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، کما اخرج ابن مردویۃ من طریق الضحاك عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما والضمیر لہ مراد بہ قیام الساعۃ او العذاب، والثانیۃ "ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین "المراد بہ آدم، ثم اعاد الضمیر علیہ مراد بہ ولدہ فقال:"ثم جعلنہ نطفۃ"قال وھی اظھرھا، والثالثۃ لا تسئلوا عن اشیاء ان تبدلکم تسؤکم"، ثم قال قد سألھا قوم من قبلکم ای اشیاء اُخر ھذا ملخص کلام السیوطی۔

اقول: وقد استخرجت مثالین اُخرین الاول قولہ عزوجل احصنت فرجھا فنفخنا فیہ "الفرج فرج المرأۃ والضمیر للفرج بمعنی فرج الجیب علی ماعلیہ المحققون والاُخر ذکرتہ فی رسالتی الزلال الانقٰی من بحر سبقۃ الاتقی التی ذکرت فیھا تفسیر قولہ عزوجل وسیجنبھا الاتقی ۱۲منہ (م)

اسے امام سیوطی نے اتقان میں نقل فرمایا وہ فرماتے ہیں میں نے اپنی فکر سے چند آیات میں استخدام نکالا ہے، تین آیتیں ذکر فرمائیں، ایک (اللہ کا امر آیا تو اس کی جلدی نہ مچاؤ) اللہ کا امر محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، جیسا کہ ابن مردویہ نے بطریق ضحاک حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا اور اس کی ضمیر سے ("جو اس کی جلدی نہ مچاؤ" میں ہے) قیام قیامت یا عذاب مراد ہے ___ دوسری: ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا۔ انسان سے مراد حضرت آدم ہیں۔ پھر ہم نے اسے نطفہ کیا، یہاں انسان کی طرف راجع ضمیر "اسے" سے مراد اولاد آدم ہے، فرمایا: یہ سب سے زیادہ ظاہر ہے ___ تیسری: ایسی چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو کہ اگر وہ تم پر ظاہر کردی جائیں تو تمھیں بری لگیں۔ پھر ارشاد ہوا تم سے پہلے کچھ لوگوں نے انھیں پوچھا ___ یعنی کچھ دوسری چیزوں کو پوچھا ___ یہ امام سیوطی کے کلام کی تلخیص ہے۔

اقول: میں نے دو مثالیں اور نکالیں ہیں اول: ارشاد باری عزوجل مریم نے اپنی شرمگاہ محفوظ رکھی تو ہم نے اس میں پھونک ماری، شرمگاہ سے مراد شرمگاہ زن، اور اس کی ضمیر سے مراد چاک گریبان، اس قول کی بنیاد پر جو محققین کا مختار ہے ___ یہ دوسری مثال میں نے اپنے رسالہ "الزلال الانقٰی من بحر سبقۃ الاتقی" (۱۳۱۴ھ) میں ذکر کی ہے جس میں میں نے ارشاد باری عزوجل "وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَی" کی تفسیر بیان کی ہے۔ (ت)

کر دیا اب اسے آگ ہی کہا جاتا ہے، یونہی جسم کو انا الانسان کا دعوی پہنچتا ہے۔ ہم سنتا، دیکھتا، بولتا، چلتا، پھرتا کام کرتا بدن ہی دیکھتے ہیں حالانکہ مدرک و فاعل روح ہے اور بدن آلہ، لہٰذا بدن پر اطلاق انسان حقیقت عرفیہ [عہ] قرار پایا اور وہی تمام صفات وافعال کا منسوب الیہ ٹھہرا اور قرآن عظیم بھی مطابقت عرف پر اترا،

قال تعالٰی اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَاۤ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ﴿۲۳﴾ [1]۔	باری تعالٰی فرماتا ہے: بے شک وہ حق ہے اس کے مثل جو تم بولتے ہو۔ (ت)

اب نہ تجوز ہے نہ استخدام، نظیر اس کی "رأیت زیدًا" ہے زید را دیدم، زید کو دیکھا، حالانکہ زید اگرچہ اس سے بدن ہی مراد لیجئے ہر گز ہمیں مرئی نہیں، مرئی صرف رنگ و سطح بالائی ہے اور وہ قطعًا نہ روح زید ہے نہ بدن، مگر شدت اتصال کی باعث اسے رؤیت زید کہتے ہیں اور ہر گز اس میں تجوز و مخالفت حقیقت کا توہم بھی نہیں کرتے یہاں تک کہ اگر کوئی زید کے رنگ و سطح کو یونہی دیکھے اور قسم کھائے میں زید کو نہ دیکھا قطعًا کاذب سمجھا جائے گا، لاجرم تفسیر کبیر میں روح کے غیر جسم ہونے پر کلام واسع و مشبع لکھ کر فرماتے ہیں:

اعلم ان اکثر العارفین المکاشفین من اصحاب الریاضات وارباب المکاشفات والمشاهدات مصرون علی هذ القول جاز مون بهذا المذهب، واحتج المنکرون بقوله تعالٰی من ای شیئ خلقه من نطفة خلقه هذا تصریح بأن الانسان مخلوق من نطفة وانه یموت ویدخل القبر ولو لم یکن عبارة عن هذه الجثة لم تکن الاحوال المذکورة صحیحة والجواب انه لما کان الانسان فی العرف والظاهر عبارة عن هذه الجثة اطلق علیه اسم الانسان فی العرف [2] اھ مختصرًا	معلوم ہوا کہ اہل ریاضت اور ارباب کشف و مشاہدہ میں سے اکثر عرفاء مکاشفین اس قول پر اصرار اور اس مذہب پر جزم رکھتے ہیں __ اور منکرین نے باری تعالٰی کے اس ارشاد سے استدلال کیا ہے اسے کس چیز سے پیدا کیا، نطفہ سے، یہ اس بات کی تصریح ہے کہ انسان نطفہ سے پیدا کیا گیا ہے اور وہی مرنے والا اور قبر میں جانے والا ہے، اگر انسان جسم وجُثہ سے عبارت نہ ہو تو مذکورہ احوال صحیح نہ ہوں گے، جواب یہ ہے کہ نہ عرف اور ظاہر میں انسان اس بدن سے عبارت تھا تو عرفاً اس پر لفظِ انسان اطلاق ہوا۔ (ختم باختصار)

عــہ: عرف تو عرف اس شدت اختلاط وعدم تمایز بحد اتحاد نے سفہائے فلاسفہ کو دھوکا دیا جو ہمیشہ تدقیق کے نام پر جان دیتے اور فضول تعمقات کو تحقیق جانتے ہیں۔ وہ بھی کہاں، خاص مقام تحدید میں انسان کی تعریف کر بیٹھے حیوان ناطق، حالانکہ حیوانیت بدن کے لئے ہے کہ وہی جسم نامی اور ناطق ومدرک روح، بلکہ خود حیوان ہی کی تعریف میں خلط ہے، جسم نامی متحرک بدن ہے اور حساس ومدید روح ۱۲منہ (م)

---

[1] القرآن ۵۱/۲۳

[2] تفسیر کبیر زیر آیہ ویسئلونک عن الروح مطبعۃ بہیہ مصریہ بمیدان الجامع الازہر مصر ۲۱/۵۳۔ ۵۲

اقول: وھذاالجواب احسن مماقدم قبلہ حیث قال، فان قالوا ھذہ الاٰیۃ حجۃ علیکم لانہ تعالٰی قال"وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ ﴿۱۲﴾) وکلمۃ من للتبعیض وھذا یدل علی ان الانسان بعض من ابعاض الطین، قلنا کلمۃ"من"اصلھا لابتداء الغایۃ کقولك خرجت من البصرۃ الی الکوفۃ فقولہ تعالٰی ولقد خلقنا الانسان من سلٰلۃ من طین، یقتضی ان یکون ابتداء تخلیق الانسان حاصلان من ھذہ السلالۃ ونحن نقول بموجبہ لانہ تعالٰی یسوی المزاج اولا ثم ینفخ فیہ الروح فیکون ابتداء تخلیقہ من السلالۃ[1] اھ قلت وقدیستأنس لہ بقولہ تعالٰی وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ ﴿۷﴾[2]، فافھم۔	اقول یہ جواب اس سے بہتر ہے جواس سے پہلے ذکر فرمایا ہے کہ اگر وہ کہیں کہ یہ آیت تمھارے خلاف حجت ہے اس لیے کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: بے شک ہم نے انسان کو پیدا کیا ایک خلاصہ سے جو مٹی سے ہے۔ کلمہ مِنْ (سے) تبعیض کے لئے ہے۔ اور یہ بتاتا ہے کہ انسان مٹی کا ایک جُزاور بعض ہے___ ہم جواب دیں گے کہ کلمہ مِنْ کی اصل ابتدائے غایت کے لئے ہے جیسے تم کہتے ہو میں بصرہ سے کوفہ گیا، توارشاد باری (ہم نے انسان کو پیدا کیا ایک خلاصہ سے جو مٹی سے ہے) اس کا مقتضی ہے کہ تخلیق انسان کی ابتداء اس خلاصے سے ہوتی ہے (ختم) **قلت** اس جواب کے لئے اس ارشاد سے استیناس ہوتاہے: اور انسان کی تخلیق مٹی سے شروع کی، تو اسے سمجھو۔ (ت)

بالجملہ خلاصہ مبحث یہ ہوا کہ اطلاق انسان کے لیے دو حقیقتیں ہیں: ایک حقیقت اصلیہ دقیقہ یعنی روح متعلق بالبدن اگرچہ بتعلق برزخی، دوم[۲] حقیقت مشہور عرفیہ یعنی بدن، اور اکثر متکلمین کے زعم میں یہی حقیقت اصلیہ ہے، اور اگر غرابت فنِ سے قطع نظر کرکے ان کا کلام انسان عرفی پر محمول کریں تو وہ بھی صحیح۔

مقدمہ سادسہ: اقول: صفات بدن دو[۲] قسم ہیں: [۱]اصلیہ کہ خود بدن کے لئے حاصل اور [۲]تبعیہ کہ حقیقۃً صفات روح ہیں، اور بوجہ اتحاد مذکور بدن کی طرف منسوب جیسے علم و سمع وبصر وارادہ و فاعلیت افعال اختیاریہ وغیرہا، عرف میں اگرچہ انسان نامِ بدن ٹھہرامگر صفات تبعیہ کی اس کی طرف اضافت مشروط بشرط حیات ہے، بعد موت بے عود حیات بدن خالی کو عرفاً لغۃً کسی طرح سمیع وبصیر مرید فاعل عامل نہیں کہتے کہ یہ نسبتیں اس اتصال سریانی پر مبنی تھیں جس نے روح وبدن کو عرفاً امر وحدانی کردیا تھا، جب وہ مسلوب ہوا کشف محجوب ہوا، صفات تبعیہ حق بہ حقدار رسید ہو کر اپنے مرکز کو گئیں اور اس تودہ خاک کو اپنی اصلی حالتیں ظاہر ہوئیں، نظیر اس کی وہی

---

[1] تفسیر کبیر زیر آیہ ویسئلونک عن الروح مطبعۃ بہیۃ مصریۃ بمیدان الجامع الازہر ۵۱/۲۱

[2] القرآن ۳۲/۷

صحبت اتش وانگشت ہے، کوئلہ کالا ٹھنڈا تاریک تھا اور نار دخانی گرم و روشن، جب تک اگ کی سرایت سے دہک رہا تھا اس کے نیچے اپنے عیوب چھپے ہوئے تھے آگ ہی کے اوصاف سے موصوف ہوتا جب آگ جدا اور بر کران ہوئی اصل حقیقت عیان ہوئی تو ایمان اگرچہ عرف پر مبنی ہیں اور عرفاً انسان خواہ بلفظ انسان وبشر وآدمی تعبیر کیا جائے یا اعلام وضمائر واسماء اشارہ سے اس کا معبر عنہ یہی بدن ہوتا ہے مگر بنظر تقسیم مذکور امور محلوف علیہا کی طرف نظر ضرور، اگر صفات اصلیہ پر مقصود ہو، جیسے اٹھانا، بٹھانا، نہلانا وغیرہ تو کچھ حالت کی تخصیص نہ ہوگی کہ نفس بدن کا ان کا صالح ہے، اور اگر صفاتِ تبعیہ پر موقوف ہو جیسے خطاب و اعلام وافہام وکلام، تو ضرورۃً متقید بحال حیات رہے گا کہ بغیر ان کے بدن ان کا صالح نہیں، بالجملہ انسان کا عرفاً بدن میں حقیقت ہونا اور معنی حقیقی عرفی میں استعمال کیا جانا زنہار اسے مقتضٰی نہیں کہ وہ کلام بدن کی ہر حالت کو مشتمل رہے یا بعض احوال پر اقتصار کے باعث حقیقت عرفیہ سے منسلخ ہو کر کسی اور معنی پر محمول بنے بلکہ وہی مراد ہو کہ بات جس حال کے قابل ہوگی اسی قدر کو شامل ہوگی مثلاً اگر کہئے زید نے کوئلے سے بدن جلالیا تو قطعاً اس سے وہی دہکتا ہوا کوئلہ مراد ہوگا کہ جلانے کی صلاحیت اسی میں ہے۔اس سے نہ یہ لازم کہ مطلق کوئلہ اس سے مفہوم ہو نہ یہ کہ کوئلہ اپنے معنی حقیقی سے محروم ہو وھذا کلہ ظاہر جدا (اور یہ سب بہت واضح ہے۔ت) **بحمد اللہ تعالٰی** یہ معنٰی ہیں اس ضابطے کے جو علماء نے یہاں ارشاد فرمایا، اور تنویر الابصار ودرمختار وشروح کنز وغیرہ میں مذکور ہوا کہ:

ماشارك الميّت فيه الحی يقع اليمين فيه على الحالتين، وما اختص بحالة الحياة تقيد بها[1]۔	جس امر میں میّت زندہ کا شریک ہو اس میں قسم دونوں حالتوں پر واقع ہوگی اور جو حالتِ حیات سے خاص ہو اس میں قسم حالتِ زیست سے مقید رہے گی۔(ت)

مقدمہ سابعہ: اقول: مناظرات میں وقت واطاعت کہ راہ پاتی ہے بیشتر اصل مقصد ومورد نزاع سے غفلت کے باعث منہ دکھاتی ہے، فریقین اس کے پابند رہیں، یہ تو معلوم ہو کہ اہل باطل اکثر اصل مطلب سے فرار ہی میں مفر مگر اہل حق پر اس کا خیال لازم، ہر وقت پیش نظر رکھیں کہ بحث کیا تھی اور چلے کدھر، اس میں باذن اللہ تعالٰی تخفیف مؤنت اور مخالف کے عجز و سکوت جلد ظاہر ہونے پر معونت ہوتی ہے، اس مسئلہ دائرہ سماع موتی میں مقصود اہلسنت کچھ اس پر موقوف نہیں کہ تمام اموات کیے بدن ہی قبر میں ہمیشہ زندہ رہیں زائروں کے سلام وکلام وہ انہی کانوں کے ذریعہ سے سنیں ہوائے متموج متکیف بالصوت انہی کے پٹھوں کو کرے، اسی طریقے پر سماع ہو، یونہی رؤیت عامہ اموات میں، ہماری اس سے کوئی غرض متعلق نہیں کہ وہ انہی انکھوں سے

---

[1] درمختار باب الیمین فی الضرب والقتل وغیرہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۱۱

دیکھے، انہی سے خروج شعاع یا انھیں کے لوح میں صورت کا انطباع ہو، یہ نہ واقع ہے نہ ہمارا دعوی کو اس پر توقف، آخر اہلسنت کے نزدیک جس طرح ابھی کا مردہ سنتا دیکھتا ہے یونہی برسوں کا، جبکہ کان آنکھ جسم کا کوئی ذرہ سلامت نہ رہا سب خاک وغبار ہو کر مٹی میں مل گیا، جس طرح مسلمان قبر میں سنتا ہے یونہی ہندو کافر مرگھٹ میں، جس وقت اس کے کان آنکھ کو آگ دیتے ہیں وہ ان آگ دینے والوں کو دیکھتا ان کی باتیں سنتا اس آگ کی اذیت کا احساس کرتا ہے۔ آنکھ کان اعضاء کو جلتا دیکھتا ان پر آگ بھڑکنے کی آواز سنتا ہے اور جب جل بجھ کر راکھ ہوجاتے ہیں جب بھی دیکھتا سنتا ہے۔ جو سلام وکلام مدفون امروزہ کے لئے شرع مطہرہ میں ہے وہی مدفون ہزار سالہ کے واسطے، دونوں سے وہی کہا جائے گا کہ "سلام تم پر اے ایمان والو! اللہ تعالٰی تمھیں اور ہمیں بخشے، تم ہمارے اگلے ہو اور ہم تمھارے پچھلے، خدا چاہے تو ہم تم سے ملنے والے ہیں۔" حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان صحابی اعرابی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو جب یہ حکم دیا کہ "جہاں کسی کافر کی قبر پر گزرو اسے دوزخ جانے کا مژدہ دو،" تو ارشاد اقدس میں تخصیص تازہ مرے ہوئے کی نہ تھی بلکہ صاف تعمیم تھی اور تعمیم ہی پر ان صحابی نے کاربندی کی، غرض دلائل مطلق ہیں اور عقیدہ مطلق اور آلات جسمانیہ کی تخصیص ناحق، ہمیں اتنی بات سے کام ہے کہ مردے زندوں کی طرح صورت وصوت کا ادراک کرتے ہیں، اور اوپر روشن ہوچکا کہ ادراک کار روح ہے اور روح نہ موت سے مرتی ہے نہ متغیر ہوتی ہے، مگر اس پر بھی لفظِ میّت کا اطلاق آتا ہے ہم انھیں ارواح موتٰی کے سماع وابصار کا عقیدہ رکھتے ہیں اور اسی کو اموات کا دیکھنا سننا کہتے ہیں اس سے کچھ غرض نہیں کہ وہاں بھی ذرائع وآلات یہی ہوں یا غیر، فصل پانزدہم میں امام شیخ الاسلام خاتمۃ المجتہدین تقی الملۃ والدین ابوالحسن علی سبکی قدس سرہ الملکی کا ارشاد گزرا کہ ہم نہیں کہتے کہ مردہ بدن سنتا ہے بلکہ روح سنتی ہے خواہ تنہا جبکہ بدن مردہ رہے یا جسم سے مل کر جبکہ حیات جانب جسم عود کرے، آخر اس قدر سے حضرات منکرین بھی منکر نہیں کہ اموات جنت ونار وملائکہ ثواب وعذاب کو دیکھتے، ان کی بات سنتے سمجھتے، قیامت کے آنے نہ آنے کی دعائیں کرتے ہیں، تو اس کی تسلیم انھیں بھی ضرور کہ دیکھنا سننا بولنا انھیں الات جسمانیہ پر غیر مقصور۔

قال المولٰی تبارك وتعالٰی اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِیًّا ۚ وَ یَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۫ اَدْخِلُوْۤا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ۝۴۶ [1]۔	مولٰی تبارک وتعالٰی کا ارشاد ہے: وہ صبح وشام آگ پر پیش کئے جاتے ہیں اور قیامت کے دن فرعون والوں کو زیادہ سخت عذاب میں ڈالیں گے۔ (ت)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

[1] القرآن ۴۰/۴۶

ان ارواح اٰل فرعون فی اجوان طیر سود یعرضون علی النار کل یوم مرتین تغدو و تروح الی النار فیقال یا اٰل فرعون ھذہ مأوٰکم حتی تقوم الساعة[1]۔	فرعونیوں کی روحیں سیاہ پرندوں کے پیٹ میں ڈال کر انھیں روزانہ دوبار نار پر پیش کیا جاتا ہے، صبح وشام کو نار کی طرف جاتی ہیں تو کہا جاتا ہے اے فرعون والو! یہ تمھارا ٹھکانا ہے یہاں تک کہ قیامت قائم ہو۔ (ت)

فرعون اور فرعونیوں کو ڈوبے ہوئے کئی ہزار برس ہوئے ہر روز صبح وشام دو وقت آگ پر پیش کیے جاتے ہیں جہنم جھنکا کر ان سے کہا جاتا ہے یہ تمھارا ٹھکانا ہے یہاں تک کہ قیامت آئے۔ اور ایک انھیں پر کیا موقوف ہر مومن وکافر کو یونہی صبح وشام جنت ونار دکھاتے اور یہی کلام سناتے ہیں صحیح بخاری صحیح مسلم وموطائے امام مالک وجامع ترمذی وسنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذامات احدکم عرض علیہ مقعدہ بالغداۃ والعشی، ان کان من اھل الجنۃ فمن اھل الجنۃ وان کان من اھل النار فمن اھل النار یقال لہ ھذا مقعدك حتی یبعثك اللہ الی یوم القیامۃ[2]۔	جب تم میں سے کوئی مرتا ہے اس پر اس کا ٹھکانا صبح وشام پیش کیا جاتا ہے، اگر اہل جنت سے تھا تو اہل جنت کا مقام اور اہل نار سے تھا تو اہل نار کا مقام دکھایا جاتا ہے اس سے کہا جاتا ہے یہ تیرا ٹھکانا ہے یہاں تک کہ خدا تجھ کو روز قیامت اس کی طرف بھیجے۔ (ت)

یونہی اموات کی باہم ملاقات، آپس کی گفتگو، قبر کا ان سے باتیں کرنا، ان کی حد نگاہ تک کشادہ ہونا احیاء کے اعمال انھیں سنائے جانا، اپنے حسنات وسیئات اور گاؤماہی کا تماشا دیکھنا وغیرہ وغیرہ امور کثیر جن کی نظر صدر مقصد دوم میں اشارہ گزرا، جن کے بیان میں دس بیس نہیں صدہا حدیثیں وارد ہوئیں ان مطالب پر شاہد ہیں جس طریقے سے ہو ان چیزوں اور آوازوں کو دیکھتے سنتے ہیں اور قیامت تک جس کے گلنے خاک میں ملنے کے بعد بھی دیکھیں سنیں گے، یونہی زائروں قبروں کے سامنے گزرنے والوں اور ان کے کلام کو۔ طرفہ یہ کہ مولوی اسحاق صاحب نے بھی جواب وسوال ۱۹ میں تسلیم کیا مردے زندوں کا سلام سنتے ہیں۔ حضرت! جن کانوں سے سلام سنتے ہیں انہی سے کلام۔ یہ تو ہماری طرف سے کلام تھا، اب جانب منکرین نظر کیجئے ان کا انکار بھی قطعاً عام ہے، صرف آلاتِ جسمانیہ سے خاص نہیں، کاش وہ ایمان لے آئیں کہ اموات اصوات کا ادراک تام کرتے ہیں مگر نہ گوشِ بدن

[1] الدر المنثور فی التفسیر بالماثور تحت آیہ مذکورہ مکتبہ آیۃ اللہ ایران ۵/ ۵۲۔۳۵۱

[2] مؤطا امام مالک جامع الجنائز میر محمد کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۲۱

تو جھگڑا ہی کیا ہے، ابھی اتفاق ہو گیا، اہل سنت بھی تو اسی قدر فرماتے ہیں، گوش و گوشت کی تخصیص کب بتاتے ہیں مگر حاشا وہ کب اس راہ آتے ہیں، انھیں تو اولیائے مدفونین کی ندا حرام کرنی ہے۔ ان محبوبان خدا سے طلب دعا حرام کرنی ہے۔ وہ کس دل سے سننا مان لیں، اگرچہ بے ذریعہ گوش، دیکھنا تسلیم کرلیں گے گو بے واسطہ چشم، انھیں مولوی مجیب صاحب کی طرح یہ کہنا کہ جب درمیان زائر و مقبور کے حجب عدیدہ سمع و بصر حائل تو سماع اصوات اور بصارت صور محال، یہ تحریر محل نزاع ہے جس کو سمجھ لینا مزیل اشکال،

الحمدلله المهيمن المتعال وصلى الله تعالٰى على سيدنا محمد واٰله وصحبه خير صحب واٰل۔	تمام تعریف خدائے نگہبان برتر کے لئے ہے۔ اور اللہ تعالٰی ہمارے آقا حضرت محمد اور ان کی آل واصحاب پر جو بہترین آل واصحاب ہیں درود نازل فرمائے۔ (ت)

بحمد الله تقریر مقدمات سے فراغ پایا۔ تحریر جوابات کا وقت آیا جو امر جس مقدمے میں ثالث کیا گیا جواب میں اس پر علامت (مقہ) لکھ کر شمار مقدمہ کا ہندسہ بغرض یاد دہانی ثبت ہوگا کہ ہر جگہ بحکم مقدمہ فلاں یا دیکھوں مقدمہ فلاں لکھنے کی حاجت نہ ہو۔

فاقول: وبالله التوفيق وبه الوصول الى ذرى التحقيق (اللہ تعالٰی کی توفیق ومدد سے ذرویہ تحقیق تک پہنچا جاسکتا ہے۔ت)

جواب اول: ائمہ اہل سنت رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اجماعی عقیدہ کہ مردے سنتے ہیں قطعًا حق ہے، اور کیوں نہ حق ہو کہ وہ اہل سنت ہیں حق انھیں میں منحصر ہے۔ اور اس کے معنٰی یہ کہ مردگان (کہ ان پر بھی اطلاق مردہ ومیّت کیا جاتا ہے اور خود وہ اور ان کے ادراکات باقی و مستمر و بحال و نامتغیر ہیں) بعد فراق بھی بدستور ادراک اصوات وکلام کرتے ہیں اور ان مشائخ وشراح اہلسنت وفلاح رحمہم اللہ تعالٰی کا بیان کہ "مردے نہیں سنتے" بے شک صحیح ہے، اور کیوں نہ صحیح ہو کہ وہ اہل فقاہت ہیں، ان کا فضل وکمال ظاہر و باہر ہے۔ اور اس کے معنٰی یہ کہ جو چیز مر گئی یعنی بدن کہ حقیقۃً وہ مردہ ہے مردہ ہے سمع سے معزول ہے آلیت وتوسط وتادیہ صور کے لائق نہیں، یہ دونوں کلام صراحۃً سچ ہیں اور آپس میں اصلاً متخالف، نہ کوئی حرف مفید مخالفن بحمد اللہ تعالٰی اس معنی نفیس کا بروجہ احتمال ہی بیان کرنا ہمیں بس تھا، مخالفان عبارات علماء سے مستدل اور ان کے منکر سماع ہونے کو مدعی ہے اور احتمال قاطع استدلال پھر سند کے لئے نظر انصاف میں متعدد دلیلیں موجود عـــہ، مثلاً:۔

دلیل ۱: جب ائمہ دین وعلمائے معتمدین سے ہزار در ہزار قاہر تصریحیں سماعِ موتٰی کے باب میں موجود اور بتصریح

عـــہ: کہ بقالوں مناظرہ شواہد نقض تفصیلی ہیں ۱۲ منہ (م)

علماء حتی الامکان کلمات ائمہ میں توفیق و تطبیق محمود و مقصود، اور بے ضرورت داعیہ ابقائے خلاف و نزاع جس کے باعث خواہی نخواہی ای گروہ ائمہ کا کلام غلط باطل ٹھہرے مطرود و مردود، اور یہ توفیق کہ بتوفیق الٰہی ہم نے ذکر کی واضح و صریح اور تخالف مفقود، تولاجرم اسی کی طرف مصیر لازم، اور یہ راہ خلاف بند و مسدود۔

دلیل ۲: خلاف و تطبیق درکنار ثقات علماء اثبات سماع موتٰی پر اجماع اہلسنت نقل فرماچکے، کیا معاذاللہ انھیں جزاف و کذب کی طرف نسبت کرسکتے ہیں یا اکثر مشائخ حنفیّہ عیاذًا باللہ ایسے بے مقدار و ناقابل شمار کہ ان کے خلاف کو لاشیئ ٹھہرا کر علماء ادعائے اجماع رکھتے ہیں، لاجرم سبیل یہی ہے کہ باہم خلاف ہی نہیں اجماع نسبت ارواح اور قول مشائخ نسبت اشباح۔

دلیل ۳: جب احادیث کثیرہ وافرہ صریحہ متوافرہ سماع موتٰی پر بے تخصیص وتقیید قوت ایسی ناطق جن میں ذی انصاف ودین کو مجال تاویل و تبدیل نہیں تو کیا مقتضائے حق شناسی حضرات مشائخ ہے کہ اپنی بات بنانے کے لیے خواہ مخواہ ان کا کلام مخالف احادیث سید الانام علیہ وعلٰی آلہ الصلٰوۃ والسلام ٹھہرائیے اور وہ بھی کسی جرأت کے ساتھ کہ خاص اخبار متعلقہ بغیب وبرزخ کا مقام اور خود ارشادات صریحہ نبی لاریب امین الغیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خلاف کلام وان ھذا الابلاء لایحتمل وعناً لایرم (یہ ایسی بلاء ہے جو اٹھنے والی نہیں اور ایسی تکلیف جو ٹلنے والی نہیں۔ت) رہا وہابی قنوج رفو خواہ مائۃ مسائل صاحب تفہیم المسائل کا تعصب کہ:

آنچہ از ملا علی قاری و شیخ عبدالحق آوردہ ہمہ ہا از شرح صدور نقل می کنند و مایہ تصانیف شیخ جلال الدین سیوطی کتب احادیث طبقہ رابعہ است وایں احادیث قابل اعتماد نیستند[1]۔	جو کچھ ملا علی اور شیخ عبدالحق سے نقل کیا ہے سب شرح الصدور سے ناقل ہیں اور شیخ جلال الدین سیوطی کی کتابوں کا سرمایہ طبقہ رابعہ کی احادیث ہیں اور یہ حدیثیں قابل اعتماد نہیں۔(ت)

اقول اوّلاً: شدت تعصب نے صحیح بخاری و صحیح مسلم کی احادیث جلیلہ کو شاید دیکھنے نہ دیا۔ ان پر بھی طبقہ رابعہ کا حکم ہوگیا۔ کیا علی قاری و شیخ محقق نے ان سے استناد نہ کیا یا آپ نے ان کے کلاموں کا جواب دے لیا، شرم شرم شرم! ہاں مجھی کو سہو ہوا جواب کیوں نہ دیا، وہ دیا کہ عقل وحیاودیانت سب کو جواب دیا۔ اخر کلام میں اسے بھی سن لیجئے۔

ثانیًا: یہاں ان کے علاوہ اور حدیثیں بھی تھیں کہ ائمہ فن نے جن کی تصحیحیں کیں، زیادہ علم نہ تھا تو

[1] تفہیم المسائل عدم سماع موتٰی از کتب حنفیّہ مطبع محمدی لاہور ص ۸۳

اپنے خصم ہی کا کلام دیکھا ہوتا، مولانا علی قاری کی عبارت نقل کی تھی:

هذه المسائل کلها ذکرها السیوطی فی کتابه شرح الصدور فی احوال القبور بالاخبار الصحیحة والاٰثار الصریحة۔	یعنی یہ سب مسائل امام سیوطی نے شرح الصدور میں صحیح حدیثوں صریح روایتوں سے بیان کئے۔

شیخ محقق کی عبارت منقول تھی:

بالجملہ کتاب وسنت مملوو مشحون اند باخبار واحادیث کہ دلالت مے کند بروجود علم مرموتٰی رابدنیا واہل آں پس منکر نہ شود آں رامگر جاہل باخبار ومنکر دین[1]	بالجملہ کتاب وسنت ایسی اخبار واحادیث سے لبریز ہیں جن میں دلیل ہے کہ مردوں کو دنیا واہل دنیا سے متعلق علم ہوتا ہے، تو اس کا منکر وہی ہوگا جو احادیث سے جاہل اور دین کا منکر ہو۔ (ت)

ثالثًا: کیا مولانا قاری وشیخ محقق نے احادیث سلام وحدیث ترمذی عن ام المومنین دربارہ خطاب بہ میّت وغیرہا سے استدلال نہ کیا تھا۔ یا یہ سب بھی طبقہ رابعہ میں داخل اور ان پر اعتماد مردود وباطل۔

رابعًا: کتب سیوطی میں جو کچھ ہے کیا سب طبقہ رابعہ سے ہوتا ہے یا یہاں خاص ایسا ہے؟ اور جب دونوں باتیں بداہۃً باطل، تو طبقہ رابعہ کا ذکر مہمل ولاطائل۔

خامسًا: احادیث طبقہ رابعہ جس طرح تصانیف امام ممدوح میں مذکور ہوئیں یونہی عامہ ائمہ کی تالیف میں، اور خود یہ بلکہ ان سے نازل ترکی احادیث وروایات حجۃ اللہ البالغہ وقرۃ العینین وازالۃ الخفاء وتفسیر عزیزی وتحفہ اثنا عشریہ وغیرہا تصانیف ہر دو شاہ صاحب میں کہ یہی اس تقسیم طبقات کے موجد وقائل ہیں تودہ تودہ بھری ہیں۔

سادسًا: لطف یہ کہ خود انہی شاہ عبدالعزیز صاحب نے خود اسی مسئلہ سماع موتٰی میں خود انہی احادیث سے استناد کیا۔ اسی طرح شرح الصدور شریف کا حوالہ دیا کہ:

تفصیل آں دفتر طویل مے خواہد درکتاب شرح الصدور فی احوال الموتٰی والقبور کہ تصنیف شیخ جلال الدین سیوطی است ودیگر کتب حدیث باید دید[2]۔	اس کی تفصیل ایک طویل دفتر کی طالب ہے شیخ جلال الدین سیوطی کی تصنیف شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور اور دوسری کتب حدیث دیکھنا چاہئے۔ (ت)

[1] اشعۃ اللمعات باب حکم الاسراء مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴۰۱/۳

[2] فتاوٰی عزیزی مکتوب درحال ہمراہیان حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ مطبع مجتبائی دہلی ۸۸/۱

سابعًا: یہ سب تمھارے فہم کے لائق کلام تھا اگر طبقات کے بارے میں تحقیق حق ناصع درکار ہو تو فقیر کا رسالہ مدارج طبقات الحدیث دیکھئے کہ بعونہ تعالٰی انکھیں کھلیں اور حق کے دریا لہراتے ملیں مکابرہ قنوجی اب وہ جواب سنئے جو ملا تفہیمی صاحب نے صحیح حدیثوں اور ائمہ علماء کی تمام تحقیقوں کا دوحرف میں دے دیا یہی شگوفہ طبقہ رابعہ چھوڑ کر فرماتے ہیں:

علاوہ ازیں تفسیر ابن عباس کہ شیخ جلال الدین سیوطی ذکر آں در دُر منثور کردہ صریح عدم سماع موتٰی مستفاد است[1]۔	علاوہ ازیں تفسیر ابن عباس سے ___ جس کا ذکر شیخ جلال الدین سیوطی نے در منثور میں کیا ہے: مردوں کا نہ سننا صاف طور پر مستفاد ہے۔ (ت)

پھر وہ تفسیر بحوالہ ابوجہل سدی بن سہل الجنید النیشاپوری عہ بطریق عبدالقادر عن ابی صالح عن ابن عباس یہ نقل کی کہ جب سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قلیب بدر پر ان کافروں کی لاشوں سے کلام کیا اور فرمایا: تم کچھ ان سے زیادہ نہیں سنتے، **فانزل الله تعالٰی** اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَمَاۤ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ ۔ اس پر اللہ تعالٰی نے یہ آیتیں اتاریں، پھر خود اس روایت کی نسبت کہا نص است برآنکہ موتٰی راسماع نیست[2] (یہ اس پر نص ہے کہ مردے نہیں سنتے۔ ت)

اقول اولًا: صحاح جلیلہ مشہورہ بخاری ومسلم کے مقابل ایسی شواذ غریبہ ونوادر مجہولہ اجزائے خاملہ ذکر کرتے شرم نہ آئی، اور ایک کتاب میں رطب ویابس، مقبول ومردود جو ملے محض جمع کردینا مقصود ہو دوسری جگہ استدلال وتفریع وتحقیق وتنقیح موجود ہو ان میں فرق کی تمیز بنائی۔

ثانیًا: محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تو مؤکد بقسم کرکے **والذی نفس محمد بیدہ ما انتم باسمع لما اقول منھم**[3] قسم ہے اس کی جس کے دست قدرت میں محمد کی جان پاک ہے میں جو فرمارہا ہوں اسے تم سے کچھ زیادہ نہیں سنتے، اور تو ان آیتوں کی اس کے خلاف پر

عــہ: درنسخہ مطبوعہ تفہیم المسائل ہمچنیں است وصحیح الجنید نیشاپوری است **فلیتنبہ** ۱۲ منہ (م)	تفہیم المسائل کے مطبوعہ نسخوں میں اس طرح ہے اور صحیح "الجنید نیشاپور" ہے، اسے یاد رکھنا چاہیئے ۱۲ منہ (م)

[1] تفہیم المسائل عدم سماع موتٰی از کتب حنفیہ مطبع محمدی لاہور ص ۸۳

[2] تفہیم المسائل عدم سماع موتٰی از کتب حنفیہ مطبع محمدی لاہور ص ۷۳

[3] صحیح البخاری باب قتل ابی جہل قدیمی کتب خانہ کراچی ۵۶۶/۲

اتر نا مانے، کیا معاذاللہ قرآن عظیم اپنے رسول کی قسم کی تکذیب کے لئے اترا؟ ایسا لکھتے اللہ ورسول سے کچھ حیانہ آئی۔ ام المؤمنین نے جب حدیث کو مخالف آیت گمان کیا راوی کی طرف وہم وسہو نسبت فرمایا تو نے تو اس ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یوں فرمانا اور قرآن عظیم کا معاذاللہ اس خبر کی تغلیظ میں آنا مانا۔

ثالثًا : لطف یہ کہ یہ آیتیں تین سورتوں میں واقع ہوئیں، نمل، ملائکہ، روم، تینوں مکیہ ہیں کہ قبل ہجرت نازل ہوئیں اور واقعہ بدر ہجرت کے بعد ہے۔ کیا آیتیں پیشگی اتر آئی تھیں؟ علماء نے ان آیات کو نہ مستثنیات من الملکیات میں شمار فرمایا نہ مستثنیات فی النزول میں۔

رابعًا : دیکھئے سباق وسیاق آیات صراحۃً کلام کفار احیاء میں ہے کہ سخن حق میں نہیں سنتے، نہیں مانتے نہ کافروں کی لاشوں میں۔ سورۂ روم میں فرماتا ہے:

وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا رِیْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ یَكْفُرُوْنَ ﴿۵۱﴾ فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَ لَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ ﴿۵۲﴾ وَ مَاۤ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْیِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۵۳﴾[1]	اگر ہم ہوا بھیجیں جس سے وہ کھیتی کو زرد دیکھیں تو ضرور اس کے بعد ناشکری کرنے لگیں، بیشک تم مردوں کو نہ سناؤ گے اور نہ بہروں کو پکار سناؤ گے جب وہ پیٹھ دے کر پھریں، اور نہ تم اندھوں کو ان کی گمراہی سے راہ پر لانے والے ہو، تم ان ہی کو سناؤ گے جو ہماری آیتوں پر ایمان لائیں پھر وہ فرمانبردار ہوں۔ (ت)

بعینہٖ اسی طرح انک لا تسمع الموتٰی سے آخر تک سورہ نمل میں ہے۔ سورہ فاطر میں ہے:

بِالْغَیْبِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَ مَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا یَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِیْرُ ﴿۱۸﴾ وَ مَا یَسْتَوِی الْاَعْمٰى وَ الْبَصِیْرُ ﴿۱۹﴾ وَ لَا الظُّلُمٰتُ وَ لَا النُّوْرُ ﴿۲۰﴾ وَ لَا الظِّلُّ وَ لَا الْحَرُوْرُ ﴿۲۱﴾ وَ مَا یَسْتَوِی الْاَحْیَآءُ وَ لَا الْاَمْوَاتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَ مَاۤ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ ﴿۲۲﴾ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِیْرٌ ﴿۲۳﴾[2]۔	بیشک تمھارا ڈر سنانا ان ہی کا کام دیتا ہے جو اپنے رب سے بے دیکھے ڈریں اور نماز قائم کریں اور جو ستھرا بنے وہ اپنے نفع ہی کے لئے ستھرا ہوگا اور اللہ ہی کی طرف پلٹنا ہے۔ اور برابر نہیں نابینا اور بینا، نہ ہی تاریکیاں اور روشنی، نہ ہی سایہ اور تیز دھوپ، اور برابر نہیں زندے اور مردے بیشک اللہ جسے چاہتا ہے سناتا ہے، اور تم انھیں سنانے والے نہیں جو قبروں میں پڑے ہیں، تم تو صرف ڈر سنانے والے ہو۔ (ت) ایمان سے کہنا ان آیتوں میں یہی بیان ہے کہ کافروں کی لاشوں پر کیوں پکار رہے ہو وہ مرنے کے بعد کیا سنیں گے۔

---

[1] القرآن ۳۰/۵۱تا ۵۳ و ۲۷/۸۱ و ۸۲

[2] القرآن ۳۵/۱۸تا ۲۳

خامسًا : قطع نظر اس سے کہ اگر اس واقعہ میں اس افادے کے لیے یہ کلام پاک اترتا تو فاطر والی آیت یا نمل و روم میں کی ایک کافی تھی، انك لا تسمع جُدا اور ما انت بمسمع الگ اترنے کی کیا حاجت تھی؟ نمل و روم کی دونوں آیتیں تو حرف بحرف ایک ہی ہیں صرف زیادت فاکا فرق ہی، اس کے کیا معنی تھے کہ جبریل اس واقعہ پر انکار کے لیے ایک بار انک لا تسمع آخر تک سناتے پھر اس وقت "فانك لاتسمع" آخر تک سناتے، لاجرم ان میں کی ایک کسی دلیل سے اپنے محل سورت سے جدا نہیں ہو سکتی، اور جب مکہ معظّمہ میں پیش ہجرت انکار اتر چکا تھا تو اب سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اس پر بقسم اصرار کیا احتمال رکھتا تھا!

سادسًا : ظاہر حس و عقل بالبداہۃً جسم میّت کے معطل و بے حس ہونے پر شاہد ہے اگر کسی وقت اس کا مدرک ہونا ثابت ہو تو یہ قطعاً امور غیبیہ سے ہے، اب سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا قسم کھا کر اس غیب پر حکم فرمانا پھر قرآن عظیم کا معاذ اللہ اس کے خلاف پر آنا دو صورتوں کے سوا ممکن نہیں، یا تو اولاً عیاذ اللہ حضور پر نور صلوات اللہ وسلامہ علیہ نے رجما بالغیب کلام فرما دیا یا اپنی طرف سے غیب پر حکم لگا دیا یا یوں کہ اول اسی طرف سے خبر غیب معاذ اللہ خلاف واقع آئی، پھر اس کارد اترا، تمھارا ایمان ان دونوں میں سے جسے قبول کرے مانو۔

سابعًا : اگر بفرض غلط یہ روایت غریبہ خاملہ صحیح بھی ہو تو قطعاً یقینا حتما جزما آیات مذکورہ آیت کریمہ

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۪ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ[1] (تو انھیں تم نے قتل نہ کی بلکہ اللہ نے ان کو قتل کیا۔ اور تم نے کنکریاں نہ پھینکیں جب پھینکیں لیکن اللہ نے پھینکیں۔ت) کے باب سے ہیں جن میں معاذ اللہ ہرگز اپنے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی قسم پر وہ انکار نہیں بلکہ یوں ارشاد ہوتا ہے کہ یہ جو اجسام مردہ تمھارا کلام سن رہے ہیں یہ تم نے انھیں نہ سنایا بلکہ خدا نے سنایا ان اللہ یسمع من شیاء وماانت بمسمع من فی القبور یہ اسی کی قدرت سے ہوا کہ ان خالی بدنوں میں روح نے عود کیا جس کے آتے ہی گئے ہوئے ہوش و حواس بدن کے پھر درست ہو گئے، اب یہ روایت بھی ہماری دلیل ہے اور تفہیمی ملا کے فہم خوار و ذلیل والحمد للہ الھادی الی سواء السبیل (اور خدا ہی راہ راست کی ہدایت دینے والا ہے۔ت) خیر بات دور پہنچی اور اب صاحب تفہیم داخل من فی القبور تو سماع قبول سے قطعاً مہجور، لہٰذا اصل سخن کی طرف عنان گردانی کیجئے، کلام مشائخ دوبارہ اجسام موتٰی ہونے پر شواہد و اسانید میں یہ تین امور بالائی کافی و

[1] القرآن ۸/ ۱۷

وافی تھے مگر خود نفس مسئلہ میں انھیں علماء کرام کے کلام ودیگر ابحاث مقام اور ان کے رد واحکام ونقص وابرام یک زبان اس معنٰی پر شہود وعدول تو قبول واجب اور عدول مخذول۔ مثلاً:

دلیل ۴: بحث دیکھئے، کاہے کی ہے؟ ایمان کی۔ اور باجماع حنفیّہ وتصریحات علمائے مذکورین وغیرہم ان کا مبنی عرف اور عرف میں انسان وزید وآن وتوسب کا مورد بدن تو قسم اسی پر صادق، اور یہ داوری وچالشگری اس سے متعلق۔

دلیل ۵: پرظاہر کہ اول تا اخر ان کا کلام موت میں ہے، اور میّت نہیں مگر بدن، خود اسی کافی شرح وافی میں اسی بحث ایمان میں فرمایا:

الروح لایموت لکنه زال عن قالب فلان والله تعالٰی قادر علی اعادته[1]۔	یعنی روح میّت نہیں وہ تو صرف بدن سے جدا ہوگئی ہے اور اللہ تعالٰی قادر ہے کہ اسے دوبارہ بدن میں لے آئے۔

دلیل ۶: ساتھ ہی دلائل میں صاف تحریر فرماتے ہیں کہ جس میّت میں ان کا کلام ہے وہ وہی ہے جسے ادراک نہیں، جسے فہم نہیں، جسے درد نہیں پہنچتا، جو بے حس ہے۔ کتب خمسہ مستندمائتہ مسائل میں ہے:

واللفظ للرمز، الکلام للافهام فلا یتحقق فی المیّت[2]۔	اور الفاظ رمز الحقائق شرح کنز الدقائق للعینی کے ہیں: کلام سمجھانے کے لئے ہوتا ہے تو میّت کے حق میں ثابت نہ ہوگا۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے: **والموت ینافیه**[3] (اور موت اس کے منافی ہے۔ ت) اسی مستخلص الحقائق میں بہ تبعت ہدایہ ہے:

من قال ان ضربتك فعبدی حر فهو علی الضرب فی الحیاة فلو مات ثم ضرب لا یحنث لان الضرب اسم لفعل مؤلم یتصل بالبدن والایلام لایتحقق فی المیّت[4]۔	کسی نے کہا اگر میں نے تجھے مارا تو میرا غلام آزاد ہے۔ یہ قسم زندگی کے اندر مارنے پر محمول ہوگی، اگر اسی کے مرجانے کے بعد مارا تو حانث نہ ہوگا، اس لیے کہ مارنا بدن سے متعلق الم رساں کام کا نام ہے اور الم رسانی میّت کے حق میں متحقق نہیں۔ (ت)

[1] کافی شرح وافی

[2] رمز الحقائق شرح کنز الدقائق باب الیمین فی الضرب والقتل الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲۲۰/۱

[3] فتح القدیر باب الیمین فی الضرب والقتل وغیر ذلک مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴۶۱/۴

[4] مستخلص الحقائق باب الیمین فی الضرب والقتل وغیر ذلک فضل احمد تاجر کتب پشاور ۳۸۸/۲

اسی فتح القدیر میں ہے:

لایتحقق فی المیّت لانہ لایحس [1]۔	میّت کے حق میں متحقق نہیں اس لیے کہ وہ احساس نہیں رکھتا۔ (ت)

اسی مائۃ مسائل میں عینی شرح کنز میں ہے:

الضرب ایقاع الالم وبعد الموت لایتصور [2]۔	ضرب کا معنی تکلیف پہنچانااور بعد موت یہ متصور نہیں۔ (ت)

تو قطعاً ثابت وہ بدن ہی میں کلام کر رہے ہیں کہ وہی ایسا میّت ہے جسے نہ حس رہتا ہے نہ ادراک، بخلافِ روح کہ اس کے ادراک قطعًا باقی ہے، خود یہی امام نسفی عمدۃ الکلام میں فرماچکے: **الروح لایتغیر بالموت** [3] (روح موت سے متغیر نہیں ہوتی۔ ت)

دلیل ۷: پھر جب اس تقریر پر شبہہ وارد ہوا کہ جب حس نہیں، تالم نہیں، تو عذاب قبر کیسا! توان حضرات نے یہی جواب دیا کہ معاذاللہ جس پر عذاب قبر ہوتا ہے اسے قبر میں یک گونہ حیات دی جاتی ہے جس سے الم پہنچنے کے قابل ہو جاتا ہے،
اسی مائۃ مسائل میں عینی سے بعد عبارت مذکورہ ہے:

ومن یعذب فی القبر یوضع فیہ الحیاۃ علی الصحیح [4]۔	جسے قبر میں عذاب دیا جاتا ہے صحیح قول یہ ہے کہ اس میں زندگی پیدا کردی جاتی ہے۔ (ت)

اسی میں کافی عـــہ سے ہے:

عند العامۃ یوضع فیہ الحیاۃ بقدر مایتألم	جمہور کے نزدیک اس میں اس قدر زندگی رکھ دی جاتی ہے

عـــہ: **لطیفہ:** مائۃ مسائل میں یہ کافی کی عبارت اسی طرح نقل کی جس سے وہم ہو کہ جمہور علماء کے نزدیک قبر میں بدن کی طرف عود حیات صرف ایک خفیف طور پر ہوتا ہے، حیات کامل ملنا قولِ بعض ومرجوح ہے کہ اسے عامہ کی (باقی اگلے صفحہ پر)

[1] فتح القدیر باب الیمین فی الضرب والقتل وغیر ذلک مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۴۶۰
[2] مائۃ مسائل مسئلہ ۲۶ مکتبہ توحید وسنّہ قصہ خوانی پشاور ص ۵۶
[3] عمدۃ الکلام لامام نسفی
[4] مائۃ مسائل مسئلہ ۲۶ مکتبہ توحید وسنّہ قصہ خوانی پشاور ص ۵۲

لاالحیاۃ المطلقة وقیل یوضع فیه الحیاۃ من کل وجه[1]۔	کہ اسے الم کا احساس ہو، حیات مطلقہ نہیں رکھی جاتی، اور کہا گیا کہ اس میں پورے طور پر زندگی رکھ دی جاتی ہے۔(ت)

مستخلص میں بعد عبارت مسطورہ ہے:

وعذاب القبر یوضع حیاۃ جدیدۃ فیه وھو قول عامة العلماء خلافاً لابی الحسن الصالحی عـــه فان عندہ ویعذب المیّت من غیر حیاته[2]۔	عذاب قبر بدن میں ایک نئی زندگی رکھنے سے ہوتا ہے، اسی پر عامہ علماہیں بخلاف ابوالحسن صالحہ کے، اس کے نزدیک بغیر زندگی کے میّت کو عذاب قبر ہوتا ہے۔(ت)

اور بالیقین یہ شان بدن ہی کی ہے کہ اسے موت عارض ہوتی اور اس کا حس وادراک باطل کرتی، پھر معاذاللہ تعذیب کے لیے الگ گونہ حیات دی جاتی ہے اور وہ بھی کاملہ نہیں ہوتی بخلاف روح کہ اس کی حیات مستمرہ ہے۔ امام ابن الہمام نے اس مضمون کو خوب صاف فرمادیا، بعد عبارت مزبورہ لکھتے ہیں:

لانه لایحس ولذا کان الحق ان المیّت المعذب فی قبرہ توضع فیه الحیاۃ بقدر مایحس بالالم، حتی لو کان متفرق الاجزاء بحیث لایتمیز الاجزاء بل ھی مختلطة بالتراب فعذب	اس لیے کہ اس میں احساس نہیں۔ اس لیے حق یہ ہے کہ جس مردے کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے اس کے اندر اتنی زندگی رکھ دی جاتی ہے کہ وہ الم کا احساس کرے، یہاں تک کہ اگر اس کے اجزا اس طرح بکھر گئے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) طرف نسبت کرکے اس بلفظ قیل نقل کیا حالانکہ فقیر کافی میں جمہور کے نزدیک اعادہ حیات اور اس کی دلیل لکھ کر انھیں سے وہ دونوں قول حیاتِ خفیفہ وحیات کاملہ کے یکساں طور پر نقل کیے کہ:

ثم اختلفوا فقیل توضع فیه الحیاۃ بقدر مایتألم لاالحیاۃ المطلقة، وقیل توضع فیه الحیاۃ من کل وجه[3] اھ	پھر علماء مختلف ہوئے بعض نے کہا اس میں اس قدر زندگی رکھ دی جاتی ہے کہ اسے الم کا احساس ہو حیات مطلقہ نہیں رکھی جاتی، اور بعض نے کہا کہ اس میں پورے طور پر زندگی رکھ دی جاتی ہے اھ (ت)

اسی طرح علامہ عینی نے بنایہ شرح ہدایہ میں فرمایا فلیتنبہ ۱۲منہ (م)

رجل من المعتزله الیه تنسب الفرقة الصالحیة ۱۲منه (م)	یہ معتزلہ میں سے ایک شخص ہے جس کی طرف فرقہ صالحیہ منسوب ہے۔(ت)

[1] مائۃ مسائل مسئلہ ۲۶ مکتبہ توحید وسنہ قصہ خوانی پشاور ص ۵۲
[2] کافی شرح وافی
[3] مستخلص الحقائق باب الیمین فی الضرب والقتل دلی پرنٹنگ ورکس دہلی انڈیا ۳۸۸/۲

جعلت الحیاۃ فی تلك الاجزاء التی لا یاخذھا البصر وان اللہ علی ذلك لقدیر[1] الخ وقد تقدم تاما فی المقدمۃ الثالثۃ۔	باہم امتیاز نہ رہابلکہ مٹی سے خلط ملط ہوگئے پھر اسے عذاب دیا گیا تو ان ہی اجزاء میں زندگی رکھ دی جاتی ہے جو نظر نہیں آتے، اور بلا شبہ اللہ تعالٰی اس پر ضرور قادر ہے الخ یہ عبارت مقدمہ سوم میں مکمل گزری۔ (ت)

اب ذرا آنکھ کھول کر دیکھئے وہ کسے میّت کہہ رہے تھے۔ کس کی طرف اعادہ حیات بقدر احساس الم مانا، کس کے اجزاء متفرق ہوگئے۔ کس کے اجزاء اتنے باریک ہوئے کہ نظر کام نہیں کرتی۔ ہاں وہ کیا ہے جس کے اجزاء مٹی میں مل گئے۔ کیا وہ روح پاک ہے۔ حاشا یہی بدن تو وہ خاک ہے۔ تو آفتاب کی طرح روشن ہوگیا کہ اس مردہ حقیقی میں علماء کا کلام ہے۔ اسی کی نسبت انکار سماع وافہام ہے۔ وللہ الحجۃ السامیۃ (اور اللہ ہی کے لئے بلند حجت ہے۔ ت)

دلیل ۸: انھیں کتب میں کریمہ **وما انت بمسمع من فی القبور** سے استدلال کیا اور پر ظاہر کہ **من فی القبر** نہیں مگر بدن، خود صاحب تفہیم المسائل نے اسی بحث میں براہ بد قسمتی خود انھیں امام عینی شارح کنز کی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری سے نقل کیا:

فان قلت بعد فراغ الملکیئن من السوال مایکون المیّت قلت ان کان سعیدا کان روحہ فی الجنۃ وان کان شقیا ففی سجین علی صخرۃ فی الارض السابعۃ[2]۔	یعنی بعد سوال نکیرین سعید کی روح جنت میں رہتی ہے اور شقی کی سجّین میں ساتویں زمین کی ایک چٹان پر۔

تو قبر میں نہیں مگر بدن، اسی سے آیت نفی اسماع فرماتی ہے، اور اسی سے یہ علماء نفی سماع۔

دلیل ۹: نیز یہ سب علماء قول ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے دلیل لائے۔ اور **ان شاء اللہ القریب المجیب** عنقریب روشن ہوتا ہے کہ ام المومنین صرف سماع جسمانی کی منکر ہیں اور ادراک روحانی کی مثبت ومقر۔

دلیل ۱۰: انھیں کتب میں اسی میّت میں مسائل دو قسم کے ذکر فرمائے: ایک متقید بحیات، دوسرے شامل حیات وممات۔ فرماتے ہیں اگر قسم کھائی کہ اگر تجھے ماروں یا تجھ سے بولوں، یا عورت سے کہا اگر تجھ سے

---

[1] فتح القدیر باب الیمین فی الضرب والقتل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/۴۶۰

[2] عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری باب المیّت یسمع خفق النعال ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۸/۱۴۷

صحبت کروں یا تیرا بوسہ لوں، تو یہ قسمیں اس مخاطب مرد وزن کو زندگی پر مقتصر رہیں گی۔ اور اگر قسم کھائی کہ اگر تجھے نہلاؤں یا اٹھاؤں یا بٹھاؤں تو موت وحیات دونوں کو شامل ہوں گی۔ یہاں تک کہ اگر وہ شخص مر گیا اور اس نے اسے غسل میّت دیا اس کا جنازہ اٹھایا، اسے ہاتھ لگایا، کفن پہنایا تو حانث ہوگا، کافی میں عبارت منقولہ مائۃ مسائل کے چند سطور بعد ہے:

بخلاف ان غسلتك اوحملتك اومسستك او البستك فانها لا تنقيد بالحياة لان الغسل يرادبه التنظيف وتطهير وذايتحقق فی الميّت الاترى انه يجب غسل الميّت تطهيراله فكيف ينا فيه ولوصلى على الميّت قبل الغسل لم يجز ولوكان غسيلا جاز والحمل يتحقق بعد الموت قال صلى الله تعالٰى عليه وسلم من حمل ميّتا فليتوضا والمس للتعظيم وللشفقة فيتحقق بعد الموت والالباس للتعظيمة والميّت محل لها[1] ۔	اس کے برخلاف اگر کہا: اگر میں نے تجھے نہلایا، یا اٹھایا، یا مس کیا، یا پہنایا، تو یہ قسمیں حالتِ حیات سے مقید نہ رہیں گی، اس لیے کہ نہلانے سے پاک صاف کرنا مقصود ہوتا ہے اور وہ میّت کے حق میں بھی ثابت ہے۔ دیکھو کہ میّت کو پاک کرنے کے لیے اسے غسل دینا واجب ہے تو وہ قسم اس کے منافی کیسے ہوگی؟__ اور اگر غسل سے پہلے میّت کا جنازہ پڑھ لیا تو جائز نہیں اور بعد غسل جائز ہے۔ اور جس نے ایسے مردے کو لیے ہوئے نماز پڑھی جسے غسل نہ دیا گیا تھا تو جائز نہیں اور اگر غسل دیا ہوا تھا تو جائز ہے۔ اور اٹھانا بعد موت بھی متحقق ہے۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "جس نے کسی میّت کو اٹھایا تو چاہئے کہ وضو کرے۔" مس کرنا تعظیم یا شفقت کے لئے ہوتا ہے تو وہ بعد موت بھی متحقق ہوگا۔ پہنانا تعظیم کے لئے ہوتا ہے اور میّت اسی کا محل ہے۔ (ت)

دیکھئے وہی کان ہے وہی خطاب ہے۔ اور اگر اس سے بدن مراد نہ ہوتا تو ان حلفوں میں واجب تھا کہ کبھی حانث نہ ہو کہ مسائل قسم ثانی مطلقًا وہی ہوں گے جنھیں محض بدن سے تعلق ہے۔ جب بدن مقصود نہیں تو اسے نہلانا، اٹھانا، چھونا، پہنانا کیوں موجب حنث ہونے لگا، اور ایک اسی قسم پر کیا ہے قسم اول میں ضرب وجماع وبوسہ کیا غیر بدن سے متعلق ہیں۔ نسق واحد کے ذکر کیے ہوئے تمام مسائل میں بدن مراد لینا اور صرف ایک کو اس سے الگ کر دینا کس قدر دور از کار ہے کاف خطاب سے جو ان سب میں مراد ہے وہی کُلمتک میں، تو لاجرم یقینا قطعاً یہ سب خطاب محاورہ عرف حلف سب متعلق بدن ہی ہیں اور فاروق وہی جلیل وجمیل جو

[1] کافی شرح وافی

بتوفیق اللہ تعالٰی ہم نے ذکر کیا کہ ضرب میں درد، کلام میں فہم، بوسے میں لذت، جماع میں قضائے شہوت درکار ہے۔ اور یہ امور بدن کے ان صفات پر مقصود کہ بہ تبعیت روح اسے حاصل ہوتے ہیں لہٰذا بعد موت جسم خالی انھیں کافی نہیں بخلاف غسل وحمل ومس والباس کہ صرف صفاتِ اصلیہ بدن کے طالب ہیں تو ان میں حیات وموت یکساں۔

دلیل ۱۱: ان ائمہ کرام وعلمائے اعلام کا یہ کلام ارواح موتی پر حمل کرنا صراحۃً باطل وتوجیہ القول بمالایرضی بہ القائل ہے ان کے کلمات عالیات بہزار زبان اس سے تحاشی فرمارہے ہیں شواہد سنئے:

شاہد ۱: امام اجل ابو البرکات نسفی قدس سرہ کا ارشاد اسی کافی شرح وافی سے ابھی گزرا کہ روحیں نہیں مرتیں۔

شاہد ۲: خود عقائد کی کتاب میں ارشاد فرمایا کہ روح میں مرگ سے کچھ تغیر نہیں آتا کیا وہ اسی روح کو کہیں گے کہ مرگئی، فہم وادراک کے قابل نہ رہی، یہ کچھ ہوا اور تغیر نہ آیا، وائے جہالت!

شاہد ۳: یہی امام ابن الہمام اور ایک یہی کیا تمام علمائے اعلام زیارت قبور میں اموات پر سلام اور ان سے خطاب وکلام تسلیم فرماتے ہیں اور اسے سنت بتاتے ہیں، فتح القدیر میں ہے:

یکرہ النوم عندالقبر وقضاء الحاجۃ بل اولٰی وکل مالم یعہد من السنۃ والمعہود منہا لیس الازیارتہا والدعاء عندہا قائما کما کان یفعل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الخروج الی البقیع ویقول السلام علیکم دار قوم مومنین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون اسئل اللہ لی ولکم العافیۃ[1]۔	قبر کے پاس سونا مکروہ ہے اور قضائے حاجت بھی بلکہ بدرجہ اولٰی مکروہ ہے۔ اور ہر وہ کام جو سنت سے معہود نہ ہو، اور سنت سے معہود یہی زیارت اور وہاں اکھڑے ہو کر دعا ہے جیسا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بقیع تشریف ارزانی میں کیا کرتے تھے اور کہتے تم پر سلام ہو اے اہل ایمان لوگو! اور ہم بلاشبہ تم سے ملنے والے ہیں اگر اللہ نے چاہا۔ میں اپنے لیے اور تمھارے لئے عافیت مانگتا ہوں۔ (ت)

فصل یازدہم میں گزرا کہ یہ سلام وکلام ضرور دلیل سماع وافہام ہیں، مگر یہ اکابر اعلام معاذاللہ اتنی تمیز نہ رکھتے تھے کہ اینٹوں پتھروں سے سلام وکلام کیا معنی؟

شاہد ۴: یوں ہی جس نے زیارت حضرات شیخین کریمین رضی اللہ تعالٰی عنہما ذکر کی بالاتفاق ان سے علاوہ سلام وکلام بھی تعلیم کیا اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ موجہہ اقدس حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اتنا ہٹے کہ صدیق (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کے مواجہے میں آجائے اس وقت ان سے یوں عرض کرے۔ پھر ان کے مواجہہ سے

[1] فتح القدیر فصل فی الدفن مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۱۰۲

اتنا ہٹے کہ فاروق (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کے مواجہے میں آجائے اس وقت ان سے یوں گزارش کرے۔ اگر معاذاللہ یہ سلام وکلام مخفی از قبیل "اے باد صبا ایں ہمہ آوردہ تست" (اے باد صبا! یہ سب کچھ تونے اڑایا ہے۔ ت) تھا تو ہٹ ہٹ کر مواجہوں میں آنے کی کیا حاجت تھی! ہٹ دھرم بے انصاف انصاف کی تو کہتے نہیں مگر ذی عقل منصف تو قطعًا ان تعلیمات سے یہی سمجھتا ہے کہ یہ سلام وکلام ضرور حقیقی ہے اور مواجہے سے مقصود پیش نظر آنا، اسی فتح القدیر میں ہے:

ثم یتاخر عن یمینه قدر ذراع فیسلم علی ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنه فان راسه حیال منکب النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فیقول السلام علیك یاخلیفة رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم وثانیه فی الغار ابی بکر الصدیق جزاك اللہ عن امة محمد صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم خیرا ثم یتاخر کذلك قدر ذراع فیسلم علی عمر رضی اللہ تعالٰی عنه لان راسه من الصدیق کرأس الصدیق من النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فیقول السلام علیك یا امیر المومنین عمر الفاروق والذی اعز اللہ به الاسلام جزاك اللہ من امة محمد صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم خیرا [1]۔	پھر اپنے داہنے ہاتھ بھر ہٹ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ پر سلام عرض کرے اس لئے کہ ان کا سر مبارک نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دوشِ انور کے مقابل ہے۔ تو عرض کرے آپ پر سلام اے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خلیفہ اور غار میں ان کے ثانی ابوبکر صدیق! خدا آپ کو امتِ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جانب سے جزائے خیر دے۔ پھر اسی طرح ہاتھ بھر ہٹ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ پر سلام عرض کرے، اس لیے کہ ان کا سر مبارک حضرت صدیق سے اسی طرح ہے جیسے حضرت ابوبکر صدیق کا سر مبارک حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہے۔ تو عرض کرے آپ پر سلام ہو اے امیر المومنین عمر فاروق، وہ جس سے اللہ نے اسلام کو عزت وقوت دی، اللہ آپ کو امت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف سے نیک جزا عطا فرمائیے۔ (ت)

شاہد ۵: چلے کہا کو، انھیں امام ابن الہمام کا وہ ارشاد ہدایت بنیاد جگر شگاف تو اہب والحاد سنئے کہ سارے انکاری مذہب پر مردنی چھا جائے، اموات کو پتھر سمجھنے پر حجارۃ من سجیل کا پتھراؤ آئے۔ اسی فتح القدیر کے آخر کتاب الحج میں فرماتے ہیں:

یاتی القبر الشریف ویستقبل جدارہ	یعنی مزار انور حضور سید اطہر صلی علیہ وسلم کی

[1] فتح القدیر کتاب الحج مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۹۵/۳

ویستك برالقبلة وما عن ابی اللیث انه یقف مسقبل القبلة مردود بماروی ابو حنیفة رضی الله تعالٰی عنه فی مسنده عن ابن عمر رضی الله تعالٰی عنهما قال من السنة ان تاتی قبر النبی صلی لله تعالٰی علیه وسلم من قبل القبلة و تجعل ظهرك الی القبلة وتسقبل القبر بوجهك ثم تقول السلام علیك ایها النبی و رحمة الله وبرکاته' الا ان یحمل علی نوع مامن الا ستقبال وذٰلك انه صلی الله تعالٰی علیه وسلم فی القبر الشریف المکرم علی شقه الایمن مستقبل القبلة،وقالوا فی زیارة القبورمطلقا الا ولی ان یأتی الزائر من قبل رجل المتوفی لامن قبل راسه فانه اتعب لبصرالمیّت بخلاف الاول لانه یکون مقابله بصره لان بصره ناظر الی جهة قدیمه اذا کان علٰی جنبه فعلی هذا تکون القبلة عن یسارا لواقف من جهة قدمیه صلی الله تعالٰی علیه وسلم بخلاف ماذا کان من جهة وجهه الکریم فاذا اکثر الاستقبال الیه صلی الله تعالٰی علیه وسلم لاکل الاستقبال یکون استدباره القبلة اکثر من اُخذه الی جهتها فیصدق الاستدبارونوع من الاستقبال[1] الخ۔

زیارت کو حاضر ہو روضہ اقدس کی طرف منہ اور قبلے کو پیٹھ کرے۔اور وہ جو فقیہ ابواللیث سے نقل کیا گیا کہ قبلہ رو کھڑا ہو مردود ہے اس حدیث سے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی کہ سنت یوں ہے کہ مزار اقدس کے حضور قبلہ کی طرف سے آئے قبلے کو پُشت اور قبر انور کی طرف منہ کرے، پھر عرض رساں ہو سلام حضور پر اے نبی! اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں، ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ ایک گونہ قبلے کی طرف ہونا مراد لیں اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قبر انور میں دہنی کروٹ پر قبلہ رو تشریف فرما ہیں، اور علمائے کرام نے عام قبروں کی زیارت میں حکم دیا ہے کہ زائر کو چاہئے میّت کی پائنتی کی طرف سے آئے نہ کہ سرہانے کی جانب سے کہ اس میں مردے کی نگاہ کو تکلیف ہوتی ہے۔بخلاف پہلی صورت کے کہ یوں آنے والا میّت کی نگاہ کے سامنے ہوگا اس لیے کہ میّت جب کروٹ سے ہو تو اس کی نظر اپنے پاؤں کی طرف ہے، تو اس تقدیر پر جب حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاؤں کی طرف سے حاضر ہوگا قبلہ اس کے بائیں ہاتھ کو ہوگا، زیادہ رخ جانب قبر ہوگا، اور ایک گوشہ جانب قبلہ ہوگا تو پشت بقبلہ بھی ہوا اور ایک گونہ قبلہ کی طرف جھکا ہونا بھی صادق آیا۔الخ

اللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد ایمان سے کہنا یہی وہ علماء ہیں جو میّت کو پتھر، بے حس، بے ادراک

[1] فتح القدیر کتاب الحج مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۹۵

بتارہے ہیں انا للّٰہ وانا الیہ راجعون، پھر امام ممدوح اپنا ارشاد نہیں فرماتے بلکہ ہمارے علمائے کرام سے نقل فرمارہے ہیں، خدا کی شان یہی وہ مشائخ حنفیّہ ہیں کہ سماع روح کا انکار جن کے سر باندھئے، اللّٰہ تعالٰی توفیق انصاف بخشے، آمین!

شاہد۶: یہی امام عینی شارح کنز عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری کتاب مواقیت الصلٰوۃ باب الاذان بعد ذھاب الوقت میں فرماتے ہیں:

الروح جوھر لطیف نورانی مدرك للجزئیات والکلیات غنی عن الاغتذاء بری عن التحلل والنماء ولھذا یبقی بعد فناء البدن اذ لیست له حاجة الی البدن ومثل ھذا الجوھر لایکون من عالم العنصر بل من عالم الملکوت فمن شانه ان لا یضرہ خلل البدن وتلتذ بمایلائمه ویتألم بما ینافیه، والدلیل علی ذٰلك قوله تعالٰی ولاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللّٰہ امواتا بل احیاء عند ربھم الاٰیة وقول صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم اذا وضع المیّت علی نعشه رفرف روحه فوق نعشه ویقول یا اھلی ویاولدی[1]۔	روح ایک جوہر لطیف نورانی ہے کہ علم سمع وبصر وغیرہا تمام ادراکات رکھتی ہے، کھانے پینے سے بے نیاز، گھلنے بڑھنے سے بری ہے۔ اسی لئے فنائے بدن کے بعد باقی رہتی ہے کہ اسے بدن کی طرف اصلاً احتیاج نہیں، ایسا جوہر عالمِ آب وگِل سے نہیں ہوتا بلکہ عالم ملکوت سے، تو اس کی شان یہ ہے کہ بدن کا خلل پذیر ہونا اسے کچھ نقصان نہ پہنچائے، جو بات موافق ہو اس سے لذت پائے، جو مخالف ہو اس سے درد پہنچے، اور اس پر دلیل اللّٰہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ جو راہ خدا میں مارے گئے ہرگز انھیں مردہ نہ جانیوں بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس (الآیۃ) اور نبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیث کہ جب مردہ نعش پر رکھا جاتا ہے اس کی روح بالائے نعش پر افشاں رہتی ہے اور کہتی ہے کہ اے میرے گھر والو، اے میرے بچو!

للّٰہ انصاف! اگر روح بعد موت معطّل اور اس کا فہم وادراک مختل ہو تو یہ کیونکر صحیح ہوتا کہ اسے بدن کی حاجت نہیں، خللِ بدن سے کچھ مضرت نہیں، بھلا روح تو بیکار وجماد ہوئی یہ رب کے پاس زندہ کون ہے؟ یہ نعش پر جلوہ افگن ونوازن کون ہے؟

شاہد۷: یہی امام محمود اسی عمدہ میں اس حدیث کے نیچے کہ میّت کو اپنے اہل کے رونے سے عذاب

[1] عمدۃ القاری شرح البخاری باب الاذان بعد ذہاب الوقت ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۵/ ۸۸

ہوتا ہے۔ امام اجل ابوزکریا نووی سے نقل فرماتے ہیں:

حکی عن طائفة ان معناه انه یعذب بسماع بکاء اهله علیه ویرق لهم وقال والی هذا ذهب محمد بن جرید الطبری وغیره قال القاضی عیاض وهو اولی الاقول واحتجوا بحدیث فیه ان النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم زجر امرأة من البکاء علی ابنها وقال ان احدکم اذابکی استعبرله صویحبه فیاعبادالله لاتعذبوا اخوانکم[1]۔	یعنی امام ممدوح نے ایک جماعت علماء سے نقل فرمایا کہ معنٰی حدیث یہ ہیں کہ لوگ مردے پر جو روتے ہیں مردے کو ان کا رونا سن کر صدمہ ہوتا ہے اور ان کے لئے اس کا دل کڑھتا ہے، امام محمد نے فرمایا محمد بن جرید طبری وغیرہا اسی طرف گئے، امام قاضی عیاض نے فرمایا یہ سب قولوں سے بہتر ہے، اور اس پر ایک حدیث سے دلیل لائے کہ ایک بی بی اپنے بیٹے پر رو رہی تھیں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انھیں منع کیا اور فرمایا: "جب تم میں کوئی روتا ہے تو اس کے رونے پر مردے کے بھی آنسو نکل آتے ہیں تو اے خدا کے بندو! اپنے بھائیوں کو تکلیف نہ دو۔"

یہ تو ان ائمہ سے نقل تھی اور اس سے پہلے خود امام عینی فرماچکے ہیں:

اما تصور البکاء من المیّت فقد ورد فی حدیث ان النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم قال ان احدکم اذ ابکٰی استعبرله صویحبه والمراد والمراد بصویحبه المیّت[2]۔	یعنی میّت کا رونا متصور ہے کہ ایک حدیث میں آیا ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں کوئی روتا ہے تو اس کا ساتھی وہ مردہ بھی رونے لگتا ہے، (صویحب سے مراد میّت ہے)

للہ انصاف! یہی علماء میں جوارح موتٰی کے سماع وفہم سے انکار رکھتے ہیں۔

فائدہ: یہ بی بی حضرت قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ تعالٰی عنہما ہیں، اور یہ حدیث ابوبکر بن ابی شیبہ وطبرانی نے ان سے روایت کی وہ خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر تھیں اپنے ایک بیٹے کو یاد کرکے روئیں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کیا طریقہ ہے کہ دنیا میں زندگی تک کو اپنے ساتھی سے اچھا سلوک اور مرے پیچھے ایذا دو،

فوالذی نفس محمد بیده ان احدا کن	قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ تعالٰی

[1] عمدۃ القاری شرح البخاری مایرخص من البکاء فی غیر نوح ادارۃ المنیریۃ بیروت ۷۹/۸
[2] عمدۃ القاری شرح البخاری مایرخص من البکاء فی غیر نوح ادارۃ المنیریۃ بیروت ۷۹/۸

لتبکی فتستعین له صویحبة فیا عباد الله لاتعذبوا موتاکم [1]۔	علیہ وسلم کی جان پاک ہے کہ تمھارے رونے پر تمھارا مردہ رونے لگتا ہے، تواے خدا کے بندو! اپنی اموات کو عذاب نہ کرو،

شاہد ۸: علامہ شرنبلالی نے غنیہ ذوی الاحکام میں قولِ درر:

الایلام لایتحقق فی المیّت وکذا الکلام لان المقصود بهذا الافهام والموت ینافیه [2]۔	الم رسانی میّت کے اندر متحقق نہیں، اسی طرح گفتگو بھی، کیونکہ اس کا مقصودِ افہام اور سمجھانا ہوتا ہے، موت اس کے منافی ہے۔ (ت)

پر تقریر کی اور خود فرمایا:

الاصل فیه ان کل فعل یلذو یولم ویغم ویسر یقع علی الحیاۃ دون المماۃ [3]۔	اس بارے میں اصل یہ ہے کہ ہر وہ فعل جس سے لذت والم اور غم وسرور ہو وہ حیات ہی پر واقع ہوگا موت پر نہیں۔ (ت)

اور قول ۳۲ میں ان کا ارشاد بحوالہ حضرت استاذ سن چکے کہ مردوں کو جوتوں کی پچپل سے اذیت ہوتی ہے۔

شاہد۹: قول ۵۱ دیکھو کہ گھاس اور پیڑ کی تسبیح سے مردہ کا جی بہلتا ہے۔

تنبیہ: فتاوٰی قاضی خاں وامداد الفتاح ومراقی الفلاح علامہ شرنبلالی وغیرہا میں مقبروں سے درخت وگیاہِ سبز کاٹنے کی کراہت پر دلیل مذکور قائم فرمائی اور جس غافل غیر ماؤف الدماغ کے سامنے ان الفاظ کو بیان کیجئے کہ فلاں کی تسبیح سے فلاں کا جی بہلا، اس کا ذہن قطعًا اس طرف جائے گا کہ اس نے اس کی تسبیح سنی اور اس سے انس ملا، بداہت عقل شاہد ہے کہ کسی شے سے انس پانے کو اس پر اطلاع ضرور، اور تسبیح جنس کلام سے ہے جس پر اطلاع بطور سماع تو یہ کلام علماء صراحۃً سماع موتٰی کی دلیل صاف ہے بلکہ اس درجہ قوت قویہ سمع کی جو عامہ احیاء کو حاصل نہیں کما نبهنا علیه سالفا (جیسا کہ پیچھے ہم نے اس پر تنبیہ کی۔ ت) تو صاحب تفہیم المسائل کا خبط کہ اس کلام کو ہرگز مطلب سے آشنائی نہیں، پھر کہا:

باید دید کہ ایں عبارت راازسماعتِ موتٰی چہ مناسبت [4]؟	دیکھنا چاہئے کہ اس عبارت کو مردوں کے سننے سے کیا مناسبت ہے؟ (ت)

[1] المعجم الکبیر مروی از قبیلہ بنت مخرمہ حدیث المکتبۃ فیصلیہ بیروت ۲۵ / ۱۰

[2] الدرر الاحکام لملاخسرو باب حلف الفعل مطبعہ کاملیہ مصر ۲ / ۵۳

[3] غنیہ ذوی الاحکام حاشیہ علی الدرر الاحکام باب حلف الفعل مطبعہ کاملیہ مصر ۲ / ۵۳

[4] تفہیم المسائل عدم سماع موتٰی از کتب حنفیّہ مطبع محمدی لاہور ص ۸۴

محض نافہمی وجہالت ہے، ہاں بحمد اللہ تعالٰی اس تذییل جلیل نے شمس وامس کی طرح روشن کردیا کہ اس کے مقتداء صاحب مائۃ مسائل کاان عبارات خمس سے استدلال کرنااور اس کی تائید میں اس وہابی جدید کااسی طرح کی اور عبارات نقل کرکے اوراق بھر ناسب مطلب سے ناآشنااور موردنزاع سے محض بیگانہ تھا **وللہ الحمد۔**

شاہد ۱۰ تا ۱۲: یونہی سید عالم ابوالسعود ازہری صاحبِ فتح اللہ المعین وسید علامہ طحطاوی وسید علامہ شامی محشیانِ دُرنے دربارہ یمین وہی تقریرات ذکر کیں اور سب حضرات نے تسبیح گیاہ سے میّت کوانس ملناذکر فرمایا، **کما تقدم** (جیسا کہ گزرچکا۔ ت)

شاہد ۱۳ و ۱۴: سیدین اخیرین نے تصریح فرمائی کہ انسان جو قبر کے پاس ذکر الٰہی کرے اس سے میّت کاجی بہلتا ہے، دیکھو قول ۷۴و۷۹۔

شاہد ۱۵ و ۱۶: یونہی دونوں حضرات نے فرمایا کہ مقابر میں پیشاب کرنے سے زندوں کی طرح مردے کو بھی ایذا ہوتی ہے۔ دیکھو قول ۳۸و۳۹۔

شاہد ۱۷: علامہ طحطاوی نے تقریر فرمائی کہ اموات کو جوتوں کی پہچل سے اذیت ہوتی ہے، دیکھو قول ۳۴.

شاہد ۱۸ تا ۲۰: علامہ حلبی محشیٔ دُرر بھی اس تقریر یمین میں شریک ہیں اور احراق حیوانات بعد ذبح پروہ شبہ فرمایا کہ میّت کوایذائے خارج سے درد پہنچنا ثابت ہے، سیدین اخیرین نے جواب دیا کہ یہ بنی آدم میں ہے، دیکھو تذییل زیر قول ۴۰۔

شاہد ۲۱: قول ۷۲ میں علامہ شامی کاامام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے وہ نقل فرمانادیکھو کہ قبر حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حضور نماز میں بسم اللہ شریف آواز سے نہ پڑھی۔

شاہد ۲۲: قول ۶۴ میّت کے سرہانے سے نہ آئے کہ اس کی نگاہ کوتکلیف ہوگی پائنتی سے آئے کہ میّت کے پیش نظر ہوگا۔

شاہد ۲۳: تکمیل جمیل میں علامہ زیادی وداؤدی واجہوری سے علامہ شامی کاوہ نقل کرنادیکھو کہ کسی چیز کے ملنے کے لیے بلندی پر جاکر حضرت سیدی احمد بن علوان کوندا کرے۔

شاہد ۲۴: علامہ طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں قبور پر سلام ذکر کرکے فرمایا: حدیث صحیح سے ثابت ہوتا ہے کہ جو شناسا قبر پر گزرتا اور سلام کرتا ہے مردہ اسے پہچانتا ہے اور جواب دیتا ہے۔

حیث قال واخرج ابن عبدالبر فی الاستذکار والتمھید بسند صحیح عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی	ان کی عبارت یہ ہے: ابن عبدالبر نے استذکار اور تمہید میں بسند صحیح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے

عليه وسلم مامن احد يمر بقبر اخيه المومن كان يعرفه فى الدنيا فيسلم عليه الاعرفه وردّ عليه السّلام [1]۔	فرمایا: جو شخص بھی اپنے کسی ایسے مومن بھائی کی قبر سے گزرتا ہے جو اسے دنیا میں پہچانتا تھا اور اسے سلام کرتا ہے تو صاحبِ قبر اسے پہچانتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

شاہد ۲۵: انھیں کا قول ۸۲ دیکھو کہ اموات زائروں کا سلام سنتے، جواب دیتے، ان سے انس پاتے ہیں، پھر فرمایا: اس میں نہ شہیدوں کی خصوصیت، نہ کسی وقت کی قید، خدارا انصاف! یہ علماء سماع روح کے منکر ہونگے، حاش ﷲ حاش لله، ولكن الوهابية قوم يعتدون (مگر وہابیہ ایسے لوگ ہیں جو حد سے تجاوز کرتے ہیں، ت) پچیس شاہد ہیں اور پچیس سو ممکن مگر علماء اپنا لکھا خود نہ سمجھتے تھے لاجرم قطعاً یقیناً وہ ارواح موتٰی کے لیے سمع وبصر وعلم وفہم مانتے اور بدنِ مردہ کو جب تک مردہ رہے ان صفات سے معزول جانتے ہیں، یہی بعینہٖ ہمارا مذہب اور یہی عباراتِ علماء کا مطلب والحمدﷲ رب العٰلمین۔

دلیل ۱۲: اگر یہ کلام مشائخ کرام روح پر محمول ہو تو وہ اعتراضات قاہرہ وارد ہوں جن سے رہائی ناممکن الحصول ہو، مثلاً:

اولاً حدیث ۴۰ سے ۵۱ تک انھیں بارہ ۱۲ احادیث عظیمہ صحیحہ خفق نعال و قلیب بدر سے ایراد جلیل اور ادعائے تخصیص وقت سوال قبر یا خصوصیت کفار مقتولین بدر باطل وبے دلیل کماسمعت (جیسا کہ سن چکے۔ت) مرقات شرح مشکوٰۃ میں فرمایا

يرده ان الاختصاص لايصح الابدليل وهو مفقود ههنا بل السوال والجواب ينافيانه [2]۔	اس کی تردید اس سے ہوتی ہے کہ خصوصیت بغیر کسی دلیل کے صحیح نہیں اور دلیل یہاں مفقود ہے بلکہ سوال و جواب تو اس کے منافی ہیں۔ (ت)

ثانیاً یہاں خصوصیت سہی اور جو احادیث کثیرہ عموماً ومطلقاً اموات کے علم و سمع وبصر وادراک ومعرفت میں وارد ہیں ان سے کیا جواب ہوگا، مرقاۃ میں ہے:

مع ان ماورد من السلام على الموتى يرد على التخصيص باول احوال الدفن [3]۔	باوجودیکہ مُردوں پر سلام کے بارے میں جو احادیث وارد ہیں وہ اول وقت دفن سے تخصیص کی تردید کرتی ہیں۔ (ت)

[1] حاشیۃ الطحاوی علی مراقی الفلاح فصل فی زیارۃ القبور نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۴۱/۱
[2] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب حکم الاسراء مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۱/۸
[3] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب حکم الاسراء مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۱/۸

ثالثًا بہت اچھا، جب ابتدائے دفن میں تم خود سماع کے قائل، یہاں تک کہ کلام لایعقل متکلم لایعقل اعنی تفہیم المسائل بھی معترف وقائل، حیث قال دروقت سوال وجواب ہمہ قائل سماع اند[1] (اس کے الفاظ یہ ہیں: سوال وجواب کے وقت سبھی سماعت کے قائل ہیں، ت) اس وقت کلام کرنے سے کیوں حنث نہیں ہوتا کہ اب تو سمع وفہم سب کچھ حاصل، جس طرح انھیں امام ابن الہمام نے دربارہ تلقین منکرین پر اعتراض کیا کہ:

الا انه علی هذا ینبغی التلقین بعد الموت لانه یکون حین ارجاع الروح[2]۔	مگر اس بنیاد پر تو بعد موت تلقین ہونی چاہئے اس لیے کہ وہ اعادہ روح کے وقت ہوتی ہے۔ (ت)

یہ اعتراضات اس تقدیر باطل یعنی انکار سماع ارواح پر اصل سے اس کلام مشائخ کو باطل وازبیخ کندہ کرتے ہیں۔بخلاف اس تقدیر حق کے کہ صرف سماع جسم سے انکار مراد ہے، اب ان میں اصلاً کچھ وارد نہیں ہوتا۔

فاقول: وباللّٰه التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ت) تقریر کلام مشائخ اعلام یہ ہے کہ بنائے ایمان عرف پر ہے اور خطابات عرفیہ متعلق بدن مگر کلام بے سمع وفہم نامتصور، لاجرم یہ قسم حالتِ حیات پر مقصور اور جسم خالی معزول ومہجور کہ بعد فراق روح بدن مردہ ہے اور اس کے حواس ومشاعر باطل وافسردہ، عذاب قبر اگرچہ روح وبدن دونوں پر ہے مگر اس کے لیے بدن کو ایک نوع حیات تازہ بقدر الم دی جاتی ہے مگر موت تو اس قدر احساس وادراک کے منافی ہے پھر اس حیات کا استمرار بھی ضرور نہیں، احادیث کثیرہ کہ سمع وبصرہ فہم وادراک ومعرفت اموات پر ناطق ہے ضرور صادق ہیں۔ ان میں مراد ارواح موتٰی ہیں کہ ادراک حقیقتًا روح ہی کا کام ہے اور اسے موت نہیں، نہ موت بدن سے میں تغیر آئے، البتہ احادیث خفق نعال ضرور سمع جسمانی بتاتی ہیں، قطع نظر اس سے کہ لفظ میّت بدن میں حقیقت، ان میں صراحۃً **اذا وضع فی قبرہ** (جب وہ قبر میں رکھا جاتا ہے۔ت) ارشاد ہوا، اور قبر میں رکھا جانا بدن ہی کی شان ہے مگر یہ بھی بوجہ مذکور ہم پر وارد نہیں نسخہ میں تحریر نہیں کہ اس وقت بغرض سوال بدن کی طرف اعادہ حیات ہوتا ہے تو سماع حی کے لیے ثابت ہوا نہ کہ میّت کے لیے، اور احادیث قلیب اگرچہ حیات معادہ للسوال سے جدا ہیں کہ اول تو کافر مجاہر سے سوال ہونے میں کلام ہے۔ امام ابو عمر ابن عبدالبر نے فرمایا: سوال یا مومن سے ہوگا یا منافق سے کہ بظاہر مسلمان بنتا تھا بخلاف کافر ظاہر کہ اس سے سوال نہیں، امام جلیل جلال سیوطی نے فرمایا: **ھو الارجح ولا اقول سواہ**[3] **نقله فی ردالمحتار** (یہی ارجح ہے اور میں اس کے سوا کا قائل نہیں اھ اسے ردالمحتار میں نقل کیا۔ت) شرح الصدور میں اس کی تائید کرکے

---

[1] تفہیم المسائل عدمِ سماع موتٰی از کتب حنفیہ مطبع محمدی لاہور ص ۸۱

[2] فتح القدیر باب الجنائز مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۶۹

[3] ردالمحتار صلٰوۃ الجنائز مصطفی البابی مصر ۱/ ۶۲۹

فرماتے ہیں:

وفی حدیث ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عند الطبرانی من قول حماد وابی عمر الضریر مایصرح بذلك[1] ۔	طبرانی کے یہاں بالفاظ حماد وابوعمر ضریر جو حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے اس میں اس کی تصریح ہے۔(ت)

اور اگر سوال مانئے بھی تو اس کا وقت ابتدائے وضع ودفن ہے یہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان ناپاک لاشوں سے وہ گندہ کُنواں پٹ جانے کے تین دن بعد وہاں تشریف لے جاکر مخاطب ہوئے تھے، صحیح مسلم کی روایت حدیث ۴۸ میں گزری اور صحیح بخاری شریف میں ہے:

| عن ابی طلحۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امر یوم بدر باربعۃ وعشرین رجلا من صنادید قریش فقذفوا فی طوی من اطواء بدر خبیث مخبث وکان اذا ظھر علی قوم اقام بالعرصۃ ثلث لیال فلما کان ببدر الیوم الثالث امر براحلتہ فشد علیھا رحلھا ثم مشی وتبعہ اصحابہ وقالوا مانری ینطلق الا لبعض حاجتہ حتی قام علی شفۃ الرکی فجعل ینادیھم باسمائھم واسماء اٰبائھم یا فلاں بن فلاں ویا فلان بن فلان ایسرکم انکم اطعتم اللہ ورسولہ فانا قد وجدنا ماوعدنا ربنا حقا فھل وجدتم ماوعد ربکم حقا قال فقال عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ یا رسول اللہ ماتکلم من اجسادا لاارواح لھا فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی | حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے روز بدر قریش کے چوبیس سربرآوردہ اشخاص کو بدر کے کنوؤں میں ایک گندے پلید کنویں میں پھنکوادیا، حضور کا طریقہ یہ تھا کہ جب کسی قوم پر فتحیاب ہوتے تو میدان میں تین دن قیام فرماتے، جب بدر کا تیسرا دن تھا تو سواری مبارک پر کجاوہ کسوایا، پھر چلے، صحابہ نے ہمرکابی کی، اور کہا ہمارا یہی خیال ہے کہ اپنے کسی کام سے تشریف لے جارہے ہیں، یہاں تک کہ کنویں کے سرے پر ٹھہر کران کا اور ان کے آباء کا نام لے لے کر اے فلاں بن فلاں اور اے فلاں بن فلاں کہہ کر پکارنے لگے، فرمایا "کیا اس سے تمھیں خوشی ہوتی کہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم تم نے مانا ہوتا، ہم نے تو حق پایا وہ جس کا ہمارے رب نے ہم سے وعدہ فرمایا تھا، کیا تم نے اس کو ثابت پایا جو تمھارے رب نے تم سے وعدہ کیا تھا" حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ ان جسموں سے |

[1] شرح الصدور فصل فیہ فوائد خلافت اکیڈمی سوات ص ۵۹

علیه وسلم والذی نفس محمد بیده ما انتم باسمع لما اقول منهم قال قتادة احیاهم الله حتی اسمعهم قوله توبیخا وتصغیراونقمة وحسرتا وندما [1]۔	کلام فرمارہے ہیں جن میں جان نہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں محمد کی جان ہے میری بات تم ان سے زیادہ نہیں سنتے، حضرت قتادہ فرماتے ہیں: اللہ تعالٰی نے ان کی توبیخ، تذلیل، کلفت، حسرت اور ندامت کے لیے انھیں حیات دے کر حضور کا کلام سنوایا۔ (ت)

اور حدیث مذکور نص صریح ہے کہ ان کافروں نے گوش بدن ہی سے سنا کہ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی: حضور کیا کلام فرماتے ہیں ان بدنوں سے جن میں روح نہیں، اسی کے جواب میں ارشاد ہوا کہ خدا کی قسم تم ان سے زیادہ نہیں سنتے، تو صاف ثابت ہوا کہ سماع جسمانی ہی واقع ہوا مگر جبکہ روح کا جسم سے فراق یقینا معلوم اور بے عود حیات سماع جسم خالی قطعاً معدوم، تو ان کافروں کے لیے تین دن بعد پھر عود زندگی ماننے سے چارہ نہیں، اور پر ظاہر کہ یہ امر عموما نہیں ہوتا، ناچار بالخصوص حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اعجاز سے ان ملاعنہ کو زیادت حسرت وندامت وعذاب واذیت ہونے کے لیے واقع ہوا کہ روح وبدن دونوں کا اشتراک تنہا روح کے ادراک سے اشد وسخت تر ہے، لہذا قتادہ نے کہا: اللہ تعالٰی نے ان کی حسرت وتوبیخ وتذلیل کے لیے اعادہ حیات فرما کر سنوایا، بالجملہ جو احادیث سماع جسمانی میں نص ہیں ان میں تخصیص وقت یا بعض اموات خود سبیل واضح ہے اور جو ایسی نہیں وہ رأسا غیر وارد کہ سماع روح تو آپ ہی خود ثابت ولائح ہے۔ بحمد للہ یہاں سے روشن ہوا کہ صاحب تفہیم المسائل کا خبط بے ربط کہ:

ہر چند مبنی ایمان بر عرف است مگر مقصود فقہاء از نفی سماع دریں مقام نفی سماع عرفی و حقیقی ہر دوست زیرا کہ فقہا نفی سماع مطلق کردہ اند نہ بتقید عرف واگر نفی صرف سماع عرفی نہ حقیقی مقصود مے بود حاجت جواب دادن از مسئلہ عذاب قبر وتوجیہ کردن دیگر وقائع کہ بر سماع موتٰی دال ست نبود [2]۔	ہر چند کہ قسم کی بنیاد عرف پر ہے مگر یہاں سماع کی نفی سے فقہا کا مقصود عرفی و حقیقی دونوں سماع کی نفی ہے، اس لیے کہ فقہا نے سماع کی نفی مطلق کی ہے عرف کی قید لگا کر نہیں، اگر حقیقی نہیں صرف عرف سماع کی نفی مقصود ہوتی تو مسئلہ عذاب قبر کا جواب دینے اور سماع موتٰی پر دلالت کرنے والے دوسرے حالات و واقعات کی توجیہ کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ (ت)

[1] صحیح بخاری باب قتل ابی جہل قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۵٦٦

[2] تفہیم المسائل عدمِ سماع موتٰی از کتبِ حنفیہ مطبع محمدی لاہور ص ۸۳

فهل هٰذا الاتوجيه بما لا يرضى به قائله (یہ کیا ہے؟ کلام قائل کی ایسی توجیہ جس سے قائل راضی نہیں۔ت) محض نافہمی وجہل واضح ہے۔

فاقول: (میں کہتا ہوں۔ت) **اولاً** یہاں عرفی و حقیقی متغائر نہیں ہے۔ اوپر واضح ہو چکا کہ یہی ادراک اصوات بآلات جسمانیہ ہی حقیقت لغویہ اور یہی متعارف ہے، اور وہ معنٰی جو وقت اضافت سمع بروح مجرد یا بحضرت عزت مراد ہوتے ہیں، محل یمین میں ان کا احتمال ہی کیا تھا کہ اطلاق، نفی انھیں میں شامل ہو۔

ثانیاً: مشائخ کرام نے جن وقائع کی توجیہ فرمائی وہ سماع جسمانی پر دال تھے، ان کی توجیہ کی ضرور حاجت تھی اس سے سماع روح کا انکار سمجھ لینا تمھاری خوش فہمی ہے۔

ثالثاً: توجیہ عذاب قبر کی بھی ایک ہی کہی، ذی ہوش کو نافع و مضر میں تمیز تک کی لیاقت نہیں مگر تصحیح المسائل کے مقابل آنا ضروری۔

ماذا خاضك يا مغرور في الخطر

حتى هلكت فليت النمل لم نظر

(اے فریب خوردہ! کس چیز نے تجھے خطرے میں ڈالا کہ تو ہلاکت کو پہنچا، کاش! چیونٹی پرواز ہی نہ کرتی۔ت)

عقلمند یہ بھی دیکھا کہ وہ توجیہ کیا کی ہے اور اس سے روح میں کلام نکلتا ہے یا صاف بدن میں گفتگو ہونا منجلی ہے۔ دلیل ہفتم کو گزرے ابھی دیر نہ ہوئی اسے ملاحظہ کیجئے اور صاحب تفہیم کی فہم سقیم کی داد دیجئے۔

رابعاً: کاش اس بطور خویش جماد شوندہ نابینا وناشنوندہ یعنی اس تحریر سے پہلے مرجانے والے تفہیم نگارندہ کو زمانہ مہلت دیتا کہ ہمارے کلام میں دلیل یازدہم اور اس کے پچیس شواہد کو آنکھوں دیکھا کانوں سنتا اس وقت کھلتا کہ **توجيه القول بما لايرضى به قائله** (کلامِ قائل کی ایسی توجیہ جس سے قائل راضی نہیں۔ت) کا ارتکاب کس نے کیا۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا، اب رہا یہ کہ جب ابتدائے دفن میں سماع مسلم تو اس وقت حنث کیوں نہیں، اقول ہاں یوں نہیں کہ یہ یمین مقتضی حیات مخاطب ہے اور نفس روح سے متعلق نہ تھی، اگر اس سے تعلق ہوتا تو اس کی حیات ادراکات تو مستمرہ ہیں ضرور حنث ہوتا۔

فلان العرض وان كان لايبقى زمانين لكنه مادام مستمرا بتجدد الامثال يعد شيئًا واحدًا باطباق اللغة والعرف والشرع۔	کیونکہ عرض اگرچہ دو زمانوں تک باقی نہ رہے لیکن وہ تجدد امثال کی وجہ سے مستمر ہو تو باتفاق لغت وعرف وشرع شیئ واحد ہی شمار ہوتا ہے۔(ت)

بخلاف بدن کہ اس کی حیات زائل حیات جدیدہ اس وقت ملی ہے اور وہ حیات اولٰی کی غیر ہے تو جس حیات

سے یمین متعلق تھی منقطع ہوچکی اور حنث کی گنجائش نہ رہی، یہی امام ابن الہمام اسی فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

دوبارہ دی جانے والی زندگی اس زندگی کے علاوہ ہے جس کے اندر اجازت اور آمد کی قسم کھائی تھی اور وہ زندگی وہ ہے جو قسم کھانے کے وقت اس شخص کے ساتھ قائم تھی کیونکہ وہ توایک عرض ہے جو ختم ہوگیا، بعینہٖ اس کا اعادہ ممکن نہیں، اگرچہ روح کا اعادہ ہو، اس لیے کہ حیات روح کے علاوہ ایک شی ہے، وہ ایک ایسا امر ہے جو روح کے لیے لازم ہے اس شی میں جس کے لیے روح ہوتی ہے۔(ت)	الحیاۃ المعادۃ غیر الحیاۃ المحلوف علی اذنہ فیھا وقدومہ وھی الحیاۃ القائمۃ حالۃ الحلف لان تلك عرض تلاشی لایمکن اعادتھا بعینھا وان اعیدت الروح فان الحیاۃ غیرالروح لانہ امر لازم للروح فیمالہ روح[1]۔

تنبیہ جلیل: الحمدللہ جس طرح اس تقریر سے یہ واضح ہوا کہ ہمارے مشائخ کرام باتباع احادیث صحیحہ ان عامیانہ اوہام حجاب وحائل خشت وگلِ قبر کو مہمل وناقابل التفات جانتے ہیں کہ میّت مدفون کے لیے وقت اعادہ روح ایسی خفی آواز ہائے بیرونی کا سماع ثابت مانتے ہیں، یونہی یہ بھی لائح ہوا کہ یہاں سماع جسمانی سے مانع یہی موت تھی، ولہذا جس وقت جسم کو ایک نوع حیاتِ ملی سماع اصوات کی راہ کھلی، توظاہر کہ روح کہ بالاجماع ہمیشہ زندہ ومستمر بحال ونامتغیر ہے اس کا سماع عادۃً دائم ہے کہ مصحح موجود اور مانع مفقود، اب کھلا کہ مشائخ کرام کی یہ بحث وکلام، فقط مذہب منکرین سے بیگانہ ہی نہ تھی بلکہ بحمداللہ تعالٰی صراحۃً ان کارد ہیں اس تحقیق انیق کے بعد صاحب تفہیم المسائل کا مزاج پوچھئے کہ آپ کی اس خوش فہمی وقوت وہمی نے کہ:

فتح القدیر میں مرقوم ہے کہ ہمارے اکثر مشائخ کے نزدیک منع تلقین کی بنیاد عدم سماع موتی پر ہے، اور آخر میں کہا کہ ایک جماعت مشائخ حدیث تلقین میں حقیقت کی قائل اس وجہ سے ہوئی کہ وقت تلقین سوال وجواب کے لیے روح لوٹائے جانے کا موقع ہے اور اس وقت روح کے عود کرنے کے باعث مردوں کو سماع حاصل ہے تو یہ جماعت بھی سماع موتی کی منکر ہے اور سوال وجواب کے وقت سبھی سماع کے قائل ہیں، اس طرح یہ فتح القدیر کی	در فتح القدیر نوشتہ کہ بنائے منع تلقین نزد اکثر مشائخ نابر عدم سماع موتی است ودر آخر گفتہ کہ طائفہ مشائخ درحدیث تلقین قائل بحقیقت بدیں وجہ شدہ اند کہ وقت تلقین مقام ارجاع روح است برائے سوال وجواب وایں وقت موتی رابجہت عود روح سماع حاصل است پس ایں طائفہ ہم منکر سماع موتی است ودر وقتِ سوال وجواب ہمہ قائل سماع از دریں صورت از عبارت فتح القدیر معلوم مے شود کہ مذہب ہمہ فقہا انکار

[1] فتح القدیر باب الیمین فی الکلام مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۴۲۴

سماع موتٰی است[1]۔	عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ سماع موتٰی سے انکار تمام فقہاء کا مذہب ہے۔ (ت)

کیسا حکم تیر بازگشت پیدا کیا یہ تو اسی عقلمند کے کلام سے واضح ہوا کہ وہ میّت جس کے لیے فقہاء سماع نہیں مانتے بدن ہی ہے۔ ذرا ہوش میں آکر بتانا کہ عود روح کس میں ہوتا ہے؟ پھر یہ پوچھے کہ اے ذی ہوش! وہ روح جس کے ادنٰی عود سے یہ مشت خاک اتنے حجابوں حائلوں میں بالاتفاق سمیع ہوجاتا ہے، وہ خود کہ حجاب وحائل سے منزہ اور ہمیشہ زندہ ہے، کیوں نہ بالاتفاق دائمًا شنوا وبینا ہوگی! اب یاد کیجئے کہ امام ابن الحاج کا ارشاد مذکور قول ۶۵ کہ اولیائے احیاء نور خدا سے دیکھتے ہیں، اور نور خدا کو کچھ حجب نہیں۔ پھر اموات کا کیا کہنا، اور شاہ عبدالعزیز صاحب کا مقال ۷ کہ روح کے آگے مکان دور ونزدیک یکساں ہے جس طرح نظر کنویں میں آسمان برین کے ستارے دیکھتی ہے وغیر ذلک اقوال کثیرہ مذکورہ۔ نسخہ میں الف تحریر نہیں دیکھ ظالم! حجت الٰہی یوں قائم ہوتی ہے، ہاں یہ باقی رہا کہ ادراک روح کے لیے جسم شرط مانئے، یہ اوپر واضح ہوچکا کہ اس کے کون قائل ہیں، معتزلہ وغیر ہم لیام، آگے تم جانوں اور تمھارا کام، یہی بحمداللہ تقریر وتفسیر وتنویر اس کلام حضرات مشائخ کی، جسے مخالف اپنا کمال موافق جان کر اہل حق سے الجھتے اور موافق بگمان تخالف مشکل ومعضل سمجھتے، اہل بدعت اپنی سپر پناہ ٹھہرا کر آسمان ناز پر اپنی ٹوپیاں اُچھالتے، اور اصحاب سنت بظاہر مخالف عقیدہ صادقہ پاکر سلاح معارضہ ومنافقہ سنبھالتے، اب بعونِ عزیز مقتدر عزجلالہ روشن ہوگیا کہ امر بالکل بالعکس ہے۔، وہ کلام ہدایت نظام سراپا اہل سنت کے مطابق اور مذہب مخالف کارد ونکس ہے۔ بحمداللہ تعالٰی اب مخالف دیکھے کہ اس کے شوشے قعرِ عدم کے گوشے میں گئے، موافق نہ صرف موافق، ہر ذی عقل منصف دیکھے کہ بفضلہٖ تعالٰی اس تقریر منیر سے کیا کیا فائدے حاصل ہوئے۔

فائدہ ۱: کلام مشائخ بحمداللہ تعالٰی ہرگز عقیدہ اہلسنت کے مخالف نہیں۔

فائدہ ۲: نہ عیاذًا باللہ کسی حدیث مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خلاف۔

فائدہ ۳: نہ تصریحات ائمہ میں اصلًا تعارض۔

فائدہ ۴: نہ خود ان علماء کے کلام میں کہیں بوئے تناقص۔

فائدہ ۵: نہ وہ اس مسئلہ ویمین میں اپنی ہی اصل مقرر یعنی بناعلی العرف سے جدا چلے بلکہ اسی جڑے یہ پودے کھلے۔

فائدہ ۶: نہ وہ ہرگز کسی تخصیص بے دلیل کے مرتکب ہوئے نہ ان کی اس دلیل پر زنہار کوئی نقض وارد، نہ تفریع وتاصیل پر کچھ الزام عائد، غرض یہ سب اور دیگر مقامات میں ان کے کلمات اور باقی ائمہ کے نصوص وتصریحات اور

[1] تفہیم المسائل عدم سماع موتٰی از کتب حنفیہ مطبع محمدی لاہور ص ۸۰ و ۸۱

احادیث وآثار کے عالی ارشادات بحمدﷲ تعالٰی سب متفق ومنظّم ہیں اور ایک درسرے سے متناسب وملتئم۔ اور اس تقریر معقول۔ مستنیر ومصقول، واجب القبول نہ ماننے تو یہ تمام منقلب ہو کران کے مقابل اتنے ہی ضرر حاصل اور نتیجہ کچھ نہیں کہ انجام یہ ٹھہرے گا کہ کلام مشائخ طرح طرح سے منقوض باطل اور انواع انواع زلزلوں سے متزلزل اور آپ ہی اپنی تلوار سے گھائل، پھر کیا کسی استناد کے قابل وھذا ممالا یرضاہ عاقل (اور اسے کوئی عاقل پسند نہ کرے گا) اب بحمدﷲ مہر نیمروزوماہ نیم ماہ سے زیادہ رخشاں ودرخشاں ہوا کہ بعض کبرائے متاخرین شراح محدثین نے اس باب میں جو تقریریں فرمائیں اصل مرام مشائخ کرام پر وارد نہیں۔ وہ گویا برسبیل ارخائے عنان رائحہ مخالفت مان کر جواب مخالف کی تعلیمیں تھیں اور واقعی ہمارے ائمہ کرام ومشائخ اعلام کی انظار غامضہ ایسی ہی عالیہ واقع ہوئیں کہ بعض اوقات انظار ناظرین متاخرین ماہرین اس کے مرقات مدارج ومعالی معارج تک وصول میں متساہل رہیں جیساکہ خادم ابواب وفصول فقہ واصول پر اشکار ومبین، یہ بحمدﷲ تعالٰی حق تحقیق وتحقیق حق ہے جس سے حق حقیق بقول وتصدیق یک سرمُو متجاوز نہیں ھٰکذا ینبغی التحقیق واللہ سبحانہ ولی التوفیق (اسی طرح تحقیق چاہئے اور خدائے پاک ہی توفیق کا مالک ہے۔ ت) الحمدﷲ! اگراس تمام کتاب میں ان مقدمات سبعہ کی تمہید وتزیین اور اس جواب عین الصواب کی تحریر وتبیین کے سوااور کچھ نہ ہوتا توبفضل عظیم حضرت کریم عم نوالہ، اسی قدر شافی وکافی ومغنی ووافی تھا،

ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَیْنَا وَ عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۳۸﴾ رَبِّ اَوْزِعْنِیْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَ عَلٰى وَالِدَیَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَ اَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ ۚؕ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْكَ وَ اِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۱۵﴾ والحمدﷲ رب العٰلمین۔	وہ اللہ کا فضل ہے ہم پر اور لوگوں پر لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے، اے میرے رب! مجھے یہ عطا کر کہ میں شکرادا کروں اس احسان کا جو تم نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیا، اور یہ کہ میں نیک کام کروں جس سے تو راضی ہو، اور میری اولاد کو میرے فائدے کے لیے نیک بنادے، بیشک میں تیری طرف رجوع لایا اور یقینا میں اسلام والوں سے ہوں اور سب خوبیاں اللہ کے لیے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ (ت)

الحمدﷲ اس جواب جلیل وجمیل کے بعد اصلاً حاجت نہیں کہ اور جوابوں کی طرف توجہ کروں، دلائل نے بفضلہٖ تعالٰی یقین قطعی دے دیا ہے کہ بلاشبہ مراد مشائخ کرام یہی ہے تواب کیا ضرورت ہے کہ تنزلات کیجئے، ارخائے عنان سے مہلتیں دیجئے، مگر مخالف کو شکایت وحسرت نہ رہے، لہٰذا چالشکری کو کچھ اور بھی امتداد سہی، اسی جواب کے متعلق بعض تنبیہات مفیدہ لکھ کر دیگراجوبہ کی طرف عطف عنان کروں وباﷲ التوفیق۔

تنبیہ اول: اقول بعض مسائل میں اہل بدعت اور بعض یا کل اہلسنت متفق ہوتے ہیں اور ان کے

ماخذ حسب اختلاف مذہب مختلف مثلاً حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک لے کر ندا کرنی ہمارے نزدیک بھی ناجائز ہے اور وہابیہ تو قاطبۃً شرک کہتے ہیں ان کا ماخذ ملوم وہی شرک موہوم اور ہمارے منع کی وجہ آیہ کریمہ
لَاتَجْعَلُوْ دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا [1] رسول کا پکارنا اپنے میں ایسا نہ ٹھہرا لو جیسے ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ تو نام لے کر ندا ناجائز ہے بلکہ یا رسول اللہ، یا حبیب اللہ، یا خلیفۃ اللہ وغیرہا اوصاف کریمہ کے ساتھ ندا چاہئے، یوں ہی مسئلہ تلقین بعد دفن کو جمہور معتزلہ تو منع کیا ہی چاہیں کہ ان سنگ ساروں کے نزدیک اموات کی روح وبدن سب اینٹ پتھر ہیں، ولہذا وہ سفہاء عذاب قبر وسوال نکیرین کے منکر ہیں اور حنفیّہ میں جمہور مانعین وہی ہیں قول ۱۳۱ میں امام زاہد صفار کا ارشاد سن چکے کہ منع تلقین مذہب معتزلہ پر ہے۔ قول ۱۳۴ و ۱۳۵ میں جوہرہ نیرہ و درمختار سے گزرا کہ تلقین اہل سنت کے نزدیک مشروع ہے، قول ۱۵۴:

ہر کہ تلقین نمی کند و نمی گوید باں او بر مذہب اعتزال است کہ گویند میّت جماد محض است [2]۔	جو تلقین کا عامل وہ قائل نہیں وہ مذہب معتزلہ پر ہے جو کہتے ہیں کہ میّت جماد محض ہے۔ (ت)

ولہذا امام ابن ہمام نے اپنا عندیہ بیان فرمایا کہ میرے گمان میں منع تلقین انکار سماع پر مبنی ہے یہ ان جمہور مانعین کے لحاظ سے ضرور صحیح ہے مگر بعض علمائے اہل سنت کہ منع میں شریک ہوئے ان کا ماخذ یہ ہر گز نہیں بلکہ بعض کے نزدیک بدعت ہونا، **کما مرعن سلطان العلماء** (جیسا کہ سلطان العلماء سے گزرا۔ت) یا ان کے خیال میں بے فائدہ ٹھہرنا کہ ایمان پر گیا تو کیا حاجت ورنہ کیا منفعت، ولہذا امام نسفی نے مسئلہ یمین میں وہ تصریحات فرمائیں مگر انکار تلقین میں ہر گز اس کا نام نہ لیا بلکہ اسے عدم فائدہ سے استناد کیا، جیسا کہ قول ۱۵۴ اور نکتہ جلیلہ میں گزرا، ولہذا ملک العلماء بحرالعلوم عبدالعلی محمد نے جب انکار تلقین اختیار کیا اس پر اسی انعدام نفع سے استظہار اور ساتھ ہی بربنائے انکار سماع انکار ماننے پر تصریح انکار کیا ارکانِ اربعہ میں فرماتے ہیں:

لان المیّت لافائدۃ من تلقینہ اصلا لانہ ان مات مسلما فھو ثابت علی الشھادۃ بالتوحید والرسالۃ فالتلقین لغو وان مات کافرا فلا یفید التلقین لانہ لاینفعہ الایمان بعد الموت وماقیل ان التلقین لغو لان المیّت	تلقین میّت میں اصلا کوئی فائدہ نہیں اس لیے کہ اگر وہ اسلام پر مرا ہے تو خود توحید ورسالت پر قائم ہے پھر تلقین بیکار ہے۔ اور اگر کفر پر مرا ہے تو تلقین سود مند نہ ہوگی اس لیے کہ موت کے بعد ایمان لانا اسے نفع بخش نہ ہوگا، اور یہ جو کہا گیا کہ تلقین اس لیے لغو ہے کہ میّت

[1] القرآن ۲۴/ ۶۳

[2] کشف الغطاء فصل احکام دفن مطبع احمدی دہلی ص ۵۷

لا یسمع فھذا باطل[1]۔	سنتا نہیں تو یہ باطل ہے۔(ت)

فائدہ: امام علامہ شیخ الاسلام نسفی نے جس طرح کافی میں منع تلقین پر صرف نفی نفع بروجہ مذکور سے استدلال کیا جس سے صاف مترشح کہ وہ اصل سماع کے منکر نہیں، ورنہ سرے سے یہی فرمانا تھا کہ تلقین کسے کی جائے، اینٹوں پتھروں کو، یوں ہی آیات کریمہ کی تفسیر میں نفی انتفاع و نفی قبول ذکر فرمائی، زیر کریمہ ملائکہ فرمایا شبہ الکفار بالموتی حیث لاینفعون بمسموعھم[2] (کفار کو مردوں سے تشبیہ دی اس لحاظ سے کہ وہ سنتے ہیں اس سے نفع یاب نہیں ہوتے۔ت) زیر کریمہ نمل لما کانوا لایعون مایسمعون لابھم ینتفعون شبھوا بالموتی[3] (چونکہ کفار سنتے ہیں اس کو سمجھتے نہیں اور اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے اس لیے انھیں مردوں سے تشبیہ دی گئی۔ت) زیر کریمہ روم وھو لاء فی حکم الموتی فلا تطمع ان یقبلوا منك[4] (اور یہ مردوں کے حکم میں ہیں تو اس کی طمع نہ رکھوں کو وہ تمھاری بات قبول کریں گے۔ت) مگر صاحب تفہیم المسائل تو اختراع و افتراء کے ماہر کامل صاف لکھ دیا:

صم بکم می نویسد المعنی انھم فی حال کفر ھم وتکذیبھم کمن لا یسمع ولا یتکلم فلھذا شبہ الکفار بالموتٰی لان المیّت لایسمع ولایتکلم کذا قال ابن الخازن العراقی الشافعی فی تفسیرہ لباب التاویل فی معنی التنزیل انتھی[5] اھ۔	تفسیر مدارک میں آیت کریمہ "جنھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا بہرے گونگے ہیں" کے تحت لکھتے ہیں: معنی یہ ہے کہ وہ اپنے کفر و تکذیب کی حالت میں ان کی طرح ہیں جو سنتے بولتے نہیں، اسی لیے کفار کو مردوں سے تشبیہ دی گئی اس لیے کہ مردہ سنتا بولتا نہیں، ایسے ہی ابن خازن عراقی شافعی نے اپنی تفسیر لباب التاویل فی معنی التنزیل میں فرمایا۔ انتہی یعنی عبارت مدارک ختم۔اھ (ت)

مدارک شریف میں اس عبارت کا نشان نہیں، لطف یہ کہ اس میں تفسیر لباب تاویل کا حوالہ نقل کرکے انتہی کردی یعنی یہاں تک کہ عبارت مدارک تھی، حالانکہ صاحب مدارک کی وفات ۷۰۱ھ یا ۷۱۰ھ میں علی اختلاف القولین ہے اور لباب التاویل کی تالیف ۷۲۵ھ میں ختم ہوئی۔ نہ امام اجل نسفی ایسے حوالے کے عادی، اور وہ بھی اپنے کسی

[1] رسائل الارکان فصل فی حکم الجنازۃ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۱۵۰
[2] تفسیر النسفی (مدارک التنزیل) ومااَنت بمسمع من فی القبور دار الکتاب العربی بیروت ۳/۳۳۹
[3] تفسیر النسفی سورہ نمل زیر آیت انک لاتسمع الموتی دار الکتاب العربی بیروت ۳/۲۲۲
[4] تفسیر النسفی روم زیر آیت فانک لاتسمع الموتی دار الکتاب العربی بیروت ۳/۲۷۶
[5] تفہیم المسائل عدم سماع موتی از کتب حنفیہ مطبع محمدی لاہور ص ۸۸

ایسے معاصرہ بلکہ مدارک العصر سے، مگر نابینائی جو چاہے کرائے۔

تنبیہ دوم: اقول: بحمد اللہ تعالٰی واضح ہوچکا کہ ہمیں بقائے حیات بدن وسماع جسمانی سے کچھ کلام نہ وہ عام لوگ میں ہمارا دعوٰی، نہ ہمارا کوئی مسئلہ اس پر موقوف، تو اگر بالفرض بدن کے لیے موت مطلق دائم رہتی ہمارا کچھ حرج نہ تھا، ورود نصوص کے سبب ہم نے تنعیم وتعذیب قبر روح وبدن دونوں کے لیے مانی، اور شبہات عقل ونقل بدن کے واسطے بھی ایک نوع حیات اس تلذم وتنعّم وتالم کے لے لازم جانی، ہاں یہ ضرور ہمارا مدعا ہے اور بحمد اللہ تعالٰی دلائل قاہرہ اس پر قائم ہوچکے کہ روح باقی مستقر بحال ونامتغیر وسمیع ومبصر، اور بدن کے ساتھ اس کا ایک تعلق ہمیشہ مستمر، توجو کچھ بعد فراق بھی بدن کے ساتھ کیا جائے ضرور دیکھے گی، مطلع ہوگی، اگر وہ فعل تعظیم ہے پسند کرے گی یا اہانت ہے ناخوش ہوگی، اذیت پائے گی، فصول سابقہ اس بیان کی متکفل ہوچکیں تو خارج سے بھی جو ضرب یا صدمہ بدن میّت پر واقع ہو اگر بطور استہانت وتحقیر ہے قطعاً روح کا ایذا روحانی ہوگی، رہا یہ کہ اس سے اس اذیت ودرد جسمانی بھی لاحق ہوگا یا نہیں، یعنی جس طرح عالم حیات میں بدن پر جو صدمہ آتا ہے بدن اسے روح تک پہنچانے کا آلہ وواسطہ بنتا کہ اس کے تفرق اتصال سے روح کو درد پہنچتا، آیا بعد فراق بھی مثل عذابِ الٰہی والعیاذ باللہ تعالٰی تعذیب بشری سے بھی الم ہوتا ہے یا اس میں درد منتفی، اور صرف وہی توہین کے باعث ناخوشی باقی ظاہر کلام مشائخ کرام جانب دوم ہے،[1] ولہذا کافی میں فرمایا:

المیّت لا یتألم بضرب بنی آدم وانما ذلك مما یتفرد به الله تعالٰی[1]۔	میّت کو بنی آدم کے مارنے سے دکھ نہیں ہوتا، یہ ایسا امر ہے جو خدائے تعالٰی کے ساتھ خاص ہے۔ (ت)

اور[2] یہی مقتضائے اثر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے:

اخرج ابن سعد عن خلف معد ان قال لما انهزمت الروم یوم اجنادین انتهوا الی موضع لا یعبره الا انسان وجعلت الروم تقاتل علیه وقد تقدموه وعبروه فتقدم هشام بن العاص رضی الله تعالٰی عنه فقاتل علیهم حتی قتل، ووقع علی تلك الثلمة فسدها، فلما انتهی المسلمون الیها هابوا ان یوطؤها الخیل	ابن سعد نے خلف بن معدان سے روایت کی وہ فرماتے ہیں جب روز اجنادین رومی شکست خوردہ ہونے لگے ایک ایسی تنگ جگہ پہنچ گئے جسے بس ایک ایک آدمی پار کرسکتا تھا، اسی جگہ رومی جنگ کرنے لگے، ہشام بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ آگے بڑھے، لڑتے رہے یہاں تک کہ شہید ہوکر اسی تنگ جگہ آرہے۔ ان کے جسم سے وہ حصہ بھر گیا، جب مسلمان وہاں پہنچے توان کے اوپر گھوڑے

[1] کافی شرح وافی

فقال عمرو بن العاص رضی الله عنه ایها الناس ان الله قد استشهده ورفع روحه وانما هو جثّة فاوطؤه الخیل ثم اوطأه هو وتبعه الناس حیت قطعوه۔[1]	چلانے سے خوف کیا، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا: اے لوگو! اللہ تعالٰی نے انھیں شہادت دی اور اس کی روح کو اٹھالیا اب یہ صرف جُثہ ہے، تو اس پر سے گھوڑے گزادو، پھر انھوں نے پہل کی اور لوگوں نے آپ کی اتباع کی، یہاں تک کہ وہ جسم پارہ پارہ ہوگیا، (ت)

امام جلیل جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

هذه الأثار لا تدل علی ان الارواح لا تتصل بالا بدان بعد الموت انما تدل علی ان الاجسام لاتتضر ربما ینالها من عذاب الناس لها ومن اکل التراب لها فان عذاب القبر لیس من جنس عذاب الدنیا وانما هو نوع اخر یصلی الی المیّت بمشیة الله تعالٰی وقدرته[2]۔	ان کا آثار میں اس پر دلیل نہیں کہ موت کے بعد بدن سے روح کا تعلق نہیں ہوتا، ان کی دلالت صرف اس پر ہے کہ جسم کو تکلیف سے ضرر نہیں ہوتا جو انسانوں کو جانب سے اسے پہنچائی جاتی ہے، اسی طرح مٹی کے کھالینے سے اسے تکلیف نہیں ہوتی، اس لیے کہ عذاب قبر عذاب دینا کی جنس سے نہیں، وہ ایک دوسری قسم کی چیز ہے جو اللہ تعالٰی کی مشیت وقدرت سے میّت کو پہنچتی ہے۔ (ت)

اور ظواہر حدیث ودیگر آثار واخبار واقوال اخیار جانب اول ہیں، حدیث [1] ۲۶ میں روایت دار قطنی سے زیادت لفظ فی الالم گزری یعنی مردہ وزندہ کی ہڈی توڑنی درد میں برابر ہے، [2]علامہ طیّبی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

جم غفیر ذهبوا الی ان المراد ان کسر عظم المیّت ککسر عظمه حیافی التألم والتاذی[3]۔	جماعت عظیم علماء اس طرف گئی کہ مراد حدیث یہ ہے کہ مردے کی ہڈی توڑنی درد وایذا میں ایسے ہی ہے جیسے زندہ کی۔

[3]امام ابو عمر ابن عبدالبر [4]شیخ محقق کا اس باب میں ارشاد قول ۴۰ و ۴۱ میں گزرا اور تینوں [5]سید علامہ ابراہیم حلبی و [6]احمد مصری و [7]محمد شامی محشیان دُر کے اقوال اسی کے بعد مذکور ہوئے، [8]حدیث ۲۴ میں بروایت صحیح مسلم شریف انہی عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے گزرا: **اذا دفنتمونی فشنوا علی التراب شنا**[4]۔ جب مجھے دفن کرو تو مٹی مجھ پر

---

[1] الطبقات الکبرٰی لابنِ سعد ترجمہ ہشام بن العاص رضی اللہ عنہ دار صادر بیروت ۱۹۴/۴

[2] شرح الصدور باب احوال الموتٰی فی قبورہم خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۸۳

[3] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ بحوالہ طیّبی فصل ثالث من باب دفن المیّت مکتبہ امدادیہ ملتان ۷۹/۴

[4] صحیح مسلم باب کون الاسلام یہدم ما قبلہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۷۶/۱

آہستہ آہستہ نرم نرم ڈالنا۔ یہی ۹وصیت حدیث ۳۲ میں علاء بن لجلاج تابعی سے گزری اور ۱۰وہیں اس پر شیخ محقق کا قول کہ:

ایں قول اشارت است بآنکہ میّت احساس می کند ودردناک می شود بآنچہ دردناک م شود بآں زندہ[1]۔	اس قول میں اس جانب اشارہ ہے کہ میّت کو احساس ہوتا ہے اور اسے بھی اس چیز سے درد پہنچتا ہے جس سے زندہ کو درد پہنچتا ہے (ت)

۱۱حدیث ۱۶ میں امام سفیان کا ارشاد گزرا کہ:

انہ لینا شد باللہ غاسلہ الا خففت غسلی[2]۔	مردہ اپنے نہلانے والے کو خدا کی قسم دیتا ہے کہ مجھ پر آسانی کرنا۔

۱۲ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے ایک عورت کی میّت کو دیکھا کہ اس کے سر میں زور زور سے کنگھی کی جاتی ہے۔ فرمایا:

علام تنصون میّتکم[3]۔ الامام محمد فی الاثار اخبرنا ابو حنیفۃ ح وعبدالرزاق فی مصنفہ واللفظ لہ قال اخبرنا سفیٰن عن الثوری کلاھما عن حماد بن ابی سلیمان عن ابراہیم النخعی عن عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنھا انھا رأت امرأۃ یکدون رأسھا بمشط فقالت علام تنصو میّتکم[4] ورواہ کمحمد ابو عبید القاسم بن سلام وابراھیم الحربی فی کتابیھما فی غریب الحدیث عن ابراہیم عن عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنھا انھا سئلت عن المیّت یسرح رأسہ فقالت علام	کس جُرم میں اپنے مردے کی پیشانی کے بال کھینچتے ہو۔ (اسے امام محمد نے کتاب الآثار میں روایت کیا، فرمایا ہمیں ابو حنیفہ نے خبر دی__ اور عبدالرزاق نے مصنف میں روایت کیا__ الفاظ اسی کے ہیں: کہا ہمیں خبر دی سفیان نے وہ ثوری سے راوی ہیں۔ امام ابو حنیفہ اور سفیان ثوری دونوں حماد بن ابی سلیمان سے وہ ابراہیم نخعی سے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی ہیں انھوں نے دیکھا کہ ایک عورت کے بالوں میں کنگھا کر رہے ہیں، فرمایا: "کیوں اپنی میّت کی پیشانی کے بال کھینچتے ہو؟" اور اسے امام محمد کی طرح ابو عبید قاسم بن سلام اور ابراہیم حربی نے اپنی کتاب غریب الحدیث

---

[1] اشعۃ اللمعات باب دفن المیّت مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۶۹۷

[2] شرح الصدور عن سفیان باب معرفۃ المیّت من یغسلہ خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۴۰

[3] کتاب الآثار امام محمد باب الجنائز وغسل المیّت ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ص ۴۶

[4] مصنف عبدالرزاق باب شعر المیّت واظفارہ حدیث ۶۲۳۱ المکتبۃ الاسلامی بیروت ۳/ ۴۳۷

تنصون میّتکم[1] ۔	میں ابراہیم نخعی سے، انھوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راویت کیا، ان سے میّت کے سر میں کنگھا کرنے سے متعلق سوال ہوا، فرمایا: کیوں اپنی میّت کا موئے پیشانی کھینچتے ہو۔ (ت)

بالجملہ رجحان اسی جانب ہے اور بہر حال اگر الم مانیے تو مسئلہ یمین فی الضرب پر کچھ نقض نہیں کہ الم پہنچے گا حیات معادہ سے، اور حلف تھا حیات موجودہ عندالحلف پر، **کما قدمنا تحقیقہ عن الفتح** (جیسا فتح القدیر سے اس کی تحقیق ہم پیش کر چکے۔ ت) اور نہ مانیے تو سماع میں کچھ نقض نہیں کہ ہمارا کلام روح سے ہے آلیتِ بدن ہو نا نہ ہو نا یکساں۔ وللہذا امام اجل سیوطی نے باآں کہ اثبات سماع موتٰی میں ہو تحقیقاتِ باہرہ و قاہرہ رکھتے ہیں اس تقریر پر تقریر فرمائی:

ھکذا ینبغی ان یفھم ھذا المقام واللہ سبحانہ ولی الانعام وافضل الصلٰوۃ واکمل السلام علی سیدنا محمد اکرم الکرام واٰلہ وصحبہ الی یوم القیام۔	اسی طرح اس مقام کو سمجھنا چاہئے اور خدائے پاک ہی انعام کا مالک ہے، اور بہتر درود، کامل تر سلام ہمارے آقا حضرت محمد پر جو کریموں میں سب سے زیادہ کریم ہیں، اور ان کی آل واصحاب پر، روز قیامت تک۔ (ت)

جواب دوم: مانا کہ روح ہی میں کلام ہے مگر کہاں سے کہ سمع منفی بمعنی ادراک بتوسط آلاتِ جسمانیہ نہیں یوں بھی مطلب حاصل، اور تنافی زائل کہ منفی یہ ہے اور مثبت بمعنی انکشاف تام اصوات. بروجہ جزئی، اس جواب کے قریب قریب کلام تنزل سے حضرت شیخ محقق رحمہ اللہ تعالٰی عنہ نے مرور فرمایا: شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

دریں جا سخن دیگر است فرضًا اگر از ثبوت سماع تنزل کنیم باعتبار آنکہ سماع بحاسہ سمع می باشد و سمع بخرابی بدن خراب شد بگویم از نفی سماع نفی علم لازم نمی آید وعلم بہ روح بود کہ باقی است پس علم بہ مبصرات ومسموعات حاصل باشد نہ بروجہ ابصار وسمع چنانچہ بعض متکلمان وسمع بصر الٰہی تعالٰی رابعلم مسموعات او مبصرات تاویل کردہ اند[2] الخ	یہاں ایک اور گفتگو ہے کہ بالفرض اگر ہم ثبوت سماع سے تنزل کریں، اس لحاظ سے کہ سننا کان سے ہوتا ہے اور کان فساد بدن کی وجہ سے فاسد ہو چکا تو ہم کہیں گے نفی سماع سے نفی علم لازم نہیں آتی، اور علم روح سے ہوتا ہے جو باقی ہے تو دیکھتی سنی جانیوالی چیزوں کا علم حاصل ہوگا اگرچہ دیکھنے اور سننے کے طور پر نہ ہوگا، جیسا کہ بعض متکلمین نے خدائے تعالٰی کے سمع وبصر کی تاویل مسموعات اور مرئیات کے علم سے کی ہے الخ (ت)

---

[1] غریب الحدیث قاسم بن سلام وابراہیم الحربی

[2] اشعۃ اللمعات باب حکم الاسراء مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۴۰۰ و ۴۰۱

اقول: **وباللہ التوفیق** محصل ارشاد مبارک شیخ شیوخ علماء الہند قدس سرہ یہ ہے کہ سمع حقیقۃً بمعنٰی مطلق ادراک مخصوص اصوات ہے عام ازیں کہ آلات جسمانیہ کا توسط ہو یا نہیں، ولہذا اللہ عزوجل کو سمیع مانتے ہیں کہ عقیدہ ایمانیہ ہے محققین کے نزدیک کوئی تاویل وتجوز نہیں اس لیے ہم قائل سماع حقیقی ارواح مفارقہ ہیں اگرچہ موت تعلیل آلات کردے اور اگر سمع کیلئے یہ معنٰی بھی مانیے بلکہ توسط آلات ہی سے مخصوص جانئے تو ہم علٰی سبیل التنزیل کہیں گے کہ سمع نہ سہی ادراک تام بروجہ جزئی تو ہے اس قدر سے ہمارا مدعا حاصل، اگرچہ بنام سمع تعبیر نہ کریں جیسے بعض متکلمین نے سمع وبصر الٰہی جل وعلا کو یونہی تاویل کیا، اور مقدمہ رابعہ میں تقریر فقیر غفرلہ المولی القدیر یاد کیجئے تو اس کا مسلک یہ ہے کہ بحمد للہ تعالٰی نہ ہمیں دعوی سمع سے تنزیل کی حاجت نہ روح مفارق، یا معاذ اللہ حضرت عزت میں ارتکاب تاویل کی ضرورت سمع کے دونوں معنی مقرر ومسلم ہیں اور ایک دوسرے کا نافی نہیں، معنی آلیت نہ کبھی مراد تھی کہ اب تنزل کریں نہ کریں نہ اس معنی میں اطلاق سمع محصور ہوسکے کہ ناچار تاویل وتحمل کریں، خیر یہ طرز بحث کا تنوع تھا اصل سخن کی طرف چلئے،

فاقول: جبکہ سمع کے جسمانی وروحانی دونوں معنی اور جسمانی کی نفی میں نہ ہمیں ضرر نہ مخالف کو نفع تو احتمال قاطع استدلال نہ کہ جب جسمانی ہی کا ارادہ راجح و واضح ہو پر ظاہر کہ ادراک اصوات کا یہی طریقہ معلومہ معہودہ ہے، تو باہمی محاورات عرفیہ میں ذہن اسی طرف تباہ کرے گا، آخر نہ دیکھا جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بعد ذکر فضائل جمعہ ارشاد فرمایا:

اکثر واعلی من الصلوۃ فیہ فان صلوٰتکم معروضۃ علی۔	اس دن مجھ پر درود بہت بھیجو کہ تمھارا درود مجھ پر عرض کیا جائے گا۔ (ت)

صحابہ نے گزارش کی:

یا رسول اللہ وکیف تعرض صلاتنا علیك وقد ارمت۔	یا رسول اللہ! یہ کیونکر ہوگا حالانکہ بعد وصال جسم باقی نہیں رہتے۔ (ت)

فرمایا:

ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء۔[1] رواہ الامام احمد والدارمی وابوداؤد والنسائی ابن ماجۃ وابن خزیمۃ وابن حبان والداقطنی والحاکم والبیہقی فی الدعوات الکبیر وابو نعیم وصححہ	بے شک اللہ تعالٰی نے زمین پر انبیاء کا جسم کھانا حرام کیا ہے۔ (ت) اسے امام احمد، دارمی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابن حبان، دارقطنی، حاکم، دعوات کبیر میں بیہقی اور ابو نعیم نے روایت کیا۔ اور ابن خزیمہ،

[1] مسند احمد بن حنبل مروی از اوس بن ابی اوس دار الفکر بیروت ۸/۴، سنن ابن ماجہ باب ذکر وفاتہ ودفنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۹، سنن ابوداؤد باب تفریع ابواب الجمعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۵۰

الاربعة السابقون علی الاخیرین وابن دحیة وغیرھم وحسنه وعبدالغنی والمنذری۔	ابن حبان، دارقطنی، حاکم اور ابن دحیہ وغیر ہم نے اسے صحیح کہا اور عبدالغنی اور منذری نے حسن کہا۔ (ت)

اسی طرح دوسری حدیث میں ہے: حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اکثروا الصلٰوۃ علی یوم الجمعة فانه مشھود تشھدہ الملئکة وان احدا لم یصلی علی الاعرضت علی صلوته حتی یفرغ منھا۔	جمعہ کے دن مجھ پر درود زیادہ بھیجا کرو کہ وہ دن حضور ملائک کا ہے رحمت کے فرشتے اس دن حاضر ہوتے ہیں اور جو مجھ تک درود بھیجتا رہے اس کی درود مجھ پر پیش کی جاتی ہے۔

ابودرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: **قلت وبعد الموت** میں نے عرض کی اور بعد انتقال اقدس! فرمایا: **ان اللہ تعالٰی حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء** بے شک اللہ تعالٰی نے زمین پر انبیاء کا جسم کھانا حرام کیا ہے۔ تتمہ حدیث ہے۔ **فنبی اللہ حی یرزق** [1]، اللہ کے نبی زندہ ہیں روزی دئے جاتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عــہ

رواہ احمد وابوداؤد وابن ماجة عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنه۔	اسے امام احمد، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

پر ظاہر کہ پیش ہونے کے معنی نہ تھے مگر اطلاع دی جاتی، اس سے صحابہ کرام کے ذہن ادراک واطلاع بذریعہ آلات جسمانی ہی کی طرف گئے لہٰذا وہ سوال عرض کئے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حیات بدن ہی سے جواب دیے صاحب تفہیم المسائل کی جہالت کہ یہ حدیثیں ذکر کرکے لکھا:

عــہ: ھکذا لان ھذہ القطعة محتملة الادراج فاثبتھا علی وجه یحتمل الوجھین وھذا من دقائق حسن التعبیر فلیتنبه وللہ الحمد ۱۲۔	میں نے اسے اس طرح ذکر کیا اس لیے کہ اس حصہ حدیث میں یہ احتمال ہے کہ راوی نے اپنے طور پر کہا ہو اور یہ بھی کہ حضور کا کلام نقل کیا ہو تو میں نے اس طور پر اسے لکھا کہ دونوں صورتیں بن سکیں یہ حسن تعبیر کی باریکی ہے جس پر متنبہ چاہئے، اور حمد خدا ہی کے لیے ہے۔ (ت)

[1] سنن ابن ماجہ باب ذکر وفاتہ ودفنہٖ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۹

دریں ہر دو حدیث دلیل ست بارآنکہ موتی راسماع نیست و برآنکہ ایں امر مستقر بود نزد صحابہ زیراکہ ایشاں بر عرض و سماع در وبعد موت استعجاب کردہ استفسار نمودند آنحضرت عــہ جواب دادند کہ چوں انبیاء راحیات دنیاوی حاصل وجسد ایشاں نیز باقی ست لہٰذا محل استبعاد سماع وعرض نیست۔[1]	ان دونوں حدیثوں میں اس پر دلیل ہے کہ مردوں کو سماع حاصل نہیں اور اس پر کہ یہ امر صحابہ کے نزدیک قرار یافتہ تھا اس لیے کہ ان حضرات نے بعد موت درود پیش ہونے اور سننے پر تعجب کرکے سوال کیا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جواب دیا کہ جب انبیاء کو حیات دنیاوی حاصل ہے اور ان کا جسم بھی باقی ہے تو سننے اور پیش ہونے کو بعید سمجھنے کا موقع نہیں۔ (ت)

اقول: اولاً اگر یہ مراد کہ ان سے عام لوگوں کے لیے بعد موت ادراک جسمانی نہ رہنا مستفاد، تو ہمیں مسلم اور تمھیں کیا مفاد اور ادراک روح کا انکار ماننا اور اسی کو اذہان صحابہ میں مستقر جاننا معاذاللہ انھیں بدمذہب ٹھہرانا اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اس پر سکوت تقریر وتسلیم بتانا ہے۔ ذی ہوش نے اتنا نہ دیکھا کہ صحابہ کرام نے فنائے جسد وبقائے ادراک میں تنافی ظاہر کی اور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نفی تنافی سے جواب نہ دیا بلکہ نفی منافی سے کہ انبیاء کے اجسام بھی زندہ ہیں اب یہاں ادراک روح میں کلام ہو تو دو ہی صورتیں ہیں یا تو صحابہ موت جسد سے روح کو بھی مردہ مانتے یا ادراک روح کے لیے بقائے بدن شرط جانتے، فصول سابقہ نیز مباحثِ قریبہ میں بار بار تکرار واضح ہوچکا کہ یہ دونوں قول اہل بدعت وضالین معتزلہ وغیرہم مخذولین کے ہیں۔ قول ۱۵ میں مقاصد وشرح مقاصد سے گزرا کہ بدن کو شرط ادراک جاننا اہلسنت کے خلاف معتزلہ کا اعتساف ہے۔ اسی طرح عامہ کتب عقائد وتفسیر کبیر وغیرہا میں تصریح منیر افسوس کہ اپنی بدمذہبی بنانے کے لیے معاذاللہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو عقائد فاسدہ کا معتقد ومظہر اور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ان پر ساکت ومقر بتاؤ اور دل میں خوفِ خدا نہ لاؤ۔

ثانیاً کیا خواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نسبت صرف سکوت بتانا کہہ رہا ہوں وہ صراحۃً کلام اقدس کے معنی بتا چکا کہ ازآنجا کہ انبیاء کے اجسام باقی ہیں، لہٰذا سننے میں استبعاد نہیں کیا ظلم ہے کہ صاف صاف رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ادراک روح کے لیے بقائے جسم کا شرط ماننے والا بتاؤ، خدا بدمذہبی کی بلا سے بچائے۔

ثالثاً طرفہ یہ کہ یہاں پیشی درود بذریعہ ملائکہ مقصود حدیث دوم میں شہود ملائک کی تصریح موجود اور خود اس کے

عــہ: اقول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ

[1] تفہیم المسائل عدم سماع موتٰی از کتب حنفیہ مطبع محمدی لاہور ص ۸۴ و ۸۵

ترجمے میں لکھا:

گفت ابودرداء گفتم بطریق استفہام واستبعاد کہ پس از موت نیز عرض می کنند[1]۔	ابودرداء فرماتے ہیں: میں نے بطریق استفہام واستبعاد عرض کی کہ کیا بعد انتقال اقدس بھی وہ درود پیش کریں گے۔ (ت)

ذرااس "می کنند" کا مرجع تو بولئے مگر اذہان صحابہ میں فنا وخرابی بدن کے بعد روح کی بے ادراکی تمھاری مقررہ بے ادراکی سے بھی فنزوں تر تھی کہ ملائکہ کی بات سننے سمجھنے پر بھی تعجب واستبعاد فرماتے مگر امثال آیہ کریمہ النار یعرضون علیھا سے کہ مکیہ ہے اور اظہار فضل جمعہ وتنزیل فرض درود سے بہت پہلے نازل ہوئی ان کے کان بے خبر تھے، ہاں بدن کی یہ حالت ضرور ہے کہ اس کو وہ موت عارض ہوتی ہے جو مطلقاً منافی شعور ہے تن مردہ جب تک مردہ ہے نہ ملک کی بات سن سکتا ہے نہ بشر کی، اور وقت سوال وغیرہ عود سماع بعود حیات ہے۔ اس کا یہ بھی استمرار ضرور نہیں، تو بر قیاس عامہ ناس کہ اس وقت تک خاصہ اجسام طیبہ حضرات انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام کا علم نہ تھا بحال فنائے بدن بقائے ادراک جسمانی میں اشکال ہوا جس پر وہ سوال اور اس کا وہ جواب کاشف حقیقۃ الحال ہوا الحمد ﷲ تعالٰی اتنی حقیقت تھی آپ کے اس نئے ناز کی جس پر بڑی دھوم سے دکان فخر بازی کی کہ:

چوں از جواب مغالطات معترض فراعت دست داد، لہٰذا تحقیق این مسئلہ بطور دیگر ضرور افتاد[2]۔	چونکہ معترض کے مغالطات سے فراعت دستیاب ہوئی اس لیے اس مسئلہ کی تحقیق دوسرے طور پر ضروری ہوئی (ت)

ماشاء اللہ اس شرط وجزا کے ربط کو دیکھیے، یہی بتارہا ہے کہ سخت گھبرائے ہوئے اور اعتراضات علامہ معترض قدس سرہ کا لاحل سمجھ رہے ہو، اگر واقعی اعتراض اٹھ جاتے تو اگلی ہی تحقیق کی جان بچ جاتی، آپ کے اس فراعت دست کے بعد پچھلی ضرورت پر ضرور افتاد کی افتاد کیوں آتی ع

نطق کا حوصلہ معلوم ہے بس جانے دو

فائدہ جلیلہ: جب محاورات باہمی میں مطلق سمع سے یہ تبادر تو حدیث قلیب کا ذکر ہی کیا ہے کہ اس کا تو سماع جسمانی میں نص صریح ہونا اوپر مبین ہوچکا اور ام المومنین محبوبہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وعلیہا اجمعین حاضر واقعہ نہ تھیں نیز اوپر ظاہر کیا کہ آیات کریمہ متعلق باجسام ہیں خصوصا وماانت بمسمع من فی القبور اگرچہ نفی سماع نہیں فرماتے مگر نفی سماع ظاہر ہے اور اس واقعہ سے صراحۃً سماع اجسام مفہوم، لہٰذا ام المومنین نے اسے منافی آیات خیال فرما کر وہم وسہو کا حکم دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یعلمون فرمایا یعنی ان کی روحیں جانتی ہیں، راوی کو یسمعون یاد رہا کہ ان کے جسم سنتے ہیں پر ظاہر کہ علم صفت خاصہ روح ہے جس میں وہ بدن کی محتاج

---

[1] تفہیم المسائل سماع موتٰی از کتب حنفیّہ مطبع محمدی لاہوری ص ۸۴

[2] تفہیم المسائل سماع موتٰی از کتب حنفیّہ مطبع محمدی لاہوری ص ۸۴

نہیں بخلاف سمع متعارف بذریعہ آلات بدنیہ کہ بے حیات بدن ناممکن اور یہ وقت ان کافروں کی حیات جسمانی کا نہ تھا تو اس وقت اثبات سماع اجسام منافی آیات ہے، ہاں علم حاصل ہے کہ وہ روح سے ہے اور روح باقی ہے یہ حاصل ارشاد ام المومنین صلی اللہ تعالٰی علٰی بعلہا الکریم وعلیہا وسلم ہے۔ اور اسی بناء پر مشائخ کرام نے کہ قطعًا دربارہ ابدان کلام فرمارہے تھے اس سے استناد کیا کما قدمنا (جیسا کہ ہم پیچھے بیان کرچکے ہیں۔ ت) اور یہ اصلا ان منکرین ومخالفین کو مفید نہیں کہ سمع جسمانی نہ ہمارے دعوے میں مقصود ومنظور نہ انکار منکرین اس پر مقصور، رہا ادراک روح کا انکار حاشا نہ وہ کلام ام المومنین سے مستفاد نہ ہرگز کسی دلیل سے ظاہر کہ یہ ان کی مراد تو منکرین کا اس سے استناد محض رجمًا بالغیب وخرط القتاد، بلکہ اس کے ضلالت وطلان اور ان کے بطالت وخذلان پر خود ارشادات صحیحہ صریحہ ام المومنین احسن الاشہاد الاول تو اسی حدیث میں جب علم مان رہی ہیں تو ادراک روح کی خود قائل ہوئیں۔ پھر انکار سمع روح کے کیا معنی، اور حدیث علام تنصون میّتکم ابھی گزری کہ میّت کے سر میں زور سے کنگھی کرتے دیکھا تو فرمایا: کاہے پر اس کے بال کھینچتے ہو، اس سے قطع نظر کیجئے تو حدیث جلیل صحیح بستم کہ ابتدائے نوع دوم مقصد دوم میں مذکور ہوئی، جس میں ام المومنین قسم کھا کر فرماتی ہیں: "واللہ! جب سے امیر المومنین عمر دفن ہوئے میں ان کی شرم سے بے تمام کپڑے پہنے مزرات طیبہ پر حاضر نہ ہوئی۔[1]" قطعًا لاجواب ہے۔ جب ام المومنین بعد دفن ابصار مانتی ہیں تو روح کو قطعاً مدرک اور اس کے ادراکات کو شامل، امور دنیویہ بھی جانتی ہیں۔ پھر انکار سماع ظاہر الامتناع، بلکہ محل قریب میں حال سماع حال ابصار سے بداہۃً اخف ہے کہ اس کے شرائط سے ازید ہیں، شاہد ہیں، معہود ومشہور تو یہ ہے کہ باوصف حائل وحجاب ابصار زائل اور سماع حاصل، جب ام المومنین ایسے کثیف وکثیر پردوں سے دیکھنا مانتی ہیں تو سننا کیونکر نہ مانیں گی! معہذا کوئی قائل بالفصل نہیں، جو ابصار مانتا ہے سماع بھی مانے گا، اور جو سماع نہیں جانتا ابصار بھی نہ جانے گا، تیسری حدیث جلیل ام المومنین منقول بہ نقل ائمہ اجلہ ثقات وعدول رجال بخاری ومسلم مروی جامع ترمذی شریف یہ ہے:

حدثنا الحسین بن حریث (ثقة من رجال الشیخین) ناعیسٰی بن یونس (ثقة مأمون رجال الستة کسائر السند) عن ابن جریج	ہم سے حدیث بیان کی حسین بن حریث نے (یہ ثقہ رجال بخاری ومسلم سے ہیں) انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی عیسٰی بن یونس نے (ثقہ مامون، اور باقی رجال سند کی طرح صحاح ستہ کے رجال سے ہیں)

[1] مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ احمد باب زیارۃ القبور مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۵۴

عبداللہ بن ابی ملیکۃ قال توفی عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنھما بالحُبشی قال فحمل الی مکۃ فدفن فیھا فلما قدمت عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا اتت قبر عبدالرحمٰن بن ابی بکر فقالت۔ وکنا کندمانی جذیمۃ حقبۃ من الدھر حتی قیل لن یتصدعا فلما تفرقنا کانی ومالکا لطول اجتماع لم نبت لیلۃ معا ثم قالت واللہ لوحضرتک مادفنت الا حیث مت ولو شھدتک مازرتک[1]۔	وہ راوی ہیں ابن جریج سے، وہ عبداللہ بن ابی ملیکہ سے، انھوں نے فرمایا۔ ت) یعنی حضرت سیدنا عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ برادر حقیقی ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے مکہ معظّمہ کے قریب موضع حبشی میں انتقال فرمایا، ان کی نعش مبارک مکہ معظّمہ لائے، جنت المعلّی میں دفن ہوئے، جب ام المومنین مکہ معظّمہ آئیں تو ان کے مزار مبارک پر گئیں، دو شعر (کہ تمیم بن نویرہ نے اپنے بھائی مالک بن نویرہ کے مرثیہ میں کہے تھے) پڑھے کہ ایک مدت دراز تک جذیمہ (بادشاہِ عرب وعراق وجزیرہ مقتول ملک جزیرہ زبا) کے دونوں مصاحبوں کی طرح (کہ چالیس سال تک صحبت بادشاہ میں یکجا رہے تھے) ساتھ رہے، یہاں تک کہ لوگوں نے کہا کہ یہ ہر گز جُدا نہ ہوں گے اب کہ جدا ہوئے، گویا اس قدر طول یکجائی پر کسی شب ایک جگہ نہ رہے تھے ___ پھر اپنے برادر مکرم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مخاطب ہو کر یہ باتیں کیں خدا کی قسم! اور اگر میں آپ کے انتقال کے وقت موجود ہوتی تو آپ وہیں دفن ہوتے جہاں آپ کا انتقال ہوا تھا، اور اگر میں اس وقت اپ کے پاس ہوتی تو اب آپ کی زیارت کو نہ آتی۔

وہیں دفن ہونا اسی لیے کہ یہی سنت ہے، نعش کو دور لے جانا نہ چاہیئے، اور زیارت کو نہ آنا یوں کہ زیارت قبور میں عورات کا حصہ کم ہے۔ ام المومنین اگر معاذاللہ ادراک سماع ارواح کی منکر ہوتیں تو اس کلام وخطاب کے کیا معنی تھے، کیا کوئی عاقل اینٹوں پتھروں سے باتیں کرتا ہے؟ اور کیونکر منکر ہوتیں حالانکہ دیکھتی سنتی جانتی تھی کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اموات سے سلام وکلام وخطاب فرمایا کرتے تھے، خود روایت فرماتی ہیں کہ میری ہر شب نوبت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم آخر شب مقبرہ بقیع تشریف لے جاتے اور فرماتے:

السلام علیکم دار قوم مومنین واتاکم ماتوعدون غدا مؤجلون وانا ان شاء اللہ بکم	سلام تم پر اے ان گھروں والے مسلمانو! اب تم کو ملا چاہتا ہے جس کا تم سے وعدہ ہے تمھاری معیاد کل کے دن ہے۔ اور خدا چاہے تو ہم تم سے ملنے والے ہیں

[1] جامع الترمذی باب ماجاء فی الزیارت للقبور للنساء امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۱۲۵

لاحقون [1]۔ راوہ مسلم ولفظ النسائی مکان قولہ اتاکم الی موجلون وانا ایاکم متواعدون غدا وموا کلون ولابن ماجۃ من وجہ آجر واشار الیہ النسائی ایضا بعد السلام انتم لنافرط وانا بکم لاحقون [2]۔	اسے مسلم، نے روایت کیا۔ اور نسائی میں اتاکم سے مؤجلون تک کی جگہ یہ الفاظ ہیں ہم اور تم آپس میں کل کے وعدے پر ہیں اور اسی پر بھروسہ کیے ہوئے ہیں، اور ابن ماجہ کے الفاظ دوسرے ہیں، نسائی نے بھی لفظ "سلام" کے بعد اسی طرف اشارہ کیا ہے تم ہم سے پہلے پہنچ گئے اور خدا چاہے تو ہم تم سے ملنے والے ہیں۔ (ت)

کیونکر منکر ہوتیں، حالانکہ خود دریافت کرچکی تھیں کہ یارسول اللہ ! کہ جب میں مدفونانِ بقیع کی زیارتوں کو جاؤں توان سے کیا کہوں، حکم ہوا تھا سلام کرکے یوں کہوں کہ ان شاء اللہ ہم تم سے ملنے والے ہیں۔

مسلم ونسائی وغیرھما عنھا فی حدیث طویل قالت قلت کیف اقول لھم یا رسول اللہ قال قولی السلام علیکم اھل الدیار من المومنین المسلمین ویرحم اللہ المستقدمین منا والمستاخرین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون [3]۔	مسلم ونسائی وغیرہما نے حضرت صدیقہ سے ایک حدیث طویل میں روایت کیا، انھوں نے عرض کیا: میں ان سے کیا کہوں یا رسول اللہ؟ فرمایا: یوں کہو تم پر سلام اے قبرستان والو مومنین مسلمین سے ! خدا ہمارے اگلوں اور پچھلوں پر رحم فرمائے، بیشک ہم تم سے ملنے والے ہیں اگر اللہ نے چاہا۔ (ت)

بالجملہ ام المومنین صرف سماع جسمانی کا انکار فرماتی ہیں مگر ازانجا کہ احادیث ثقات عدول شاہد ہیں ان واقعہ کے رَد کی طرف سبیل نہیں، جمہور علماء نے اس مسئلہ میں ان کا انکار قبول نہ کیا اور یہی مانا کہ اگرچہ تین دن گزر گئے ان خبیثوں کے ناپاک جسم پھُول پھَٹ گئے تھے اور شک نہیں کہ جسم مردہ ہرگز سننے کے قابل نہیں مگر پھر بھی انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ ارشاد اسی گوش سر سے سنا کہ اللہ عزوجل نے ان کی زیادت حسرت کے لیے ان خالی جسموں کو اس وقت پھر زندہ فرمایا تھا اور اس میں آیات کی کچھ مخالفت نہ ہوئی کہ سنا اللہ عزوجل کی طرف سے ہوا، نہ وہ جِلاتا نہ یہ ان کانوں سے سنتے، وصف موتٰی آیت میں ملحوظ ہے یعنی میّت جب تک میّت ہے اسے سنا نہیں سکتے اور بعدہ، اعادہ روح، اب وہ میّت ہی نہیں تو آیات کا اصلاً محل ورود نہ رہا۔

اقول: یہ تقریر کلام جانبین بحمد اللہ تعالٰی سب تکلفات سے مجانب ومنزہ ہے۔ اور اب ام المومنین پر

---

[1] صحیح مسلم کتاب الجنائز اصح المطابع کراچی ۱/۳۱۴

[2] سنن نسائی الامر بالاستغفار للمومنین نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۲۸۷

[3] سنن نسائی الامر بالاستغفار للمومنین نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۲۸۷

وہ اعتراض وارد نہیں ہوتا کہ جب علم مانتی ہیں سماع کیوں نہیں مانتیں، علم روح کے لیے ہے سمع جسمانی بحالت موت جسم کیونکر ہوا، اور اب خود ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث کہ امام احمد نے بسند حسن ان سے اسی قصہ بدر میں یہی لفظ روایت کیے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: **ما انتم باسمع لما اقول منھم** تم میرا فرمانا کچھ ان سے زیادہ نہیں سنتے (جسے علماء نے بشرط محفوظی رجوع ام المومنین پر محمول کیا تھا کہ جب متعدد صحابہ کرام حاضران واقعہ سے روایت سنی انکار سے رجوع فرمائی) ممکن کہ اثبات سماع روح پر محمول ہو کر نفی واثبات میں تنافی نہ رہے کہ شاذ و محفوظ کا قصہ چلے یعنی ام المومنین ان لفظوں پر انکار نہیں کرتیں انھیں تو خود حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت فرماتی ہیں بلکہ انکار^عــہ^ اس معنی پر ہے جو اوروں نے سمجھا یعنی جسمانی نہ مانو کہ خلاف آیت ہے بلکہ مراد حضور سمع روح ہے، میں بحمد اللہ تعالیٰ بعد اتضاح مراد اس کی حاجت نہیں رکھتا کہ قول ام المومنین کے جواب میں امام اسمٰعیلی وامام بیہقی وامام سہیلی وامام سبکی وامام عسقلانی وامام سیوطی وامام قسطلانی ومولانا علی قاری وشیخ محقق وعلامہ زرقانی وغیرہم اکابر کے کلام نقل کروں اگرچہ یہ سب اس وقت میرے پیش نظر ہیں، مگر ہاں امام عینی کی بعض عبارات نقل کروں گا کہ یہ وہی عینی شارح کنز ہیں جن سے اس مسئلہ میں مخالف نے جہلا استناد کیا، عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری کتاب الجنائز باب ماجاء فی عذاب القبر میں فرماتے ہیں:

فان قلت ماوجه ذکر حدیث ابن عمر وحدیث عائشه رضی الله تعالیٰ عنهم وهما	یعنی بخاری نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان

عــہ: امام عینی کا بھی ایک کلام اس مسلک کی طرف ناظر: فان ام المومنین لما وهمت عبدالله بن عمر رضی الله تعالیٰ عنهم فی حدیث تعذیب المیّت ببکاء اهله وشبهت وهمه فیه یوهمه فی حدیث القلیب قال العینی وجه المشابهة بینهما حمل ا بن عمر علی الظاهر المراد منهما ای من الحدیث غیر الظاهر[1] الخ بیدان الاظهر من کلامها رضی الله تعالیٰ عنها هو المسلك الاول والله تعالیٰ اعلم ۱۲ منه (م)	تو ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی میّت کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے میّت کو عذاب دینے۔" والی حدیث کے بارے رائے کو وہم قرار دیا اور ان کی اس رائے کو قلیب والی حدیث میں ان کے وہم کی طرح قرار دیا، اس پر علامہ عینی نے فرمایا دونوں حدیثوں میں وجہ مشابہت یہ ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دونوں حدیثوں کاظاہری مفہوم مراد لیا جبکہ ان دونوں کاظاہری مفہوم مراد نہیں ہے الخ مگر حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کلام سے پہلا مسلک ہی زیادہ واضح ہے واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

[1] عمدۃ القاری شرح البخاری مخاطبۃ النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم اہل القلوب بعد موتہم ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۹۳/۱۷

متعارضان فی ترجمة عذاب القبر قلت لما ثبت من سماع اهل القليب كلامه وتوبيخه لهم دل ادراكهم كلام بحاسة السمع على جواز ادراكهم الم العذاب ببقية الحواس، فحسن ذكر هما فی هذه الترجمة ثم التوفيق بين الخبرين ان حديث ابن عمر محمول على ان مخاطبة اهل القلب كانت وقت المسئلة وقتها وقت اعادة الروح الى الجسد ، وان حديث عائشة محمول على غير وقت المسئلة فبهذا يتفق الخبران [1]۔	لاشوں سے خطاب کیا اور فرمایا سنتے ہیں، اور حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث کہ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ جانتے ہیں، دونوں اس عذاب قبر میں اس لیے ذکر کیں کہ جب انھوں نے حس گوش سے کلام سن لیا تو باقی حواس سے عذاب کاالم بھی ادراک کرلیں گے، اور ان حدیثوں میں موافقت یوں ہے کہ ابن عمر کی حدیث خطاب وقت سوال نکیرین پر محمول ہے اس وقت بدن میں روح آجاتی ہے اور ام المومنین کی حدیث اور وقت پر محمول ہے جب بدن خالی رہ جاتا ہے یوں دونوں حدیثیں متفق ہوجائیں گی۔ (ت)

دیکھو کیسی تصریح ہے کہ سارا کلام ونقض وابرام سماع جسمانی کے بارہ میں ہے۔ اسی میں ہے:

قلت هذا من عائشه يدل على انها ردت رواية ابن عمر المذكورة ولكن الجمهور خالفوها فی ذلك وقبلوا حديث ابن عمر رضی الله تعالٰی عنه الموافقة من رواه وغيره [2]۔	یعنی میں کہتا ہوں یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ ام المومنین نے روایت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کارَد فرمایا مگر جمہور علماء نے اس بات میں ام المومنین کا خلاف کیا اور حدیث ابن عمر مقبول رکھی کہ اور صحابہ نے بھی اس کے موافق روایت کی۔

اسی میں ہے:

سامعين ايا ما كان باٰذان رؤسهم كما هو قول الجمهور [3]۔	یعنی ان لاشوں نے وہ ارشاد اقدس جسے جسمانی کان سے سنا، جمہور کا قول یہی ہے۔ (ت)

جواب سوم: جامع الجوابین۔

اقول: قول مشائخ کہ میّت یا زید بعد موت نہیں سنتا، چار معنی کو محتمل کہ میّت حقیقی بدن مق' ہے اور روح پر بھی اطلاق کرتے اور زید عرفی بدن ہے مق ؎ اور روح متعلق بالبدن بھی اس کے معنی، بہر حال موضوع میں بدن وروح دو احتمال ہوئے، یونہی سماع عرفی سمع آلات بدن ہے اور اس کے دوسرے معنی ادراک تام اصوات

[1] عمدۃ القاری شرح بخاری باب ماجاء فی عذاب القبر ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۲۰۲/۸
[2] عمدۃ القاری شرح بخاری باب ماجاء فی عذاب القبر ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۲۰۲/۸
[3] عمدۃ القاری شرح بخاری باب ماجاء فی عذاب القبر ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۲۰۲/۸

بروجہ جزئی اگرچہ بے ذریعہ آلات تو محمول میں بھی دو احتمال ہوئے اور حاصل ضرب چار:

(۱) بدن مردہ کو سمع آلات نہیں۔

(۲) بدن مردہ کو ادراک اصوات نہیں۔

(۳) روح مردہ کو سمع آلات نہیں۔

(۴) روح مردہ کو ادراک اصوات نہیں۔

پہلے تینوں معنی حق ہیں اور ہمارے کچھ مخالف نہیں، نہ مخالف کو اصلاً مفید۔ کلام کے اگر دو ہی معنی ہوتے ایک موافق ایک مخالف، تو مخالف کو اس سے سند لانے کا کوئی محل نہ تھا، نہ احتمالی بات پر مشائخ کرام کو منکر سماع متنازع فیہ کہنا صحیح ہو سکتا ہے، نہ کہ تین احتمالات صحیحہ کو چھوڑ کر از پیش خویش چوتھا احتمال جمالینا اور کلام کو بزور زبان خواہی نخواہی اپنی سند بتا دینا کیسی جہالت واضحہ ہے!

جواب چہارم: مذہب حنفیّہ میں معتزلہ بکثرت پیرے ہوئے ہیں یہ مشائخ کہ برخلاف عقیدہ اہلسنت منکر سماع ہیں وہی معتزلہ ہیں یہ جواب سیف اللہ المسلول مولٰنا المحقق معین الحق فضل الرسول قدس سرہ نے تصحیح المسائل میں افادہ فرمایا۔

اقول: کلام مشائخ سے استناد مخالف دو مقدموں پر مبنی تھا، صغرٰی یہ کہ امتناع سماع متنازع فیہ قول اکثر مشائخ حنفیّہ ہے جس کے ثبوت میں وہ عبارات خمسہ پیش کیں، اور کبرٰی مطویہ مستورہ یہ کہ جو قول اکثر مشائخ حنفیّہ ہے فی نفسہٖ حق ہے یا ہم پر اس کی تسلیم واجب ہے، تقدیر اول پر دلیل تحقیقی ہوگی اور دوسرے پر الزامی، بہر حال اس کا ثبوت کچھ نہیں، اگلے تین جواب ان کے صغرٰی کی ناز برداری میں تھے یعنی کلام مشائخ میں سماع متنازع فیہ کا انکار ہرگز نہیں، اب یہ جواب اور باقی اجوبہ کبرٰی مستورہ کی خدمت گزاری کو ہیں کہ اگر مکابرہ واصرار وعناد واستکبار سے کسی طرح باز نہ آؤ اور خواہی نخواہی معانی صادقہ صحیحہ موافقہ احادیث صحیحہ عقیدہ اہلسنت وکلمات ائمہ کرام وخود اقوال مشائخ اعلام کو چھوڑ کر بے دلیل بلکہ خلاف دلائل واضحہ معنی کلام مشائخ یہی گھڑو کہ ارواح موتی کو کسی طرح ادراک کلام نہیں ہوتا، تو اب ہم ہرگز نہیں مانتے کہ اس قول کے قائل مشائخ اہلسنت ہوں جن کے ارشاد ہم پر حجت ہوں کیا مشائخ مذہب میں معتزلہ نہیں، درمختار کتاب النکاح فصل محرمات میں ایک مسئلہ کشاف زمخشری معتزلی سے نقل کیا اس پر علامہ شامی نے ردالمحتار میں فرمایا:

نقل ذلك عنه لان الزمخشری من مشائخ المذہب وھو حجة فی النقل [1]۔	یہ مسئلہ اس سے اس لیے نقل کیا کہ زمخشری مشائخ مذہب سے ہے اور اس کی نقل پر اعتماد ہے۔ (ت)

[1] ردالمحتار فصل فی المحرمات مصطفی البابی مصر ۲/ ۳۰۲

پھر یہ منع بے شاہد نہیں بلکہ اس کی صاف سند واضح موجود خود یہی امام ابن الہمام جن کے کلام سے اکثر مشائخ کی طرف انکار سماع کی نسبت نقل کرتے ہو اسی کلام میں فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اکثر مشائخ کا تلقین موتٰی سے انکار کرنا اس پر مبنی ہے کہ وہ سماع موتٰی سے منکر ہیں اور خود اسی کلام میں تلقین مذکور کو فرمایا:

نسب الی اهل السنة والجماعه وخلافه الی المعتزلة[1]۔	اس تلقین کا مطلوب ہونا اہلسنت وجماعت کی طرف منسوب ہے اور اس کا انکار معتزلہ کی طرف۔

اور کلام امام صفار سے صاف صریح تصریح گزری کہ منع تلقین مذہب معتزلہ ہے۔ کشف الغطاء کا قول گزرا کہ جو تلقین نہیں مانتا معتزلی ہے، جوہرہ و درمختار کی عبارت گزری کہ اہلسنت کے نزدیک تلقین امر شرعی ہے تو صاف ظاہر ہوا کہ یہ مشائخ منکران سماع وہی منکران تلقین معتزلی ہیں، یہ سند واضح بہ تفصیل تام تصحیح المسائل میں مذکور تھی بااینہمہ صاحب تفہیم المسائل نے منہ زوری سے کہا:

از اکثر مشائخنا کہ ایں ہمام مشائخ رانسبت بخود کردہ معتزلہ مراد گرفتن از بس مستعبد ست و در کلام کدامی اہلسنت چنیں واقع نہ شدہ وابن ہمام رامعتزلی قرار دادن کار معترض است وآں مسئلہ کہ خلاف عقیدہ حنفیّہ اہلسنت باشد دراں ہر گز علی الاطلاق نخواہند گفت کہ ایں قول علمائے حنفیّہ است کما لایخفی علی من لہ ادنی رجوع الی الکتب پس مادامیکہ وقوع لفظ اکثر مشائخنا در کلام اہلسنت ومراد بودن از اں معتزلہ ثابت نہ کنند چگونہ ایں توضیح بمعرض تسلیم درآید[2]۔	آکثر مشائخنا سے کہ ابن ہمام نے مشائخ کو اپنی طرف نسبت کیا، معتزلہ مراد لینابہت مستعبد ہے اور کسی سُنی کے کلام میں ایسا واقع نہ ہوا، ابن ہمام کو معتزلی ٹھہرانا معترض کا کام ہے، جو مسئلہ حنفیّہ اہلسنت کے عقیدے کے خلاف ہو اس میں علی الاطلاق ہر گز نہ کہیں گے کہ یہ علمائے حنفیّہ کا قول ہے۔ جیسا کہ کتابوں کی طرف ادنٰی رجوع رکھنے والے پر مخفی نہیں، تو جب تک کلام اہلسنت میں اکثر مشائخنا آنا اور اس سے معتزلہ کا مراد ہونا ثابت نہ کریں، یہ توضیح کیسے تسلیم کی جاسکتی ہے (ت)

اقول: اس ساری تطویل لاطائل کا صرف اس قدر حاصل بے حاصل کہ کلام اہلسنت میں اکثر مشائخنا سے معتزلہ کا ارادہ مستعبدہ خلاف ظاہر ہے یہ کہنا اس وقت اچھا معلوم ہوتا کہ یا تو علامہ معترض نے یوں ہی بے سند فرمادیا ہو تاکہ یہاں معتزلہ مراد ہیں یا آپ جواب سند سے عہدہ برآ ہو لیتے اور جب کچھ نہیں تو منع مؤید بسند واضح صرف

[1] فتح القدیر باب الجنائز مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶۸/۲
[2] تفہیم المسائل عدم سماع موتٰی مطبع محمدی لاہور ص ۸۱

استعباد مخالفت ظاہر سے مندفع نہیں ہوسکتا۔ ہر ادنٰی خادم علم جانتا ہے کہ ظاہر صالح دفن ہے نہ حجت اسحقاق تواس سے مقدمہ ممنوعہ پر اقامت دلیل چاہنا جہالت کہ وہ محل استحقاق ہے اور مقام دفع میں آکر منع سند مقصود ہو تو اور سخت تر جہالت **کما لایخفی علی اھل العلم** (جیسا کہ اہل علم حضرات پر مخفی نہیں۔ت) ہاں جواب سند کی طرف بھی ایک عجیب نزاکت سے توجہ کی فرماتے ہیں:

وانکار تلقین رانسبت بہ معتزلہ بعض علمائے شافعہ زعم کردہ اند نہ حنفیّہ چنانچہ دربرجندی نوشتہ **ولایلقن بعد الدفن عندنا وعندالشافعی یلقن و زعم بعض اصحابہ انہ مذہب اھل السنۃ والاول مذہب المعتزلۃ** وایشا انکار تلقین رامطلقاً نسبت بمعتزلہ کردہ اند نہ انکار بخصوصیت این وجہ کہ سماع موتٰی رانیست **کما زعم المعترض**[1]۔	بعض علمائے شافعیہ نے انکار تلقین کو معتزلہ کی طرف منسوب کیا ہے نہ کہ حنفیّہ نے، جیسا کہ برجندی میں لکھا ہے۔ ہمارے نزدیک بعد دفن تقلین نہ ہوگی اور امام شافعی کے نزدیک تلقین ہوگی، ان کے بعض اصحاب نے فرمایا کہ یہ اہلسنت کا مذہب ہے اور اول معتزلہ کا مذہب ہے۔ اور انھوں نے مطلقاً انکار تلقین کو معتزلہ کی طرف منسوب کیا ہے، نہ خاص اس وجہ سے انکار کہ مردہ کو سماع نہیں جیسا کہ معترض نے گمان کیا۔ (ت)

اقول اوّلاً اس نابینائی کی کچھ حد ہے، بھلا یہ جوہرہ ودر مختار وکشف الغطا وغیرہا تصانیف حنفیّہ کو ملاجی کہہ سکتے ہیں کہ میرے پیش نظر نہ تھیں تلخیص الادلہ کی عبارت تو خود ہی اپنے خصم کے کلام سے نقل کہ امام زاہد صفار کہ در طبقہ ثانیہ از مجتہدین فی المذہب ست درکتاب تلخیص الادلہ نوشتہ **وینبغی ان یلقن المیّت علی مذہب الامام اعظم والمقتدی المکرم ومن لم یلقن فھو علی مذہب الاعتزال**[2] یعنی امام اعظم وپیشوائے مکرم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب پر میّت کو تلقین کرنا چاہئے، جو تلقین نہ مانے معتزلی ہے۔ اور انکھیں بند کرکے کہہ دیا کہ "بعض شافعیہ زعم کردہ اند نہ حنفیّہ" مگر امام اجل مجتہد فی المذہب زاہد صفار کہ صرف دو۲ واسطے سے امام ابویوسف وامام محمد کے تلمیذ رشید ہیں سرکار کے نزدیک علمائے حنفیّہ سے نہیں۔

ثانیاً شافعیہ کا نسبت کرنا حنفیّہ کے نسبت کرنے کا کیا نافی ومنافی ہے کہ عبارت برجندی سے نہ "حنفیّہ" بھی نکال لیا خود سرکار اسی تفہیم کے صفحہ ۱۱۷ پر فرماتے ہیں:

از تخصیص شیئ بذکر نفی عماد عداہ لازم نیاید ور توضیح	کسی خاص چیز کو ذکر کرنے سے اس کے ماسوا کی نفی

[1] تفہیم المسائل عدم موتٰی از کتب حنفیّہ مطبع محمدی لاہور ص ۸۱

[2] تفہیم المسائل عدم موتٰی از کتب حنفیّہ مطبع محمدی لاہور ص ۸۰

نوشتہ تخصیص الشیئ باسمہ لایدل علی نفی الحکم عما عداہ[1]۔	لازم نہیں آتی، توضیح میں ہے کسی خاص چیز کا نام لینا یہ نہیں بتاتا کہ اس کے ماسوا سے حکم نفی ہے۔(ت)

انھوں نے کلام شافعیہ میں دیکھ کر ان کی طرف نسبت کیا اس سے کیا لازم کہ حنفیہ نے نسبت نہ کیا اور بالفرض ان کا لازم سخن یہ ہو بھی تو جب صراحۃً انکھوں کے سامنے اجلہ حنفیہ کی تصریحات موجود تو کیا بعض علماء کے کلام سے نفی مفہوم ہونا محسوسات کو مٹادے گا، قاعدہ اجماعیہ عقل و نقل میں تو مثبت کو نافی پر مقدم رکھتے ہیں، دو علمائے معتمدین سے ایک فرماتا کہ حنفیہ نے ایسا نہ لکھا، دوسرا فرماتا لکھا، تو لکھتا ہی ثابت ہوتا کہ اس نے نہ دیکھا لہٰذا انکار کیا اور نہ دیکھنا کوئی حجت نہیں **ومن علم حجۃ علی من لم یعلم** (علم والا حجت ہے اس پر جسے علم نہیں۔ت) نہ کہ ثبوت عیانی کو نفی بیانی سے دیدہ نادیدہ کردیں یعنی اگرچہ ہم انکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ اکابر علمائے حنفیہ نے لکھا مگر فاضل برجندی جو لکھ چکے ہیں کہ شافعیہ نے کہا لہٰذا مجبوری ہے اب حس و مشاہدہ کی تکذیب ضروری ہے۔ سچ ہے آدمی وہابی ہو کر جماد **لایسمع ولایفھم** ہو جاتا ہے۔

ثالثاً طرفہ جہالت یہ کہ مطلق انکار کی جانب معتزلہ منسوب ہے نہ اس خصوصیت سے تصحیح المسائل میں کب فرمایا تھا کہ انکار باین خصوص منسوب بہ معتزلہ ہے۔ اسے ذی ہوش! حاصل کلام تو یہی تھا کہ انکار تلقین مذہب معتزلہ ہے اور امام ابن ہمام اس کا مبنٰی، بیان فرماتے ہیں کہ یہ لوگ منکر سماع تھے لہٰذا تلقین سے منکر ہوئے تو ظاہر ہوا کہ منکرین سماع معتزلہ ہیں اگر سرے سے بخصوص انکار سماع جانب معتزلہ نسبت ہوتی تو اس توسیط کی کیا حاجت تھی ویسے ہی کہہ دیا جاتا کہ دیکھو انکار سماع قول معتزلہ بتایا گیا، ہاں اس پر ایک شبہ ہوتا تھا کہ بعض اہلسنت[عہ] بھی تو منع تلقین کی طرف گئے اور جب اس کا مبنٰی وہ ہے تو یہ بھی اس کے قائل ٹھہریں گے، تصحیح میں اس وہم کے دفع کو توجیہ فرمادی کہ ان کا انکار انکار سماع پر مبنی نہیں بلکہ ان کے نزدیک تلقین کا بیکار یا ثابت ہونا ذی ہوش نے اسے نسبت باین خصوص کا دعوی سمجھ لیا یہ فہم

عــــہ: **اقول:** سابقاً مذکور ہوا کہ ظاہر الروایۃ سے منع ثابت نہیں اور امام صفار خود امام اعظم پر تلقین مانتے اور منکر کو معتزلی جانتے ہیں اور شک نہیں کہ معتزلہ قدیم سے شامل اہل مذہب ہیں اور انھیں بربنائے جمادیت موتٰی انکار تلقین لازم، ابتداءً وہی لوگ اپنے مذہب فاسد کی بنا پر منکر تھے، لہٰذا امام صفار اس حصہ پر حاکم بعد مرور زمان بعض متاخرین اہلسنت نے کلمات مشائخ مذکورین میں انکار اور ظاہر الروایۃ میں عدم ثبوت دیکھ کر انکار کیا اور عدم فائدہ یا عدم ثبوت سے رنگ توجیہ دیا لہٰذا اب انکار دو طرفہ منقسم ہوگیا بوجہ جمادیت خاص بمعتزلہ اور بعض اہلسنت کا بوجوہ دیگر جیسا کہ کلام امام نسفی سے گزرا **فاعملہ فعسی ان لا یتجاوز الواقع عنہ** ۱۲منہ (اسے اچھی طرح جان لے ہو سکتا ہے واقعہ اس سے متجاوز نہ ہو ۱۲منہ۔ت)

---

[1] تفہیم المسائل معانقہ روز عید مطبع محمدی لاہور ص ۱۱۳

سقیم اور اداعائے تفہیم ولاحول ولاقوۃ الاّ باللہ العلی العظیم۔

ھذا وانا اقول: وباللہ التوفیق سب این وآن سے در گزرے تواب دلائل ساطعہ قاطعہ حاکم ہیں کہ یہ قطعاً مذہب معتزلہ ہے مثلاً حجت اولٰی کلام کا ہے میں مفروض ہوا روح میں سماع سے کیا مراد لیا، ادراک مطلق اگرچہ بے ذریعہ آلات اور یہ مشائخ دلیل کیا لارہے ہیں کہ وہ مردہ ہے، بے حس ہے فہم وادراک کے قابل نہیں، یہ کہ ہزار بار سن چکے ہو کہ روح کی نسبت ان اعتقادات سے اہل سنت پاک ومنزہ ہیں یہ معتزلہ وغیرہم ضالین ہی کے خیالات بدمزہ ہیں خود آپ ہی اسی تفہیم میں فرماتے ہیں:

مذہب بعض معتزلہ آنِ است کہ اگر میّت جماد ست دران حیات وادراک نیست [1]۔	بعض معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ میّت جماد ہے اس میں حیات ادراک نہیں۔ (ت)

اور اس میں فرمایا:

بعض معتزلہ کہ آیہ کریمہ وماانت بمسمع من فی القبور درانکار تعذیب استدلال می کردند عینی درہمیں شرح بہ جواب ایشاں نوشتہ کہ عدم اسماع مستلزم عدم ادراک نیست [2]۔	آیت کریمہ "تم انھیں سنانے والے نہیں جو قبروں میں ہیں" سے بعض معتزلہ کا انکار تعذیب پر استدلال تھا، عینی نے اسی شرح میں ان کا جواب لکھا کہ نہ سنانا عدم ادراک کو مستلزم نہیں۔ (ت)

افسوس صاحب تفہیم المسائل کی بیہوشی ص ۶۳ پر یہ اَنکہی بھی بلوا گئی:

ہر چند بعضے گویند کہ شہدارا ہم حیات مثل انبیا بجسد است مگر ایں قول مختار اہل تحقیق نیست انچہ تحقیق است این ست کہ حیات انبیاء بسلامت جسد وروح ہر دوست وحیات شہداء صرف بقائے روح است بلکہ تخصیص شہدا نیز بایں معنی لغوست زیراکہ ارواح رامطلقاً خواہ روح شہید باشد یا روح عامہ مومنین یا روح کافر وفاسق باین معنی مردہ نتواں مردگی صفتِ بدن است کہ شعور ادراک وحرکات وتصرفات بہ سبب تعلق روح	بعض کہتے ہیں کہ انبیاء کی طرح شہید کے لیے بھی جسم کے ساتھ زندگی ہے۔ مگر یہ قول اہل تحقیق کا مختار نہیں تحقیق یہ ہے کہ انبیاء کی زندگی جسم وروح دونوں کی سلامتی کے ساتھ ہے اور شہدا کی زندگی صرف بقائے روح کے ساتھ ہے بلکہ اس معنی میں شہداء کی تخصیص لغو ہے اس لیے کہ ارواح کو مطلقاً خواہ شہید کی روح ہو یا عام مومنین کی روح یا کافر وفاسق کی روح کسی کو اس معنٰی میں مردہ نہیں کہہ سکتے، موت بدن کی صفت ہے

[1] تفہیم المسائل عدم سماع موتٰی مطبع محمدی لاہور ص ۸۱
[2] تفہیم المسائل عدم سماع موتٰی مطبع محمدی لاہور ص ۸۳

باوے از وے ظاہر مے شدند وحالانمی شوند کذا فی تفسیر العزیزی وبعضے گویند کہ تحقیق ہمیں است کہ شہداء راہم حیات مثل انبیاء بجسد است چنانچہ در تفسیر روض الجنان تحت آیہ کریمہ **ولاتقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات بل احیاء** می نویسد علماء در تفسیر آیت واحوال شہداء خلاف کردند، عبداللہ ابن عباس وحسن بصری گفتند ایشاں زندہ اند بارواحھم واجساد ہم بامداد وشبانگاہ روزی بایشاں می رسد وایشاں خرم اند بانچہ خدا بایشاں می دہد چنانچہ در دیگر آیت فرمود من **قولہ تعالٰی یرزقون فرحین بما اٰتاھم اللّٰہ من فضلہ** وبعضے دیگر گفتند ارواح ایشاں زندہ باشند وروزی برایشاں عرض مے کنند بامداد وشبانگاہ چنانکہ برارواح آل فرعون اتش عرضہ می کنند فی **قولہ تعالٰی النار یعرضون علیھا غدوا وعشیّا** وعلمائے محققان بیشتر بر قول اول اند[1] **انتھی**	کہ شعور وادراک اور حرکات وتصرفات روح کے تعلق کی وجہ سے اس سے ظاہر ہوتے تھے اور اب نہیں ہوتے ایسا ہی تفسیر عزیزی میں ہے: اور بعض کہتے ہیں کہ تحقیق یہی ہے کہ شہداء کے لیے بھی انبیاء کی طرح جسم کے ساتھ زندگی ہے جیساکہ آیہ کریمہ "اللہ کی راہ میں مارے جانے والوں کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں" کے تحت تفسیر روض الجنان میں لکھتے ہیں کہ اس آیت کی تفسیر اور شہداء کے احوال میں علماء کا اختلاف ہے۔ عبداللہ بن عباس اور حسن بصری فرماتے ہیں شہداء جسم وروح کے ساتھ زندہ ہیں صبح وشام انھیں رزق ملتا ہے اور یہ اس پر خوش ہیں جو خدا انھیں دیتا ہے جیساکہ دوسری آیت میں باری تعالٰی کا ارشاد ہے انھیں رزق دیا جاتا ہے وہ اس پر خوش ہیں جو اللہ نے اپنا فضل انھیں عطا کیا، بعض دیگر کہتے ہیں ان کی روحیں زندہ ہوتی ہیں اور ان ہی پر صبح وشام رزق پیش کرتے ہیں۔ جیسے فرعونیوں کی روحوں پر آگ پیش کرتے ہیں ارشاد باری تعالٰی ہے: وہ صبح وشام آگ پر پیش ہوتے ہیں، اور اکثر علمائے محققین پہلے قول پر ہیں۔ ختم (ت)

کیوں ملاجی! اب نسبت کی خبریں کہیے جب اہل سنت کے نزدیک ہر فاسق وکافر کی روح زندہ ہے موت صرف بدن کے لیے ہے اسی کے ادراکات زائل ہوتے ہیں تو اب سماع موتٰی میں کیا مجال مقال رہی جوابات سابقہ کی تقریر کیسی روشن طور پر ثابت ہوگئی، تفہیم المسائل کی ساری عرق ریزی کیسی خاک میں ملی، اب یہ کلام مشائخ جس میں موت وبے فہمی وبے حسی کی تصریحیں ہیں روح پر محمول ہو مشائخ اہلسنت کا کلام نہ ہونا کیسا واضح ومنجلی **والحمد للّٰہ العظیم العلی**، اور **عجیب لطیفہ** یہ کہ ساتھ ہی خوش وقتی میں آکر تفسیر روض الجنان کی عبارت بھی نقل فرماگئے، جس نے رہی سہی ڈھول سے کھال بھی کھوئی، اس میں صرف تصریح ہے کہ سیدنا عبداللہ ابن عباس

---

[1] تفہیم المسائل استمداد از صاحب قبر مطبع محمدی لاہور ص ۵۸ و ۵۹

وحضرت امام حسن بصری واکثر علمائے محققین شہداء کے اجسام بھی زندہ مانتے ہیں، اور اسی کو ظاہر آیہ کریمہ سے مؤکد کیا اور بعض کی طرف سے اس کا جو جواب نقل کیا پر ظاہر کہ نری تاویل ہی تاویل ہے، کہاں ارشاد الٰہی میں یرزقون روزی دئے جاتے ہیں اور کہاں یہ معنی کہ روزی انھیں دیتے نہیں دکھا دیتے ہیں۔

شربت بنماید وچشیدن نگزارند

(یہ یوں ہی ہے کہ شربت پی لیا ہے اور چکھا نہیں)

اب خدارا اپنے انکاری دھرم کی ایک ٹانگ توڑئے، شہداء ہی کے لیے سماعت مانیے انھیں سے استمداد جائز جانئے کہ یہاں تو جسم روح سب کچھ زندہ ہیں، کسی جھوٹے حیلے کی بھی گنجائش نہیں جس طرح کہ تم خود اس تفہیم کے صفحہ ۸۸ پر لکھ چکے ہو:

درسماع انبیاء علیہم السلام کلامے نیست کہ ایشاں راحیات حاصل است[1]۔	انبیاء علیہم السلام کے سننے میں کوئی کلام نہیں ان حضرات کو حیات حاصل ہے۔(ت)

نیز ص ۸۹ پر:

(آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) جواب دادند کہ چوں انبیاء راحیات دنیاوی حاصل وجسد ایشاں نیز باقی است لہٰذا محل استبعاد سماع وعرض نیست[2]۔	آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جواب دیا کہ جب انبیاء کو حیات دنیاوی حاصل ہے اور ان کا جسم بھی باقی ہے تو سماعت اور پیشی کو بعید سمجھنے کا موقع نہیں۔(ت)

طرفہ بکف چراغ دیکھیے عبارت نقل کی اور دعوی وہ نقل کیا کہ بعض گویند تحقیق ہمیں است (بعض کہتے ہیں تحقیق یہی ہے۔ ت) خیر وہ بعض ہی سہی اب اس اجماع کی خیر نہ رہی جو بکمال وقاحت ص ۹۳ پر فرمایا:

باجملہ از کتاب وسنت واجماع امت ثابت کہ موتٰی راسماع حاصل نیست[3]۔	بالجملہ کتاب وسنت اور اجماع امت سے ثابت ہے کہ مردوں کو سماعت حاصل نہیں ہے۔(ت)

مگر تم کیا شرماؤ ہر رنگ کی کہہ دینے کے قدیم دھنی ہو ص ۸۷ پر یہی جو لکھ گئے:

وآنکہ از عبارت مرقات سماع سائر کہ اموات سلام	مردوں پر بعض ایام میں اہل قرابت کے اعمال پیش

[1] تفہیم المسائل عدم سماع موتٰی از صاحب قبر مطبع محمدی لاہور ص ۸۳

[2] تفہیم المسائل عدم سماع موتٰی از صاحب قبر مطبع محمدی لاہور ص ۸۵

[3] تفہیم المسائل عدم سماع مطبع محمدی لاہور ص ۸۸

وکلام رادر عرض اعمال اقارب برآنہا در بعض ایام آرند جوابش آنکہ مراد از سلام وکلام سلام کلام زائران است نہ دیگراں[1]۔	ہونے کے تحت مرقات کی عبارت سے تمام مردوں کے لیے سلام ونقل سننا نقل کرتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ سلام وکلام سے مراد زیارت کرنے والوں کا سلام وکلام ہے دوسروں کا نہیں۔ (ت)

سچ ہے بوکھلائے ہوؤں کا کیا کہنا ؎

وہ شرمائی ہوئی نظریں وہ گھبرائی ہوئی باتیں
نکل کر گھر سے وہ گھرنا ترا اُمیدواروں میں

حجت ثانیہ: پھر مشائخ نے جب وقت سوال سماع مانا تو اس کی وجہ یہ بتائی کہ اب روح جسم میں دوبارہ آئی جب کلام روح کی طرف آئے تو اس جواب کا صاف یہ حاصل کہ روح جب تک بدن سے جدا تھی بے حس وبے ادراک تھی جسم میں آنے کے باعث اس وقت پھر مدرک ہوگئی۔ یہ صراحۃً بدن کو شرط ادراک ماننا ہے کہ سو بار سن چکے کہ یہ مذہب نامہذب معتزلہ ہے اب یہ یا تو اکثر مشائخنا کی طرف نسبت غلط مانیے تو اپنی ہی سند بگاڑئے۔ اپنے ہی پاؤں پر تیشہ ماریے، ورنہ یقینا قطعًا ان سے وہی معتزلہ مراد ہیں بعد قیام حجج قاطعہ کے حیلوں حوالوں ٹالے بالوں کی کیا گنجائش ہے نہ اب اس سوال کا موقع کہ پھر یہ شراح اسے کیوں بے اظہار خلاف عقل کرلائے،

اقول: ویسے ہی نقل کرلائے جس طرح امام عبدالرشید بن ابی حنیفہ ولوالجی وامام طاہر بن احمد وغیرہما اجلہ کرام نے بشیر مریسی معتزلی کا قول یوں ہی نقل کیا گویا یہی اصل مذہب ہے جس طرح علامہ محقق زین العابدین بن ابراہیم وفہامہ مدقق علاء الدین محمد دمشقی نے ابوعلی جبائی معتزلی کا قول یوں نقل کیا گویا یہی مذہب مشائخ ہے جس کا بیان فائدہ جمیلہ فصل سیز دہم میں گزرا، خود انھیں امام ابن ہمام نے فتح القدیر باب نکاح الرقیق میں ایک مسئلہ محیط سے نقل کیا، پھر فرمایا: **ھکذا تواردھا الشارحون**[2] شارحین یکے بعد دیگرے یونہی لکھتے چلے آئے، پھر فرمایا: یہاں مقتضائے نظر اس کے خلاف ہے۔ پھر اسے بیان کرکے فرمایا: **فھذا وھو الوجہ وکثیرا مایقلد الساھون الساھین**[3] سخن موجہ یہی ہے اور اکثر ہوتا ہے کہ بھولنے والے بھولنے والوں کی پیروی کرلیتے ہیں، علامہ بحر نے بحرالرائق آخر کتاب البیوع باب المتفرقات میں ایک مسئلہ پر اعتراض کیا کہ اس میں مصنفین

---

[1] تفہیم المسائل استمداد از صاحب قبر مطبع محمدی لاہور ص ۲۷
[2] فتح القدیر باب نکاح الرقیق مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۲۷۰
[3] فتح القدیر باب نکاح الرقیق مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۲۷۰

نے خطا کی اور یہاں خطا زیادہ قبیح واقع ہوئی، پھر فرمایا:

وانا متعجب لکونهم تداولوا هذه العبارات متونا والشروحا وفتاوی ولم ینتهوا لما اشتملت علیه من الخطاء بتغیر الاحکام واللّٰه الموفق للصواب وقد یقع کثیرا ان مؤلفا یذکر شیئا خطأفی کتاب فیأتی من بعده من المشائخ فینقلون تلک العبارة من غیر تغییر ولاتنبیه فیکثر الناقلون لها واصلها الواحد مخطئ کما وقع فی هذا الموضع ولاعیب بهذا علی المذهب لان مولنا محمد بن الحسن ضابط المذهب لو یذکر علی هذا الوجه قد بنهنا علی امثل ذٰلك فی الفوائد الفقهیه فی قول قاضی خاں وغیرهم ثم نبهت علی ان اصل هذه العبارة للناطفی اخطأ فیه ثم تداولوها[1] (ملخصا)	یعنی مجھے تعجب ہے کیونکہ ان عبارتوں کو متون وشروح و فتاوٰی سب میں ایک دوسرے سے لیتے نقل کرتے چلے آئے اور اس میں خطا پر متنبہ نہ ہوئے کہ احکام بدلے جاتے ہیں اور اللہ ہی صواب کی توفیق دینے والا ہے اور کبھی بکثرت واقع ہوتا ہے کہ ایک مصنف براہ خطا ایک بات اپنی کتاب میں ذکر فرماتا ہے پھر بعد کے آنے والے مشائخ اسے ویسے ہی بلاتنبیہ نقل کرتے چلے جاتے ہیں تو اس کے ناقل بکثرت ہوجاتے ہیں، حالانکہ اصل میں ایک شخص کی غلطی تھی، جیسا یہاں واقع ہوا، اور اس سے مذہب پر کوئی طعن نہیں آتا کہ ہمارے سردار امام محمد محرر مذہب نے اس طور پر ذکر نہ کیا اور اسی طرح ایک واقعے پر ہم نے فوائد فقہیہ میں تنبیہ کی کہ امام قاضی خاں وغیرہ یعنی صاحب خلاصہ وصاحب ولوالجیہ وغیرہم نے ایک حصر فرمایا اور وہ غلط تھا پھر میں نے آگاہ کردیا کہ یہ اصل خطا ناطفی سے واقع ہوئی ان کے بعد مشائخ اسے یونہی نقل کرتے رہے۔

فقیر کہتا ہے غفراللہ تعالٰی کہ اس قسم کا ایک واقعہ عظیمہ امام اجل ابوجعفر طحاوی کی طرف ایک ترجیح وافتا کی نسبت واقع ہوا جس میں تداول وتوارد نقول آج تک چلا آیا اور ہمارے زمانے تک کسی نے اس پر متنبہ نہ فرمایا یہاں تک کہ سب میں متاخر محقق مبصر علامہ شامی کو بھی وہی راستہ بھایا مگر فقیر غفراللہ المولی القدیر نے بدلائل ساطعہ قاطعہ امام طحاوی کا فتوٰی نہ اس پر بلکہ قطعاً اس کے برعکس ہونا خود کلام امام ممدوح کے اٹھارہ نصوص ودلائل سے ثابت کر دکھایا اور اس بارے میں محض بغرض اظہار حق وحفظ مذہب ودفع تشنیع مخالفین ایک خاص رسالہ الزهر الباسم فی حرمة الزکوٰة علی بنی هاشم (۱۳۰۷ھ) معرض تصنیف میں لایا وللّٰه الحمد حمدا کثیرا علی ماوهب من جزیل العطایا مانحن فیه (اور اللہ ہی کے لیے حمد ہے کثیر حمد اس پر جو اس نے جزیل

[1] البحر الرائق باب المتفرقات ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/۱۸۵

عطاؤں سے نوازا۔ ت) میں اگر کلام مشائخ کے یہ معنی لوں جس سے موت وبے ادراک روح ثابت ہو تو یہاں امر آسان تر ہے کہ اصل مسئلہ میں کوئی دقت نہیں صرف بیان دلیل میں محض بے حاجت یہ تخلیط واقع ہوئی، اس تقدیر پر یہاں بھی قطعاً جزما یہی ہوا کہ مشائخ مذہب سے معتزلہ نے یہ دلیل ذکر کی، پھر بعض مشائخ اہلسنت نے سہوا نقل کر دی، پھر نقول در نقول ہوتی چلی گئیں، تنقیح وتنبیہ کی طرف توجہ رہ گئی۔ اب متاخرین **اکثر مشائخنا** کہا ہی چاہیں یہی وجہ ہے کہ خود ان علمائے اعلام اہلسنت کے کلام جابجا اس کے خلاف واقع ہوئے جس کے پچیس شواہد دلیل ۱۱ میں سن چکے یہاں سہواً معتزلہ کا قول لکھ گئے اور خود یہیں اور دیگر مواقع میں جابجا اپنا عقیدہ حقہ متعدد وجوہ سے ظاہر ہوا **وللہ الحمد**۔

کیوں ملّا تفہیمی صاحب! اب اپنے اعذار باردہ واستعبادات کاسدہ دیکھیے کدھر گئے وباللہ التوفیق اور حقیقۃً یہ سب تمھاری خوبیاں ہیں، نہ تم معانی حقہ صحیحہ صادقہ چھوڑ کر بزور زبانِ وزور وبہتان یہ معنی باطل گھڑو، نہ اس جواب کی حاجت ہو، انصافاً اپنے استعبادوں کو آپ ہی بیٹھ کر روؤ۔ ہمارے نزدیک نہ مشائخ کرام نے خطا کی نہ ان کا کلام حاشا کسی عقیدہ اہلسنت نہ اپنے کسی کلام دیگر کے معارض، نہ یہاں باہم متعارض ومتناقض جس کی تحقیق قاہر اوپر سن چکے، **وللہ الحمد**۔

جلیلہ عظیمہ: رہی ملاجی کی پچھلی نزاکت کہ:

انکار سماع موتٰی بطوریکہ مامی کنیم مذہب معتزلہ فہمیدن محض غلط است زیرا کہ مذہب بعض معتزلہ آن ست کہ میّت جمادا ست در حیات وادراک نیست پس تعذیب آن محال واہلسنت گویند کہ ہر چند کہ درمیّت حیات نیست مگر جائز است کہ خدا تعالٰی دران نوعے از حیات بقدر ادراک الم عذاب ولذت وتنعّم عندالایلام والتعذیب پیدا کند وآں مستلزم سماع نیست[1]۔	جس طرح ہم سماع موتٰی کا انکار کرتے ہیں اسے معتزلہ کا مذہب سمجھنا محض غلط ہے۔ اس لیے کہ معتزلہ کا مذہب یہ کہ میّت جماد ہے اس میں حیات وادراک نہیں تو اس کی تعذیب محال ہے۔ اور اہل سنت کہتے ہیں کہ ہر چند کہ میّت میں حیات نہیں مگر ہوسکتا ہے کہ خدا تعالٰی اس میں ایک نوع حیات پیدا کردے اس قدر کہ الم پہنچانے اور عذاب دینے کے وقت عذاب کی تکلیف اور آسائش کی لذت کا ادراک کرے اور یہ سماع کو مستلزم نہیں۔ (ت)

ہمارے کلمات سابقہ کے ناظر پر اس عذر بدتر از گناہ کی حقیقت خوب منکشف ہے پھر بھی ملاجی کی خاطر کیجئے کلام کو چند

[1] تفہیم المسائل عدم سماع موتٰی از کتب حنفیّہ مطبع محمدی لاہور ص ۸۱

عوائد جلیلہ سے ترصیف تازہ دیجئے اور باذنہٖ تعالیٰ ازالہ ہر گونہ اوہام کا ذمہ لیجئے۔

فاقول: و بحول اللہ اصول:

عائدہ اولیٰ: نجدی صاحبو! ناحق اہلسنت کا دامن پکڑتے اور اپنے مذہب کی جان زار کے پیچھے پڑتے ہو، اہلسنت کے یہاں تمھاری گزر نہیں، وہ کہ وقت تنعیم وتعذیب اعادہ حیات کا مالہ خواہ ناقصہ بدن کے لیے مانتے ہیں نہ کہ روح کے لیے کہ وہ توان کے نزدیک مرتی ہی نہیں، اگر تم لوگ صرف سماع جسم باسماع جسمانی بذریعہ آلات جسم کے منکراور سماع روح بے توسط بدن کے معترف ومقرر ہوتے تو ضرور اہلسنت سے موافق اور ان کے اس مسئلہ سے انتفاع کے مستحق ہوتے، مگر یوں ہی خلاف کب باقی رہتاہے تو خاص ہمارامذہب وعین مراد چشم ماروشن دل ماشا تھامگر حاشا تم ہر گزاس کے قائل نہیں اس میں تمھارا مطلب کہ اولیائے مدفونین سے طلب دعا پتھر کو ندا ہے کب برآتا کیوں ملاجی! ذرا نگاہ روبرو، کیاآپ ہی وہی نہیں ہیں جو اسی تفہیم کی اسی بحث میں بکمال وقاحت وشوخ چشمی اپنامذہب نامھذہب بزور زبان بنانے کے لیے ایک گھڑی ہوئی فرضی کتاب خیال تصنیف غرائب فی تحقیق المذاہب سے سند لائے اور اس کی وساطت سے سیدنا امام اعظم وہمام اقدام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جیتے افترا اٹھائے۔آپ اگرچہ خیال عـــہ۱ علماء گھڑلینے فرضی کتابوں عـــہ۲ کی ساختہ عبارتیں پیش کردینے کی پختہ ماہر کار ہیں جن کے حال صواعق وتفہیم وغایۃ الکلام کے مطالعہ سے آشکار ہیں، بعض احباب فقیر نے خاص آپ حضرات کی ایسی ہی دیانتوں کے بیان میں رسالہ سیف المصطفیٰ علی ادیان الافترالکھااوراس میں ایک سوساٹھ دیانات کبرائے طائفہ کو جلوہ دیامگراس گھڑت کی ابتداشاید سرکار سے نہ ہو، تفہیم سے پہلے ایک سہسوانی وہابی صاحب رسالہ سراج الایمان میں اس کے بادی ہوئے ہیں، بہرحال یہ گندی بوکا عطر فتنہ سہسوان کی گھانی سے ہو یا قنوج کی، ذراایمان سے بتائے کہ آپ حضرات کی اس خانگی ساخت پر دنیامیں کوئی اور بھی مطلع ہے کہیں اس کتاب کا نام ونشان بھی ہے، کسی اور نے بھی اس سے استناد کیا یا کہیں اس کا نام لیا ہے؟ اللہ اللہ صدہاسال سے مسئلہ سماع ومسئلہ استمداد زیر بحث ہے صدہاکتابوں میں ان کے بیان آئے آج تک کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی کہ خود امام مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان میں نص صریح موجود ہے، اب

عـــہ۱: مثل ناصر کہانی جس کے مطالبہ پر بکمال حیاداری صاف کہہ دیا گو ناصر فاکہانی بناشد کلام در کلام است ۱۲منہ (گو ناصر فاکہانی نہیں ہے کلام در کلام ہے ۱۲منہ۔ت)

عـــہ۲: مثل القول المعتمد فی الکلام مع عمل المولد جس میں تک بھی ٹھیک ملانی نہ آئی، معتمد بفتح میم اور مولد بکسر لام اور پھر عمل مولد پر یااس میں کلام کی جگہ عمل مولد کے ساتھ گفتگو وکلام ع

بے حیاباش ہرچہ خواہی کن ۱۲منہ (م)

گیارہ سو ۱۱۰۰ برس بعد ان حضرات کو امام کا ارشاد معلوم ہوا، اور وہ بھی کس کتاب میں، جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے اس کا نام سنا، خیر اب تو یہ باحیا متدین حضرات کب کے مر کر جماد لایفہم ولایتکلم ہوگئے، اہلسنت نے ان کی حیات ہی میں مطالبہ کیا تھا کہ حضرت! یہ ساختہ عبارت فتاوٰی غرائب میں تو ہے نہیں جواب دیا کہ یہ اور رسالہ غرائب فی اختلاف المذاہب ہے۔ اور کبھی کہا، فی تحقیق المذاہب ہے___ عرض کی گئی: آپ کے پاس ہے یا کہیں اور دیکھا؟ کہا: مفتی سعد اللہ صاحب کے یہاں ہے۔ مفتی صاحب مرحوم سے پوچھا گیا، انھوں نے فرمایا: میں اصلا اس کتاب سے واقف نہیں، اللہ اللہ حیا کا پایا یہاں تک پہنچا اور پھر ع

عیب بھی کرنے کو ہنر چاہئے

مقدس متدینوں کو عبارت بھی گھڑنی نہ آئی، سہل سہل محاورہ و قواعد کی مطابقت نہ پائی، اس کے الفاظ و بندش کی رکاکت خود ہی کافی شہادت ہے کہ بے علم ہندیوں کی اوندھی گھڑت ہے، عبارت حاشیہ عـــہ پر ہے ہر صاحب ذوق سلیم

عـــہ: درغرائب فی تحقیق المذاہب راوی الامام ابو حنیفة من یأتی القبور باھل الصلاح فیسلم ویخاطب ویتکلم ویقول یا اھل القبور ھل لکم من خبر وھل عندکم من اثرالی ان اتیتکم و نادیتکم من شھور ولیس سوالی منکم الا الدعاء فھل دریتم ام غفلتم فسمع ابو حنیفة یقول مخاطبة لھم فقال ھل اجابوالك فقال لافقال له ستحقالك وتربت یداك کیف تکلم اجساد الا یستطیعون جوابا ولایملکون شیأ ولایسمعون صوتا وقرأ وما انت بمسمع من فی القبور [1] انتھی ۱۲

غرائب فی تحقیق المذاہب میں ہے: امام ابو حنیفہ نے ایک شخص کو دیکھا جو اہل صلاح کی قبروں کے پاس آتا ہے تاکہ سلام کرے اور خطاب کرے اور کہے اے اہل قبور! کیا تمھیں کچھ خبر ہے اور کیا تمھارے پاس کچھ اثر ہے یہاں تک کہ میں تمھارے پاس آیا اور مہینوں سے تم کو پکارا اور میرا سوال تم سے صرف دعا کا ہے، تو کیا تمھیں پتا چلا یا تم غافل رہے، تو ابو حنیفہ نے ان سے خطاب کرتے ہوئے کہنے والے کو سنا تو فرمایا کیا انھوں نے تجھے جواب دیا؟ اس نے کہا نہیں، تو اس سے فرمایا: تیری بربادی ہو اور تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں تو کیسے کلام کرتا ہے ایسے جسموں سے جو جواب نہیں دے سکتے اور کچھ اختیار نہیں رکھتے اور کوئی آواز نہیں سنتے، اور یہ پڑھا: تم انھیں سنانے والے نہیں جو قبروں میں ہیں۔ ختم (ت)

تفہیم المسائل ص ۹۱ جو لفظ سُرخی سے لکھے ہیں تفہیم میں یونہی ہیں انھیں کوئی غلطی ناسخ نہ سمجھے (باقی برصفحہ آئندہ)

[1] تفہیم المسائل عدم سماع موتٰی از کتب حنفیّہ مطبع محمدی لاہور ص ۸۷

دیکھے اور دادِ انصاف دے۔ بعض اصحاب فقیر سلمہم اللہ تعالٰی نے ایک لحیم شحیم وہابی ہیڈ مولوی کے رد میں مبسوط رسالہ نشاط المسکین علٰی حلق البقر السمین لکھا اس میں اس عبارت غرائب کی دھجیاں بروجہ احسن اڑا کر اخیر میں علامہ قنوجی کے اسے نقل کرکے انتہی لکھ دینے پر عجیب لطیفہ لکھا ہے جس کا ذکر خالی از لطف نہ ہوگا، قال سلمہ اللہ تعالٰی ابھی سے انتہا لکھ دی اس کے بعد تو فرضی صاحبِ غرائب نے اس قول کی محدثانہ سند گھڑی ہے:

حیث قال بعد نقلتم حدثنا بذلك المعدوم بن مسلوب العدمی ثنا ابوالفقدان الخیالی ثنا موھوم بن مفروض اللیسی ح ثنا الکذاب بن المفتری نا الوضاع الذوری انا من [عـه] لا یثق به الانجدی کلاھما عن ابی التلبیس الضلالی	تمھاری منقولہ عبارت کے بعد ہے: ہم سے بیان کیا معدوم بن مسلوب عدمی نے ___ کہا ہم سے بیان کی ابوالفقدان خیالی نے ___ کہا ہم سے بیان کیا موہوم بن مفروض لیسی نے ___ دوسری سند: ہم سے بیان کیا کذاب بن مفتری نے _ کہا ہم سے بیان کیا وضاع زُوری نے ___ کہا ہمیں خبر دی اس نے جس پر کوئی نجدی ہی اعتماد کرے، دونوں (موہوم اور یہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

نہ وہ ناسخ تفہیم کی خطاء ہیں بلکہ خود مصنف تفہیم وضاع اول کی، اس لیے کہ غلط نامہ تفہیم میں بھی ان کی تصحیح نہ کی، اور تفہیم صفحہ ۶۸ میں ہے:

احتمال غلطی کاتب ہم مرتفعہ در صحیح نامہ غلطنامہ کتاب مطبوعہ ہم بغلطی این لفظ تعرض نہ کردہ اھ	کاتب کی غلطی کا احتمال بھی مرتفع ہے کہ مطبوعہ کتاب کے غلط نامہ اور صحیح نامہ میں اس لفظ کے غلط ہونے پر توجہ نہیں کی گئی اھ (ت)

بھلے مانس کو ینطق و یتفوہ و یذکر و یحدث و یشافہ و یحاور وغیرہا یاد نہ تھے ورنہ انھیں بھی یخاطب و یتکلم و یقول کا ساتھی کر دیتا ۱۲ منہ (م)

عـه: هذا وان کان مبهما لکن لا یضر لانه فی المتابعات فقد رواہ من الضلال موھوم بن مفروض کما سمعت منفی بن المفقود اٰخرون خرائب فی شرح الغرائب ۱۲ منه (م)	یہ راوی اگرچہ مبہم ہے مگر کوئی ضرر نہیں اس لیے کہ وہ متابعات میں ہے کیونکہ ضلالی سے اس کو موہوم بن مفروض نے روایت کیا ہے جیسا کہ آپ نے سُنا، نیز منفی بن مفقود اور کچھ دوسرے لوگوں نے بھی روایت کیا ہے ۱۲ خرائب شرح غرائب۔ (ت)

من بن ضلال قبیلۃ من بنی المختلق قال سمعت ھاتفا من الھواء یھتف بذلك ،فلا ادری احفظت ام نسیت لکن اشھدوا ان الذی یحدثکم بھذ کذاب مبین۔	مجہول) راوی ہیں ابوالتلبیس ضلالی سے۔ جو بنی مختلق کے ایک قبیلہ بنی ضلال سے ہے ___ اس نے کہا ___ میں نے ہوا سے ایک ہاتف کو یہ پکارتے سنا تو مجھے پتا نہیں کہ مجھے یاد ہے یا میں بھول گیا لیکن اس پر گواہ رہو کہ تم سے جو شخص یہ بیان کر رہا ہے کُھلا ہوا کذاب ہے۔ (ت)

ہم کہتے ہیں الکذوب قد یصدق (بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بول دیتا ہے۔ت) بیشک یہ پچھلا اس نے سچ کہا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اھ کلام سلمہ ربہ اچھا یہ سب جانے دو، اگر سچے ہو تو لکھ دو ہاں مردے احیاء کا کلام ضرور سنتے ہیں مگر نہ وگوش بدن بلکہ قوت روح سے، کیا اسے تم کہہ سکتے ہو؟ ہرگز نہ کہوگے، اب پردہ کُھل گیا اور صاف ادراک روح کا انکار ظاہر ہوا اور اپنے اسی دعوی پر کلام مشائخ ڈھالا اور وہ موت وبے ادراکی وبے حسی کا سارا نزلہ روح پر ڈالا، تو اب کیا محل انکار ہے کہ یہ قطعاً مذہب معتزلہ فجار ہے۔ رہا یہ کہ وہ منکر عذاب ہیں تم قائل عذاب، اس تفرقے سے تمھارا ان کا وہ اتفاق زائل نہیں ہوتا مثلاً[عـــہ] کوئی پورا وہابی اپنی نیچریت کے زور میں دعوی کر بیٹھے کہ سیدنا عیسٰی نبی اللہ صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ، علیہ ضرور سولی دئے گئے، یہود عنود نے انھیں قتل کیا، تو اس سے یہی کہا جائے گا کہ تیرا یہ قول مذہب نصارٰی ہے۔ کیا وہ اس کے جواب میں کہہ سکتا ہے کہ سولی دیا جانا جس طرح وہ مانتا ہے مذہب نصارٰی سمجھنا محض غلط ہے اس لیے کہ مذہب نصارٰی یہ ہے کہ وہ کفارہ ہونے کے لیے سولی دئے گئے، معاذاللہ تین دن جہنم میں رہ کر خدا کے ہاتھ پر جا بیٹھے، اور وہ شخص کہتا ہے کہ ہر چند سولی دئے گئے مگر کفارہ وغیرہ خرافات ہیں کیا اس فرقہ کے سبب اس کا وہ قول مذہب نصارٰی ہونے سے خارج ہو جائے گا!

عائدہ ثانیہ: وکانھا الاولی بعبارۃ اخصر (گویا یہ زیادہ مختصر عبارت میں پہلا ہی ہے۔ت) میّت میں حیات نہیں، اس سے مراد روح ہے یا بدن، اگر بدن تو بحث محض بیگانہ، اور اگر روح تو تم یہی مان کر اہلسنت سے خارج وبری اور ان کی طرف ان کی طرف نسبت کرکے کذاب ومفتری ہوئے، اہلسنت ہرگز روح کے بے حیات نہیں مانتے اگر کہیے موت مجازی تو مانتے ہیں۔

عـــہ: وہابیت کا کمال وہی نیچریت ہے ۱۲منہ (م)

اقول: ہاں مگر اس کا اثر ادراکات روح پر اصلا نہیں **کما مرّ مرارًا** (جیساکہ کئی بار گزرا۔ت) خود ملاجی کی عبارت بیہوشی مظہر حوالہ تفسیر عزیزی ابھی گزری اور تم صراحۃً وہ موت مان رہے ہو جو نافی ومنافی ادراک ہے اسی کو کلام مشائخ سے نقل کرتے اور اسی پر انکار سماع کی بناء رکھتے ہو تو قطا موت حقیقی مراد لیتے ہو اور اسے روح کے لیے ماننا، یہی اعتزال ہے۔ اگر کہئے معتزلہ تو روح کے لیے موت منافی مطلق ادراک مانتے ہیں، ولہذا عذاب قبر محال جانتے ہیں اور یہاں مراد وہ موت ہے جسے صرف ادراک صور واصوات دنیاوی سے تنافی ہو نہ برزخیہ سے۔

اقول: اولاً یہ تخصیص محض بے دلیل و باطل ہے، موت بھی مانو منافی ادراک بھی جانو، جیساکہ کلام مشائخ میں مصرح ہے پھر اسے ادراک بعض دون بعض سے خاص کرو، یہ جہل اقبح ہے موت کہ منافی ادراک سے ہر ادراک کے منافی ہے اور نہیں تو کسی کے نہیں، خود اسی تفہیم المسائل میں براہ جہالت اپنی سند سمجھ کر نقل کیا۔

درمدارک نوشتہ **توفیہا اماتتہا وھو ان یسلب ماھی بہ حیۃ حساسۃ دراکۃ**[1] عـــہ۱۔	مدارک میں لکھا ہے: توفّی کا معنی انھیں موت دینا وہ یہ کہ جس امر کی وجہ سے یہ زندہ، حساس، باادراک ہیں اسے سلب کرلیا جائے۔ (ت)

پھر لکھا:

امام راغب درمفردات گفتہ کہ **الموت زوال القوۃ الحساسۃ**[2]۔	امام راغب نے مفردات میں فرمایا: موت قوت احساس کے زوال کا نام ہے۔ (ت)

کیوں حضرات! جب راسًا حس وادراک کی قوت زائل ہوگئی مدرکہ ہی چل دی تو اب ادراک بعض کا ہے سے ہوگا یارب! یہ موت کون سی کہ آدھی کو شنوا آدھی سے بہری، آدھی سے اندھی، ایک فرد ادراک بھی باقی ہے تو حیات ثابت ہے اور موت منتفی کہ حیات باجماع عقلاً عـــہ۲ شرط ادراک ہے اور موت منافی مشروط نہ بے شرط متحقق ہوگا نہ منافی

عـــہ۱: صحیح ہم چناں است ودر تفہیم المسائل ایں را ماھی جثۃ ساختہ ودر غلط نامہ ہم بہ تصحیحش نہ پرداختہ پر غلط است ۱۲منہ (م)	صحیح بھی اسی طرح ہے (ماھی بہ حیۃ) تفہیم المسائل میں اسے ماھی جثۃ بنادیا اور غلط نامہ میں بھی اس کی تصحیح نہ کی جبکہ یہ بلکل غلط ہے۔ (ت)
عـــہ۲: ای ومن خالف فقد خرج من المعقول فکان لم یبق من اھل العقول وھم الشرذمۃ الذلیلۃ الصالحیۃ ۱۲منہ (م)	یعنی جو بات ہو اوہ معقول سے خارج ہوا تو اہل عقول سے نہ رہا، اور یہ فرقہ ذلیلہ صالحیہ والے چند افراد ہیں۔ (ت)

[1] تفہیم المسائل عدم سماع موتٰی از کتب حنفیہ مطبع محمدی لاہور ص ۸۲

[2] تفہیم المسائل عدم سماع موتٰی از کتب حنفیہ مطبع محمدی لاہور ص ۸۲

منافی سے ملتصق۔

ثانیًا یوں بھی اعتزال سے مفر کہاں، جب باوصف موت ادراکات امور برزخ علم و سمع وبصر باقی مانے تو اور معتزلہ کا مذہب نہ سہی، طوائف معتزلہ سے فرقہ صالحیہ کا مشرب سہی، جس کا ذکر آپ نے اسی تفہیم المسائل میں بہ شدت سفاہت مقابل اہلسنت کیا تھا کہ:

در شرح مواقف نوشتہ کہ تجویز قیام علم وقدرت وارادہ وسمع وبصر میّت مذہب فرقہ صالحیہ از معتزلہ است[1]۔	شرح مواقف میں لکھا ہے کہ میّت کے ساتھ علم، قدرت، ارادہ اور سمع وبصرہ قائم ماننا معتزلہ کے فرقہ صالحیہ کا مذہب ہے۔ (ت)

ذی ہوش کو اتنی نہ سوجھی کہ اہل سنت نے کس دن موصوف بالموت کو بحال موصوفی بالموت موصوف بالادراک مانا تھا، وہ تو جس کے لیے ادراکات مانتے ہیں اسے ہرگز میّت نہیں کہتے ہمیشہ زندہ جانتے ہیں، مگر ہاں اب آپ نے روح کو میّت بھی مانا اور عذاب قبر ٹھیک کرنے کے لیے ادراکاتِ برزخیہ بھی ثابت کیے، یہ عین مذہب صالحیہ سے وہ بھی اسی طور پر قائل عذاب ہوئے ہیں، اسی متخلص الحقائق مستند مائۃ مسائل کی عبارت جواب اول کی دلیل ہفتم میں گزری کہ صالحہ کے نزدیک میّت باوصف موت معذب ہوتا ہے، نیز اسی کفایہ کی اسی بحث میں ہے:

عن ابی الحسن الصالحی یعذب المیّت من غیر حیاۃ اذالحیاۃ عندہ لیست بشرط لثبوت الالم[2]۔	ابوالحسن صالحہ سے منقول ہے کہ میّت کو بغیر حیات کے عذاب ہوتا ہے اس لیے کہ اسی کے نزدیک ثبوت الم کے لیے حیات شرط نہیں۔ (ت)

نیز وہی امام عینی عمدۃ القاری میں بعد ذکر مذہب صالحہ فرماتے ہیں:

وھذا خروج عن العقول لان الجماد لاحس لہ فکیف یتصور تعذیبہ[3]۔	اور یہ معقول سے خروج ہے اس لیے کہ جماد کے پاس حِس نہیں ہوتی تو اس کی تعذیب کیونکر متصور ہوگی۔ (ت)

اگر کہیے ہم یہ ادراکات بعودِ حیات مانتے ہیں بخلاف صالحہ اقول ذرا ہوش میں آکر بھلا اس عود حیات پہلے بھی روح کو ادراک امور برزخیہ تھا یا نہیں، اگر نہیں تو حجاب منکشف اور عذر منکسف، ثابت ہوا کہ تم نے روح کو وہی موت مانی جو منافی مطلق ادراک ہے۔ اب عام معتزلہ میں جا ملے، اور اگر ہاں تو عود حیات کا حیلہ اٹھ گیا۔

---

[1] تفہیم المسائل عدم سماع موتٰی از کتب حنفیّہ مطبع محمدی لاہور ص ۸۸

[2] کفایۃ مع فتح القدیر باب الیمین فی الضرب الخ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۴۶۱

[3] عمدۃ القاری شرح بخاری باب المیّت یسمع خفق النعال بیروت ۸/ ۱۴۷

روح میّت بحال ممات بے عود حیات صاحب ادراکات تھی۔ اب معتزلہ صالحیہ میں جاملے۔ مفر کدھر، کیا یاد کروگے کہ کسی سے پالا پڑا تھا، ہاں مفر اس میں تھا کہ ان سب اقوال وابحاث کو دربارہ بدن مانئے اور روح کو ان تمام بردومات سے پاک وصاف جانیے، بدن ہی کو مشائخ مردہ وبے فہم کہتے اور اسی کے سماع بحال موت سے انکار رکھتے ہیں، اب ٹھکانے سے آ گئے مگر ہیہات کہاتم اور کہاحق کا قول واللہ المستعان علی کل متکبر جھول (ہر متکبر جاہل کے برخلاف اللہ تعالٰی حامل ومدد گار ہے۔ت)

ثالثًا صریح جھوٹے ہو، کلام مشائخ میں نشان تخصیص مفقود، بلکہ ان کے بطلان پر تنصیص موجود، کیا انھوں نے موت کو منافی ادراک بتاکر شبہ عذاب قبر وارد نہ کیا؟ کیا عود حیات سے اس کا جواب نہ دیا؟ کیا خود ملا تفہیمی نے اپنی پاؤں میں تیشہ زنی کو نہ کہا کہ:

مقصود فقہاء از نفی سماع دریں مقام نفی سماع عرفی و حقیقی ہر دو ست زیراکہ فقہا نفی سماع مطلق کردہ اند نہ بتقیید عرف واگر نفی صرف سماع عرفی نہ حقیقی مقصود می بود حاجت جواب دادن از مسئلہ عذاب قبر نبود وتوجیہ کردن دیگر وقائع کہ بر سماع موتٰی دال است فھل ھذا الا توجیہ بما لا یرضٰی بہ قائلہ[1]۔	اس مقام پر نفی سماع سے فقہاء کا مقصود سماع عرفی و حقیقی دونوں کی نفی ہے اس لیے کہ فقہانے سماع کی نفی مطلق کی ہے نہ کہ عرف کی جگہ قید لگا کر۔ اگر حقیقی نہیں۔ صرف عرفی سماع کی نفی مقصود ہوتی تو مسئلہ عذاب قبر کا جواب دینے کی ضرورت نہ تھی اور وسرے وقائع جو سماع موتی پر دلالت کرتے ہیں نہ ان کی توجیہ کی ضرورت تھی یہ ایسی توجیہ ہے جس پر اس کا قائل راضی نہ ہو (ت)

توقطعًا ثابت کہ وہ اس موت کو منافی مطلق ادراک مانتے اور اس کے ہوتے امور برزخ کا ادراک بھی منتفی جانتے ہیں توجب کلام روح پر محمول ہوا قطعًا آفت اعتزال سے نامعزول ہوا۔

عائدہ ثالثہ: بحمد اللہ تعالٰی یہاں سے واضح ہوا کہ عدم ادراک امور دینویہ میں عذر باطل حجاب وحائل خشت وگل، اور ملا تفہیمی صاحب کا عذر طمطراق اشتغال واستغراق کہ صفحہ ۶۲ و ۶۳ میں لکھا:

ارواح طیبہ مجردہ ازابدان بہ جہت اشتغال عبادت رب حقیقی واستغراق بہ کیفیت آں التفات باکوان و حوادث این عالم ندارند[2]۔	اجسام سے مجرد ارواح طیبہ رب حقیقی کی عبادت میں اشتغال اور اس کی کیفیت میں استغراق کے باعث اس دنیا کے موجودات وحوادث کی جانب التفات نہیں رکھتیں۔ (ت)

[1] تفہیم المسائل عدم سماع موتٰی از کتب حنفیّہ مطبع محمدی لاہور ص ۸۳

[2] تفہیم المسائل استمداد از صاحب قبر مطبع محمدی لاہور ص ۵۸

محض مہمل و ناروا و پادر ہوا تھے۔

اقول: جب تم لوگ کلام مشائخ سے مستدل اور اس کے اس معنی محال پر حامل ہو تو تمھیں ان اعذارِ باردہ کی کیا گنجائش!

اولاً مشائخ تو نفس موت کو منافی ادراک اور اس کی وجہ انتفائے اصل قوت حساس و ادراک مان رہے ہیں اور ان اعذار کا یہ حاصل کہ قوت مدرکہ تو موجود وکامل مگر حجاب حائل یا التفات زائل۔

ثانیاً وہ اس موت کو منافی مطلق ادراک بے تخصیص امور دنیویہ جان رہے ہیں اور تمھارے اعذار انہی امور خارجہ سے خاص۔

ثالثاً حائل و حجاب بدن پر ہے اور کلام روح میں،

رابعاً پردہ وحیلولت صرف مدفون کے لیے ہے صرف بعد دفن تا عدم انکشاف اور کلام عام بلاخلاف۔

خامساً تمھارے حاجب وحائل کا پردہ تو اسی دن چاک ہوچکا جس دن مشائخ نے وقت سوال سماع آواز نعال تسلیم کیا اور ملا تفہیمی نے در وقت سوال وجواب ہمہ قائل سماع اند[1] سوال وجواب کے وقت سب سماع کے قائل ہیں۔ت) کا مژدہ سنایا۔

سادساً عبادت سے اشتغال اور اسی کیفیت میں استغراق تو سب اموات کو عام نہ مانئے گا یوں کہئے کہ منعم ہے تو لذت نعمت، یا معاذاللہ معذب ہے تو عذاب کی شدت میں مستغرق ہونا مانع سماع ہے۔ میں کہتا ہوں عـــہ اس لذت یا الم کی حالت میں سوال محال ہے یا ممکن بر تقدیر اول دلیل استحالہ ارشاد ہو اور زیادہ تفصیل چاہئے تو مقصد اول نوع اول سوال اول کی تقریر یاد ہو بر تقدیر ثانی ممکن کی جانبین وجود وعدم یکساں اور برزخ غیب اور

عـــہ: **تنبیہ: اقول:** بقائے روح وادراکات روح بعد فراق میں اگر استصحاب ناکافی سمجھ کر ہمیں مدعی بھی ہونا مانیے تو یہ دعوی ایسے نصوص قواطع واجماع ساطع سے ثابت جس میں موافق مخالف کسی کو مجال تامل نہیں، اخر مخالفین بھی تنعیم و تعذیب وادراکات امور برزخیہ مانتے ہیں، اس کے بعد مسئلہ نزاعیہ میں بداہۃً ظاہر ہمارے ساتھ ہے کہ جب مدرک باقی ادراک باقی پھر جو نفی بعض مانے مدعی تخصیص وہ ہے دلیل پیش کرے اور اگر بالفرض بنظر ظاہر الفاظ عکس ہی مانے تو ہمارا دعوی سماع ہے، اور دلیل سمع جس کا وجوب تسلیم واجب التسلیم اور ورود مقصد دوم وسوم میں روشن ہوگیا تو کسی مقدمہ پر منع کی گنجائش نہیں اور دعوی پر تو منع کے منع ہی نہیں خصوصًا بعد اقامت دلیل لاجرم یہ اعذار بغصب منصب استدلال ہیں اور اب یہ قانون مناظرہ وظائف منعکس **فاحفظ تحفظ** ۱۲منہ (م)

[1] تفہیم المسائل عدم سماع موتٰی از کتب حنفیہ مطبع محمدی لاہور ص ۸۱

غیب پر رجما بالغیب حکم لگانا ضلالت وعیب امام الحرمین ارشاد میں ارشاد فرماتے ہیں:

لا یتقدر الحکم بثبوت الجائز ثبوته فیما غاب عنا الا بسمع[1]۔	جو چیزیں ہم سے غائب ہیں ان میں کسی ممکن الثبوت امر کے ثابت ہو جانے کا حکم دلیل سمعی کے بغیر نہیں ہو سکتا۔(ت)

شرح عقائد نسفی میں ہے:

القضایا منها ماهی ممکنات فلا طریق الی الجزم باحد جانبیها فکان من فضل الله ورحمته ارسال الرسل لبیان ذلك[2]۔	قضایا میں سے ممکنات بھی ہیں ان کی دو جانبوں میں سے کسی ایک کے جزم کی کوئی سبیل نہیں تو اللہ تعالٰی اس کے بیان کے لیے اپنے فضل و رحمت سے رسولوں کو مبعوث فرمایا۔(ت)

تفسیر کبیر میں ہے:

کل ماجاز وجوده عدمه عقلا لم یجز المصیر الی الاثبات اوالی النفی الابدلیل[3]۔	عقلاً جس کا وجود اور عدم دونوں ممکن ہو اس میں دلیل سمعی کے بغیر اثبات یا نفی کی طرف جانے کا جواز نہیں(ت)

لاجرم اشتغال کے سبب عدم سماع کا شگوفہ مہمل وبیکار ہو کر رہ گیا اور شرع مطہر سے جدا گانا دلیل کی حاجت رہی کہ یہ تلذذ وتالم مانع سماع ہیں اگر دلیل نہیں اور بیشک نہیں تو آپ کا خذلان وخسران ظاہر وعیان، ورنہ وہ دلیل ہی نہ دکھائے، عبث ونا تمام باتوں میں کیوں وقت گنوایئے۔ **سابعًا** اگر یہ اشتغال مانع سماع ہوتا خواہ تمھاری ہوسات عاطلہ خواہ جہاں فلاسفہ کے مقدمہ باطلہ سے جس کی دھجیاں امام فخر الدین رازی وغیر علماء اڑا چکے کہ نفس آن واحد میں دو چیزوں کی طرف توجہ نہیں کر سکتا تو واجب کہ اہل برزخ کو کلام ملائک کا بھی سماع نہ ہوتا کہ استغراق مانع کے آگے سماع سماع سب ایک سے حالانکہ تالی قطعًا باطل ہے تو یوں ہی مقدم، غرض استغراق کو امور برزخیہ ودنیویہ میں فارق بنانا چاہا تھا وہ خود محتاج فارق ہے۔ **ثامنًا** **العظمة لله والضراعة الی الله** (عظمت وبزرگی اللہ کے لیے ہے اور ضعف وذلالت اللہ تعالٰی کی طرف سے ہے۔ت) وہ موت کا تازہ صدمہ اٹھائے ہوئے روح جس کا ادنٰی عــہ جھٹکا سو ضرب شمشیر کے برابر،

عــہ: ابن ابی الدنیا عن الضحاك بن حمزة مرسلا عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم ۱۲	اسے ابن ابی الدنیا نے ضحاک بن حمزہ سے مرسلًا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا۔(ت)

[1] الارشاد فی علم الکلام

[2] شرح عقائد نسفی بحث فی ارسال الرسل دار الاشاعۃ العربیۃ شوکت لاسلام قندھار ص ۹۸

[3] تفسیر کبیر

جس کا صدمہ عــہ[1] ہزار ضرب تیغ سے سخت تر، بلکہ ملک الموت عــہ[2] کا دیکھنا ہی ہزار تلوار کے صدمہ سے بڑھ کر، وہ نئی جگہ وہ نرمی تنہائی، وہ ہر طرف بھیانک بیکسی چھائی، اس پر وہ نکیرین کا اچانک آنا وہ سخت ہیبت ناک صورتیں دکھانا کہ آدمی دن کو ہزاروں کے مجمع میں دیکھے تو حواس بجانہ رہیں، کالا رنگ عــہ[3] نیلی آنکھیں عــہ[4] دیگوں عــہ[5] کے برابر بڑی، ابرق کی طرح شعلہ زن سانس عــہ[6]

عــہ۱: الخطیب فی التاریخ عن انس ابن مالك عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم والحارث ابن ابی اسامه بسند جید عن عطاء بن یسار مرسلا ۱۲۔

اسے خطیب نے تاریخ میں حضرت انس بن مالک سے انھوں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا، اور حارث بن ابی اسامہ نے بسند جید عطاء بن یسار سے مرسلا روایت کیا۔ (ت)

عــہ۲ : ابو نعیم فی الحلیة عن واثلة بن الاسقع عن النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم ۱۲

اسے ابو نعیم نے حلیہ میں واثلہ بن اسقع سے انھوں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا۔ (ت)

عــہ۳: حدیث عن الترمذی وحسنه وابن ابی الدنیا والاٰجری فی الشریعة وابن ابی عاصم فی السنة والبیهقی عن ابی هریره عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم۔

(۱) اسے ترمذی نے بافادہ تحسین روایت کیا اور ابن ابی الدنیا نے، اور شریعہ میں آجری نے اور سنہ میں ابن ابی عاصم نے اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہ سے انھوں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا۔ (۲) البیہقی فی عذاب القبر عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ اور بیہقی نے عذاب قبر میں حضرت ابن عباس سے انھوں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا۔ (ت)

عــہ۴: حدیث اول و ابن المبارك فی الزهد وابن ابی شیبة والاٰجری والبیهقی عن ابی الدرداء من قوله ۱۲

حدیث اول و ۳ ابن المبارک نے زہد میں اور ابن ابی شیبہ آجری اور بیہقی نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ان کے کلام میں (موقوفاً) روایت کیا (ت)

عــہ۵: حدیث الطبرانی فی الاوسط وابن مردویة عن ابی هریرة عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم ۱۲

حدیث ۴ طبرانی نے معجم اوسط میں، اور ابن مردویہ نے حضرت ابوہریرہ سے انھوں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کی۔ (ت)

عــہ۶: حدیث و ابو یعلی وابن ابی الدنیا عن النعیم، حدیث ابوداؤد فی البعث والحاکم

حدیث ۲ و ۵ کو ابویعلی وابن ابی الدنیا نے نعیم سے روایت کیا، حدیث ۶ ابوداؤد نے بعث میں، حاکم (باقی اگلے صفحہ پر)

جیسے آگ کی لپیٹ، بیل عـــہ۱ کے سینگوں کی طرح لمبے نوک دار کیلے، زمین عـــہ۲ پر گھسٹتے سر کے پیچدہ بال عـــہ۳، قدو قامت جسم وجسامت بلاقیامت کہ ایک شانے سے دوسرے تک عـــہ۴ منزلوں کا فاصلہ، ہاتھوں عـــہ۵ میں لوہے کا وہ گرز کہ اگر ایک بستی کے لوگ بلکہ جن وانس عـــہ۶ جمع ہو کر اٹھانا چاہیں نہ اٹھا سکیں، وہ گرج عـــہ۷ کڑک کی ہولناک آوازیں، وہ دانتوں عـــہ۸ سے زمین چیرتے ظاہر ہونا، پھر ان آفات پر آفت یہ کہ سیدھی طرح بات نہ کرنا، آتے ہی جھنجھوڑ عـــہ۹ ڈالنا، مہلت نہ دینا کڑکتی عـــہ۱۰ جھڑکتی آوازوں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

فی التاریخ والبیھقی فی عذاب القبر عن امیر المومنین عمر، حدیث ۷ وابن ابی الدنیا عن ابی ہریرۃ، حدیث ۸ وھو وابوالنعیم و الاٰجری والبیھقی عن عطاء ابن الیسار مرسلا کلھم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲

نے تاریخ میں اور بیہقی نے عذاب قبر میں امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، حدیث ۷ ابن ابی الدنیا نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کی، حدیث ۸ ابن ابی الدنیا، ابونعیم، آجری اور بیہقی سب نے عطاء بن یسار سے مرسلاً نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کی۔ (ت)

عـــہ۱: حدیث پنجم ۱۲ عـــہ۲: حدیث چہارم و پنجم ۱۲ عـــہ ۳: دوم و ششم و ہفتم ۱۲

عـــہ۴: حدیث سوم ۱۲ عـــہ۵: حدیث پنجم ۱۲ عـــہ۶: حدیث ششم و ہفتم ۱۲

عـــہ۷: حدیث پنجم ۱۲ عـــہ۸: حدیث دوم، چہارم، پنجم، ششم، ہفتم، ہشتم ۱۲

عـــہ۹: حدیث دوم، ششم، ہفتم ۱۲

عـــہ۱۰: حدیث دوم و ہشتم وحدیث ۹ احمد والطبرانی فی الاوسط والبیھقی وابن ابی الدنیا عن جابر۔ حدیث ۱۰ وابن ابی عاصم و ابن مردویۃ و البیھقی بوجہ اٰخرعنہ، حدیث ۱۱ والاٰجری فی الشریعۃ عن ابن مسعود کلاھما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین ۱۲۔

حدیث ۲و۸و۹ امام احمد نے اور معجم اوسط میں طبرانی نے اور بیہقی وابن ابی الدنیا نے حضرت جابر سے روایت کی۔ حدیث ۱۰ ابن ابی عاصم، ابن مردویہ اور بیہقی نے ان ہی سے ایک دوسرے طریق سے روایت کی۔ حدیث ۱۱ آجری نے شریعہ میں حضرت ابن مسعود سے، دونوں حضرات نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا، رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ (ت) ۱۲

میں امتحان لینا وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ارحم ضعفنا یا کریم یا جمیل صل وسلم علی نبی الرحمۃ واٰلہ الکرام وسائر الامۃ اٰمین اٰمین یاارحم الراحمین۔ ایسے عظیم وقت میں شاید آپ کا استغراقی خیال تو یہی حکم لگائے کہ کھلے میدان میں توپ کی آواز بھی سننے میں نہ آئے مگر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحیح حدیثیں ارشاد فرمارہی ہیں کہ ایسی حالت میں اتنے پردوں میں مردہ ایسی خفی آواز جوتوں کی پہچل سنتا ہے جس کا تمھیں خود اعتراف ہے اور وہی امام عینی مستند مایۂ مسائل شرح صحیح بخاری شریف میں فرماتے ہیں:

فیہ ذھول عما ورد فی بعض الاحادیث ان صاحب القبر کان یسأل فلما سمع صریر السبتتین اصغی الیہ فکاد یھلك لعدم جواب الملکین فقال لہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم القھما لئلا توذی صاحب القبر ذکرہ ابوعبداللہ الترمذی[1]۔	یعنی اس قائل کو یاد نہ رہا وہ جو ایک حدیث میں آیا ہے کہ قبر والے سے سوال ہو رہا تھا اتنے میں جوتوں کی پہچل اس نے سنی ادھر کان لگائے جواب میں دیر ہوئی، قریب تھا کہ ہلاک ہوجائے، سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس جوتا پہن کر چلنے والے سے فرمایا انھیں اتار ڈال کر مردے کو ایذا نہ پہنچے۔ یہ حدیث ابوعبداللہ محمد ترمذی نے ذکر فرمائی۔ (ت)

جس کا ادراک بہ نسبت ادراک روح بہت قاصر و مقصود، تو بداہۃً ثابت کہ احوال برزخ آپ کے اوہام عادیہ سے منزلوں دور، اور عادات معہودہ دار دنیا پر ان کا قیاس باطل و مہجور۔

عائدہ رابعہ: ادراک روح مشروط بجسم ہیں یا نہیں، توضیح مقام یہ کہ وہ جو ملا تفہیمی نے اہل سنت سے نقل کیا کہ ادراک الم ولذت کے لیے وقت تنعیم و تعذیب (جسے وقت ایلام و تعذیب کہا اور ان کے نصیبوں لذت کے حصے کا بھی الم ہی رہا) ایک نوع حیاتِ میّت آجاتی ہے اور اس سے سماع لازم نہیں (قطع نظر اس سے کہ فقرہ آن مستلزم سماع نیست عبارات مستندہ میں نہیں) یہ قول اہلسنت بھی قطعًا بدن ہی کے حق میں ہے کہ قبر میں عود حیات اسی کے لیے ہوتا ہے، اور اگر حدوث زیادت تعلق بالبدن وقت انعام وایلام وسوال کو روح کے لیے عود حیات سے تعبیر بھی کیجئے تو اس سے اگر فرق پڑے گا تو ادراکات جسمانیہ میں جس کا حاصل تفاوت آلیت بدن کی طرف آئل مگر اہلسنت کے نزدیک ادراکات روح بدن پر موقوف نہیں تو وہ ان تعلقات حادثہ سے پہلے بھی ویسے ہی مدرکہ عالمہ مبصرہ سامعہ تھی جیسی ان کے بعد یہ تفاوت کہ ایک نوع حیات ملتی ہے جس سے ادراک لذت والم تو ہو اور سماع نہ وہ وہاں ماشی نہیں آخر یہاں گھٹا بڑھا کیا یہی بدن سے تعلق، پھر اس سے ادراکاتِ روح کو کیا علاقہ تھا کہ اس کے تفاوت سے وہ متفاوت ہوں بخلاف بدن کہ اس کے ادراکات بنفسہٖ نہیں بلکہ تعلق روح ہی کے باعث ہیں اور تعلقات متفات

---

[1] عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری باب المیّت یسمع خفق النعال ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۸/ ۱۴۷

اور پھر وہ سننا بھی کا ہے سے، گوشِ سر تو وقت مفارقت سلب کلی ادراک ہوگا اور جتنا تعلق بڑھتا جائے گا ادراک بڑھے گا۔ لہٰذا ممکن کہ تعذیب وتنعیم کے لیے تعلق کے مدارج متوسط سے وہ درجہ دیا جائے کہ بدن صرف ادراک لذت والم کا آلہ کار پائے اس کے ذریعہ سے سماع وابصار ہاتھ نہ آئے اور سوال وکلام کے لیے اس سے اعلٰی درجہ ملے جس کے باعث سمع بدن کا بھی رستہ کھلے اور وجہ وہی کہ یہ سب امور روح وجسم دونوں سے متعلق ہیں تنعیم وتعذیب میں مشارکتِ بدن کو صرف اسی قدر درکار، اور سوال میں شرکت کو سمع بھی مطلوب، غرض کلام اہلسنت بدن پر محمول کیجئے۔ اور یقینا یہی ہے تو آپ کا مطلب فوت، محنت رائگاں، اور خواہ مخواہ روح کے گلے باندھیے تو ضلال اعتزال نقد وقت ہے مفر کہاں! بالجملہ بحمد اللہ توفیق الٰہی رفیق اہلسنت اور خذلان وحرمان نصیب اہل بدعت ہے جو تیر ان کی کمان سے وصل پاتے ہیں فصل سے پہلے انھیں کے منہ پر پلٹا کھاتے ہیں، علمائے اعلام کے جتنے کلام بہزار جانکاہی اپنی دلیل بنا کر لاتے ہیں وہ انہی کے دشمن قاتل اور اہلسنت کے سچے دلائل بن جاتے ہیں، الحمدللہ ملاجی کا ہاتھ یکسر خالی ہوگیا اس ساری بحث میں ان کی تمام چہ می گوئیوں کا حرف بحرف قلمع قمع ہولیا، مُلاجی! اب تو ہمیں اجازت دیجئے کہ آپ ہی کے صفحہ عکس عــہ حلق کے شکم زاد بول آپ ہی کے منہ پر پلٹ دیں کہ:

بے چارہ (قنوجی) عیارہ پختہ جنون خام کارہ کہ از روی کیش خویش کور وکر بل خشت وحجر بلکہ از انہم بتر شدہ است. بتصور اینکہ من ہرچہ خواہم نگاشت عامہ مومنین بران اعتماد خواہند ساخت ہرچہ در شکم داشت از دہان برآورد افسوس کہ مردمان رعایت این بیچارہ کہ شبہا دریں باب محنت کشیدہ نہ کردہ تغلیط وے ظاہر کردیم پس ایں معاملہ طشت از بام شد۔ والحمد للہ رب العٰلمین وقیل بعدا للقوم الظالمین۔	بے چارہ (قنوجی) عیار، پختہ جنون، خام کار، جو اپنے مذہب کی روسے اندھا، بہرا بلکہ اینٹ پتھر، بلکہ ان سے بھی بدتر ہوچکا ہے، اس خیال سے کہ میں جو کچھ لکھ دوں گا عام مسلمان اس پر اعتماد کرلیں گے، جو کچھ شکم میں رکھتا تھا زبان پر لایا، افسوس کہ یہ بے چارہ جس نے اس باب میں کئی رات مشقت جھیلی ہم لوگوں نے اس کی رعایت نہ کرکے اس کی تغلیظ ظاہر کردی تو یہ معاملہ طشت از بام ہوگیا، (ت) اور ساری تعریف اللہ کے لیے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ اور کہا گیا ہلاکت ہو ظالموں کے لیے۔ (ت)

عــہ: ارقام نجومیہ میں ۱۳۸ کو قلع لکھتے ہیں جس کا عکس حلق ۱۲ منہ (م)

جواب پنجم: فرض کیا کہ وہ معتزلہ نہیں مشائخ اہلسنت ہی ہیں، مگر یہ مسئلہ کچھ فقہیہ نہیں صاحب مائۃ مسائل کو اقرار ہے کہ فقہ سے جدا متعلق باخبار ہے سائل نے سوال کیا تھا:

سماعت موتٰی کلام احیاء در شرح جائز است یا گناہ کدام گناہ؟	مردوں کازندوں کاکلام سننا شریعت میں جائز ہے یا گناہ، کون ساگناہ؟ (ت)

آپ اس کے جواب میں اظہار علم فرماتے ہیں کہ:

عادت وتکیہ کلام سائل آنست کہ درہر جامی پرسد جائز است یاگناہ کدام گناہ درین مقام پرسیدن باین عبارت نمی سزد زیرا کہ جواز وگناہ درافعال واعمال مے شود واین متعلق باخبار است کہ این امر ثابت است یانہ [1] ملخصًا۔	سائل کی عادت اور تکیہ کلام یہ ہے کہ ہر جگہ پوچھتا ہے جائز ہے یا گناہ؟ کون ساگناہ؟ یہاں ان الفاظ سے سوال مناسب نہیں اس لیے جواز اور گناہ افعال واعمال میں ہوتا ہے۔ اور یہ اخبار سے متعلق ہے کہ یہ امر ثابت ہے یا نہیں؟ ملخصًا (ت)

اور جب مسئلہ علم فقہ سے ہی نہیں تو حنفیت وشافعیت کی تخصیص یا تقلید بعض یا اکثر مشائخ سے اسے تعلق یعنی چہ۔ متعلق باخبار ہے اخبار واحادیث کے خلاف غیر ماخذ سے اخذ کیا معنی، عرض تمہید یہ اٹھا کر بخلاف نصوص صریحہ، احادیث صحیحہ جواب یوں دینا:

پس جواب این ست کہ نزد اکثر حنفیہّ سماعتِ موتٰی ثابت نیست [2]۔	پس جواب یہ ہے کہ اکثر حنفیہّ کے نزدیک سماعِ موتٰی ثابت نہیں۔ (ت)

اور پھر اس میں بھی تصریحات جلیلہ اصل ماخذ کے مقابل یہ توسع کہ "چنانکہ از کافی وفتح القدیر حاشیہ ہدایہ صراحۃً واشارۃً کہ قریب بتصریح است معلوم می شود [3]" (ملخصًا) (جیسا کہ کافی، فتح القدیر حاشیہ ہدایہ سے صراحۃً اور اشارۃً جو تصریح کے قریب ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ ملخصا۔ ت) محض بیجا و بے محل واقع ہوا، اس جواب کی طرف بھی تصحیح المسائل میں ارشارہ فرمایا:

حیث قال ودرحقیقت این مسئلہ از علم فقہ ہم نیست چنانچہ مجیب نیز دریں جااقرار نمودہ [4]۔	فرمایا: درحقیقت یہ مسئلہ علم فقہ سے بھی نہیں جیسا کہ مجیب نے اسی مقام پر اقرار کیا۔ (ت)

[1] مائۃ مسائل مسئلہ ۲۶ مکتبہ توحید وسنت پشاور ص ۵۱
[2] تفہیم المسائل عدم سماع موتٰی از کتب حنفیہّ مطبع محمدی لاہور ص ۷۳
[3] تفہیم المسائل عدم سماع موتٰی از کتب حنفیہّ مطبع محمدی لاہور ص ۷۳
[4] تفہیم المسائل عدم سماع موتٰی از کتب حنفیہّ مطبع محمدی لاہور ص ۷۷

اقول: صدر کلام میں واضح ہوچکا کہ یہ کلام ہمارے ائمہ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہم سے منقول نہیں، استدلال مسئلہ منصوصہ میں طبع آزمائی مشائخ ہے۔ فقہیات میں ائمہ کرام کے بعد مشائخ اعلام کی تقلید بھی علی الراس والعین کہ:

علینا اتباع مارجحوہ وصححوہ کما لوافتونا فی حیاتھم [1]۔	ہمارے ذمہ اسی کا اتباع ہے جسے ان حضرات نے راجح و صحیح قرار دیا، جیسے وہ اپنی زندگی میں ہمیں فتوٰی دیتے توہماری ذمہ داری یہی ہوتی۔ (ت)

مگر ؎

ہر سخن نکتہ وہر نکتہ مکانے دارد

(ہر بات میں کوئی نکتہ اور ہر نکتہ کا کوئی موقع ہوتا ہے۔ت)

موافق مخالف سب اہل عقول کا قدیمی معمولی کہ ہر فن کی بات اس کی حد تک محدود مقبول، تحقیق حلال وحرام میں فقہ کی طرف رجوع ہوگی، اور صحت وضعف حدیث میں تحقیقات فن حدیث کی طرف طبّی مسئلہ نحو سے نہ لیں گے، نہ نحوی طب سے علماء فرماتے ہیں شروح حدیث میں جو مسائل فقہیہ کتب فقہ کے خلاف ہوں مستند نہیں بلکہ تصریح فرمائی کہ خود اصولِ فقہ کی کتابوں میں جو مسئلہ خلاف کتب فروع ہو معتمد نہیں، بلکہ فرمایا جو مسئلہ کتب فقہ ہی میں غیر باب میں مذکور ہو مسئلہ مذکور فی الباب کا مقادم نہ ہوگا کہ غیر باب میں کبھی تساہل راہ پاتا ہے۔

وقد بیننا کل ذلك فی رسالتنا المبارکۃ ان شاء اللہ تعالٰی فصل القضاء فی رسم الافتاء۔	یہ سب ہم نے اپنے رسالہ فصل القضاء فی رسم الافتاء میں میں کیا ہے جو بابرکت ہے اگر اللہ تعالٰی نے چاہا (ت)

جو فرق مراتب گما کر خلط مبحث کرے جاہل ہے یا غافل ذاہل، برزخ ومعاد امور غیبیہ ہیں جن میں قیاس واجتہاد کو دخل نہیں، ان کا پتا تو نبی امین الغیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہی کے ارشاد سے چل سکتا ہے نہ مشائخ کی رائے سے۔ بلکہ علمائے کرام کو اس میں اختلاف ہے کہ عقائد میں تقلید مقبول ہے یا نہیں۔ اللہ تعالٰی کو ایک، رسول کو سچا، جنت ونار کو موجود، سوال و عذاب ونعیم قبر کو حق جاننے میں اس کا کوئی محل نہیں کہ فلاں فلاں مشائخ ایسا فرماتے تھے محض ان کے اعتبار پر مان لیا ہے۔ ہاں عقائد میں کتاب وسنت واجماعِ اُمت و سواد اعظم اہل سنت کا اتباع ہے۔ اس لیے کہ خدا رسول نے ہمیں بتادیا کہ اجماعِ ضلالت پر ناممکن اور سوادِ اعظم کا خلاف ابتداع ہے۔ اب کتاب مجید دیکھئے تو بلاشبہ ثابت فرمارہی ہے کہ روح میّت نہیں، روح بے ادراک نہیں، روح کے ادراک بدن پر موقوف نہیں، روح فنائے بدن کے بعد باقی ومدرک رہتی ہے. برخلاف

---

[1] الدرالمختار مقدمۃ الکتاب (رسم المفتی) مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۵

ان عبارات مشائخ کے جنھیں تم نے روح پر عمل کرکے صریح کتاب اللہ کے خلاف کردیا۔ سنتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سنئے تو کیسی صریح و صحیح و جلیل وجزیل حدیثیں سماع موتٰی ثابت فرمارہی ہیں جنھیں سن کر پتھر موم ہوجائے۔ اجماع مانگیے تواس نقول اوپر منقول، سواد اعظم درکار تو اس کا نمونہ مقصد سوم سے آشکار۔ یارب! پھر خلاف کی طرف راہ کدھر، بھلا یہ تو برزخ ومعاد کا مسئلہ ہے جن کے لیے کوئی فصل وباب کُتب فقہ میں نہ پائے گا کہ وہ بحث فقہ سے یکسر جدا ہیں، کسی قول یا فعل کا موجب کفر ہونا تو خود افعالِ مکلفین ہی سے بحث ہے۔ اس کے بیان کو کتب فقہ میں "باب الردۃ" مذکور اور صدہا اقوال وافعال پر انہی مشائخ کے بیشمار فتوائے کفر مسطور، مگر محققین محتاط تارکین تفریط وافراط باآنکہ سچے دل سے حنفی مقلد اور ان مشائخ کرام سے خادم ومعتقد ہیں۔ زینہار ان پر فتوٰی نہیں دیتے اور حتی الامکان تکفیر سے احتراز رکھتے بلکہ صاف فرماتے ہیں کہ اگر کوئی روایت ضعیفہ اگرچہ دوسرے ہی مذہب کی دربارہ اسلام مل جائے گی اسی پر عمل کریں گے، اور جب تک تکفیر پر اجماع نہ ہولے کافر نہ کہیں گے، وہی درمختار جس میں **اما نحن فعلینا اتباع مارجحوہ**[1] الخ اسی میں ہے:

الفاظه تعرف فی الفتاوٰی بل افردت بالتالیف مع انه لا یفتی بالکفر بشیئ منها الا فیما اتفق المشائخ علیه کما سیجیئ قال فی البحر وقد الزمت نفیس ان لا افتی بشیئ منها[2]۔	یعنی الفاظ کفر کتب فتاوٰی میں معروف ہیں بلکہ ان کے بیان میں مستقل کتابیں تصنیف ہوئیں، اس کے ساتھ ہی یہ کہ ان میں سے کسی کی بناء پر فتوٰی کفر نہ دیا جائیگا مگر جہاں مشائخ کا اتفاق ثابت ہو جیسا کہ عنقریب کلام مصنف میں آتا ہے۔ بحر الرائق میں فرمایا: میں نے اپنے اوپر لازم کرلیا ہے کہ ان میں سے کسی پر فتوٰی نہ دوں۔

تنویر الابصار میں ہے:

لایفتی بتکفیر مسلم امکن حمل کلامه علی محمل حسن اوکان فی کفره خلاف ولوروایة ضعیفة[3]۔	کسی مسلمان کے کفر پر فتوٰی نہ دیا جائے جبکہ اس کا کلام اچھے پہلو پر اتار سکیں یا کفر میں خلاف ہو اگرچہ ضعیف ہی روایت سے۔

[1] درمختار مقدمۃ الکتاب (رسم المفتی) مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۵

[2] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۵

[3] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

ردالمحتار میں ہے:

قال الخیر الرملی اقول ولوکانت الروایة لغیر اھل مذھبنا ویدل علی ذلك اشتراط کون مایوجب الکفر مجمعًا علیه[1]۔	یعنی علامہ خیر الدین رملی استاد صاحبِ دُرمختار نے فرمایا اگرچہ وہ روایت دوسرے مذہب مثلاً شافعیہ یامالکیہ کی ہو اس لیے کہ تکفیر کے لیے اُس بات کے کفر ہونے پر اجماع شرط ہے۔

یہ علامہ بحر صاحب البحر وعلامہ خیر رملی ومدقق علائی دربارہ تقلید جیسا تصلب شدید حق وسدید رکھنے والے ہیں ان کی تصانیف جلیلہ بحر واشباہ ورسائل زینبہ ودر وفتاوٰی خیریہ وغیرہا کے مطالعہ سے واضح مگر یہاں اُن کے کلمات دیکھئے کہ جب تک اجماع نہ ہو فتوٰی مشائخ پر عمل نہ کریں گے، ہم نے التزام کیاہے کہ اس پر فتوٰی نہ دیں گے تو وجہ کیاوہی کہ یہ بحث اگرچہ افعال مکلفین سے متعلق ہے مگر فقہ کادائرہ تو حیثیت حلال وحرام تک منتہی ہوگیا، آگے کفرواسلام، اگرچہ یہ اعظم فرض وہ اخبث حرام، مگراصالۃً اس مسئلہ کافن علم عقائد وکلام، وہاں تحقیق ہوچکاہے کہ جب تک ضروریات دین سے کسی شیئ کاانکارنہ ہو کفر نہیں توان کے غیر میں اجماع ہرگزنہ ہوگا، اور معاذاللہ ان میں سے کسی کاانکارہو تو اجماع رُک نہیں سکتا، لہٰذا تمام فتاوٰی ونقول سے قطع نظر کرکے مسائل اجماعیہ میں حصر فرمادیا۔ جب یہاں یہ حال ہے توہمارامسئلہ جس میں نہ فعل مکلّف نہ حلت وحرمت بلکہ ایک امر برزخ کے ثبوت وعدم ثبوت کی بحث ہے کیوں کتاب وسنت واجماع امت وسوادِاعظم ساداتِ ملت سے منقطع ہوکر مرہون نقول بعض کتب فقہیہ ہونے لگا **وھذاھو حق التحقیق والحق احق بالتصدیق** (یہی حق تحقیق ہےاور حق اس کازیادہ حقدار ہے کہ اس کی تصدیق کی جائے۔ت)

جواب ششم: اقول: سب جانے دو، یہ بھی مانا کہ یہ قول مشائخ یہاں حجت اور فی نفسہٖ قابلِ قبول ومتابعت ہے، اب اس سے زیادہ تنزل کا کوئی درجہ نہیں تاہم ہم پر اس سے احتجاج اصلاً موجہ نہیں، کسی دلیل کافی نفسہٖ کافی وصالح تعویل ہونا اور بات، اور اس سے ثبوت اور اتمام حجت ہونا اور، مثلاً قیاس دلیل شرعی ہے مگرنص کے آگے نامقبول، حدیث صحیح احاد حجت شرعیہ ہے مگر اجماع کے سامنے غیر معمول، وعلٰی ہذاالقیاس، ولہٰذا حدیث کی صحتِ حدیثی وصحت فقہی میں زمین وآسمان کافرق ہے، جس کی تحقیق انیق فقیر کے رسالہ **الفضل الموھبی فی معنی اذا صح الحدیث فھومذھبی**[عــہ] میں ہے، ان مشائخ کے اگریہ قول ہیں تو صدہااکابراعلام کے ارشادات جلیلہ

عــہ: اس کاسوال شہرارکاٹ سے آیا تھالہٰذا تاریخی لقب "اعزالنکات بہ جواب سوال ارکات" ہے، یہ رسالہ غیر مقلدوں کے اس مشہور مغالطہ کے رَدِ بلیغ میں ہے کہ امام اعظم نے خود فرمادیاہے جب حدیث صحیح ہوجائے تو وہی میرامذہب ہے، ایک غیر مقلد نے یہ اعتراض بہت طمطراق سے چھاپااور حنفیّہ سے طلب جواب ہوایہاں بھی وہ پرچہ بھیجاجس کے جواب میں بفضلہٖ تعالٰی یہ مختصر ونافع رسالہ تحریر ہوا ۱۲منہ (م)

---

[1] ردالمحتار باب المرتد مصطفی البابی مصر ۳/ ۳۱۶

ہماری طرف ہیں، جن کا ایک نمونہ مقصد سوم نے ظاہر کیا اور ان میں اجلہ ائمہ ومشائخ علمائے حنفیہ بھی ہیں، تم نے پانچ متاخرین کے قول ذکر کیے ہم نے پچاس سے زائد وعلمائے حنفیہ مجتہدین فی المذہب وفقہاء النفس وعمائد محققین سلف وخلف کے ارشادات دکھائے ہیں جن میں خود اُن پانچ سے بھی امام نسفی وامام عینی وامام ابن الہمام شامل، ادھر اگر ایک کتاب میں اکثر مشائخنا کا لفظ لکھا ہے تو ادھر متعدد کتب میں اجماع اہلسنت مذکور ہوا ہے، اب دو راہیں ہیں، تطبیق وترجیح۔ ان میں تطبیق ہی اولٰی واول وبتصریح علماء حتی الوسع اسی پر معوّل، اسے اختیار کیجئے تو بحمد اللہ سبیل واضح ہے کہ اثبات سماع روح کے لیے ہے اور انکار سماع بدن پر محمول، اس کی تقریر اور اس کے منافع وفوائد کی تذکیر جواب اول میں مفصلاً تحریر، اور اگر توفیق نہ ملے تو بہت خوب باب ترجیح کھلے، یوں بھی باذنہ تعالٰی میدان ہمارے ہی ہاتھ رہے گا۔

اوّلاً ہماری طرف احادیث کثیرہ ہیں تمہاری طرف ایک بھی نہیں، کتنی حدیثوں میں سن چکے کہ ان المیّت لیسمع بیشک مردہ سنتا ہے۔ یہ بھی کسی حدیث میں آیا کہ المیّت لایسمع مردہ نہیں سنتا۔ اور یہی علماء تصریح فرماتے ہیں کہ:

لایعدل عن درایۃ ما وافقتھا روایۃ[1]، کما فی الغنیۃ وردالمحتار۔	درایت سے عدول نہ ہوگا جب کوئی روایت بھی اس کے موافق ہو، جیسا کہ غنیہ وردالمحتار میں ہے(ت)

ثانیاً روح کی موت وبے ادراکی اور اس کے ادراکات کا جسم پر توقف کہ تمہارے طور پر مفاد کلام مشائخ ہے کتاب اللہ کے خلاف ومعارض ہے۔

ثالثاً اجماع اہلسنت کے مناقض ہے۔

رابعاً خود ان کا کلام مضطرب ومتناقض ہے۔

خامساً بوجوہ قاہرہ مجروح ومرجوح ہے۔

سادساً حمل علی البدن نہ مانو محتمل تو ہے اور محتمل صالح معارضہ نہیں۔

سابعاً اگر کوئی حدیث اثبات سماع میں نہ ہوتی تو سلام خود منصوص ومجمع علیہ ہے اور کلام کا ظاہر سے صرف وعدول باجماع علماء مردود ومخذول۔

ثامناً تم خود مان چکے کہ مردے زائروں کا سلام سنتے ہیں (مائۃ مسائل جواب سوال ۱۹) پھر ثبوت سماعِ موتٰی میں کیا محل کلام رہا جب قوت سماع حاصل اور خود خارج کی آواز سننا سمجھنا ثابت تو آواز سب ایک سی اور

---

[1] ردالمحتار واجبات الصلوٰۃ مصطفی البابی مصر ۱/۳۴۳

فرق تحکم باطل وعلی التنزل یہ ایجاب جزئی اس سلب کلی مشائخ کا ضرور نقیض ومبطل، تو جس کلام کو خود باطل مان چکے اس سے استناد ہوس عاطل۔

تاسعًا بحث ایک امر کے وجودوعدم ونفس الامری میں ہے وہ مشائخ نافی اور یہ ائمہ مثبت ہیں، مثبت مقدم،

عاشرًا اگر بالفرض دونوں پلے ہر طرح برابر ہوں توامر مستوی رہا، اور سماع ماننے میں نفع بے ضرر ہے کہ جب مردوں کو مدرک جانیں گے قبور کے پاس کلام بیجا سے باز رہیں گے، افعال منکرہ سے حیا کریں گے۔ اور پتھر جانا توبیباک ہوں گے، یوں بھی انکار سماع میں ضرر واندیشہ ضیر ہے اور اثبات سماع محض نفع وخیر ہے۔

ختم اللہ تعالٰی لنا علٰی محض نفع وخیر وحفظنا من کل ضر وضیر والحمدللہ ربّ العالمین وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا محمّد واٰلہ وصحبہ اجمعین اٰمین۔	اللہ تعالٰی ہمارا خاتمہ محض نفع وخیر پر کرے اور ہر ضرر ونقصان سے ہمیں بچائے۔ اور سب خوبیاں اللہ کے لیے جو سارے جہانوں کا رب ہے اور اللہ تعالٰی ہمارے آقا حضرت محمد اور ان کے تمام آل واصحاب پر درود نازل فرمائے، الٰہی قبول فرما! (ت)

وہ تین جواب ان کے صغرٰی پر عائد تھے، یہ تین ان کے کبرٰی پر وارد۔ اوراوپر گزارش ہوچکا کہ یہ ارخائے عنان ہے حق تحقیق وحقیقت حق جواب اول سے عیاں ہے **والحمدللہ رب العٰلمین**۔ فقیر نے اس مسئلہ یمین وکلام اُمّ المومنین کے متعلق کو زیر حدیث ۴۵ وحدیث ۵۱ بشرط جواب مولوی مجیب صاحب دورآئندہ پر محول رکھا تھا مگراللہ عزوجل دارین میں جزائے خیر وافی و وافر عطافرمائے۔ مولٰینا المکرم ذی الفضل والکرم، ناصر سنن، کاسر فتن، محب دین متین، صدیقنا مولوی محمد عمرالدین سنی حنفی قادری مجیدی نزیل بمبئی سلمہ اللہ تعالٰی کو کہ اس بحث نفیس وجلیل ومہم کی تحریر وتحبیر پر مصر ہوئے جس کے باعث ہنگام طبع کتاب دونوں مقام مذکور میں ان مباحث کی طرف عود کے وعدے بڑھائے گئے، خیال تھا کہ ایک آدھ جز لکھ دیا جائے جو مقصد سوم کی کسی فصل میں بطور فائدہ اندراج پائے گا۔ طبیعت علیل، ذہن کلیل، مدت معالجات طویل، جس کے سبب قوت ضعف معاذاللہ تاحد تعطیل۔ بااینہمہ نام فرصت معدوم و قلیل، روزانہ امصارواقطار سے ورود فتاوائے کثیر وجزیل، مگرجب لکھنا آغاز ہوا بارگاہ واہب الفیض عزجلالہ سے درفیوض باز ہوا، بحمداللہ تعالٰی وہ جواہر عالیہ وزواہر غالیہ عطافرمائے کہ فقیر حقیر کی حیثیت ولیاقت سے بد رجہا ورا تھے لہٰذا اس تذییل جلیل کو رسالہ مستقلہ کیا اور بلحاظ تاریخ **الوفاق المتین بین سماع الدفین وجوب الیمین** (۱۳۱۶) لقب دیا جو بانصاف بے اعتساف اسے دیکھے گا **ان شاءاللہ تعالٰی** بدل صاف شہادت دے گا کہ مسئلہ یمین آج حل ہوا جسے مخالف موافق، موافق مخالف سمجھا کرتے تھے، اس کا عقدہ اب منحل ہوا، جن کلمات کو مخالفین اپنی دلیل بنایا کرتے اب وہ کلمے خود اُنہی کو ذلیل بنائیں گے، جن اقوال کو موافقین محتاج جواب سمجھے اب انہی کو اپنی

دلیل بنائیں گے اور اس کے ساتھ بفضلہٖ تعالیٰ تفہیم المسائل کی ساری بالاخوانیاں بھی نیچی پڑیں، صبح سنت شرق حق سے چمکی، باطل کی ظلمتیں دھواں بن کر اُڑیں۔ یہ سب بحمد اللہ تعالیٰ ادنیٰ تصدق کفش برداری اعلٰحضرت سید العلماء المحققین، سند الفضلاء المدققین، حامی السنن، ماحی الفتن، حجۃ الخلف، بقیۃ السلف، اعلم علماء العالم، سیدنا الوالد الماجد المکرم حضرت مولانا محمد نقی علی خاں صاحب حنفی قادری برکاتی وکمترین برکات خاک بوسی آستان فیض نشان اقدس حضرت امام العرفاء الکاملین، سنام الاولیاء الواصلین، بدر الطریقۃ، بحر الحقیقۃ، حبر الشریعۃ، اقوی الذ ریعہ، سیدی ومولای ومرشدی وکنزی وذخری لیومی وغدی حضور سیدنا سید شاہ آل رسول احمدی مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہما واتم نورھما ونور قبورھما واعاد علینا فی الدارین برکاتھما ورزقنا بمنّہ برھما امین الٰہ الحق اٰمین (اللہ تعالیٰ دونوں حضرت سے راضی ہو اور ان کا نور کامل فرمائے، ان کی قبروں کو منور کرے، دارین میں ہمارے اوپر ان کی برکتیں عائد فرمائے اور اپنے کرم سے ہمیں ان کی فرمانبرداری نصیب کرے، قبول فرما اے الٰہ برحق قبول فرما۔ت) ہے۔ والحمد للہ رب العالمین جو اہلسنت ان حروف سے نفع پائیں مامول کہ دونوں حضرات عالیہ کو ایصال ثواب فاتحہ سے شاد فرمائیں اور اس فقیر حقیر اور مولانا مولوی محمد عمر الدین صاحب موصوف کو کہ اس نفیسہ جلیلہ کے محرک تالیف اور الدال علی الخیر کفاعلہ (خیر کی راہ بتانے والا اسی کی طرح ہے جو خیر کو عمل میں لانے والا ہے۔ت) کے مصداق منیف ہوئے اور عالی ہمتان زمن محبان دین وسنن حاجی اسحٰق آدم صاحب صباغ پلبندری وحاجی ابو حاجی حبیب صاحب پلبندری میمن ایمن حفظہما اللہ تعالیٰ عن الفتن والمحن کو جن کی ہمت بلند سے اصل کتاب اور جامع فضائل، قامع رذائل مولانا مولوی محمد اسمٰعیل صاحب قادری نقشبندی شاذلی سلمہ العلی الولی کو جن کی سعی جمیل سے یہ اجزائے تذییل جلیل منطبع او اہلسنت ان جواہر دینیہ سے متنفع ہوئے، دعائے عفو وعافیت وخیر وبرکات دنیا وآخرت سے یاد فرمائیں۔ صحیح حدیث میں ہے: پس پشت اپنے بھائی مسلمان کے لیے دعا پر ملائکہ کہتے ہیں آمین ولک بمثلہ تیری یہ دعا قبول اور اس کے مثل تجھے بھی حصول والحمد للہ ربّ العالمین وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین۔

الحمد للہ! آج اس رسالہ سے تصانیف فقیر کا عدد ایک سواسی [۱۸۰] ہوا۔ اکرم الاکرمین جل جلالہ، قبول فرمائے اور فقیر حقیر و اہلسنت کے لیے دارین میں حجت نجات بنائے آمین! حسن اتفاق یہ کہ یہ رسالہ سمع ارواح کے باب میں ہے اور شمار تصانیف میں ایک سواسی [۱۸۰] اور اسمائے الٰہیہ میں صفتِ سمع پر دال اسم پاک سمیع ہے اس کے عدد بھی یہی۔

نسئل السمیع ان یسمع دعواتنا ویستر عوراتنا ویومن روعاتنا ویقضی حاجاتنا ویغفر سیّاٰتنا	ربّ سمیع سے سوال ہے کہ ہماری دعائیں سن لے، ہمارے عیوب چھپائے، ہمارے خوف کی چیزوں کو امن دے، ہماری حاجتیں پوری فرمائے، ہمارے گناہ مٹائے۔

ویصلی ویسلّم ویبارك علٰی سیّدنا الکریم النبی المکین محمد واٰله وصحبه اجعین، کان ذلك لیوم هواول نصف الاٰخرمن اٰخرالنصف الاول من اول النصف الاٰخر من العشر الثانیة من المائة الرابعة من الالف الثانی من هجرة سیدالمرسلین مولی الاٰمال ومولی الامانی صلی الله تعالٰی علیه وسلّم وبارك علیه وعلٰی اٰلهٖ وصحبهٖ وذریّتهٖ وحزبهٖ وعیالهٖ قدرحسنهٖ وجمالهٖ وجُودهٖ و نوالهٖ اٰمین اٰمین والحمدلله ربّ العالمین سبحانك اللھم وبحمدك اشھد ان لااله الاانت استغفروا توب الیك سبحان ربك ربّ العزّة عمّا یصفون وسلامٌ علی المرسلین والحمدلله ربّ العالمین۔	اور ہمارے کریم آقا بزرگ نبی حضرت محمد اور ان کی سب آل واصحاب پر درود وسلام اور برکت نازل فرمائے، یہ امیدوں کے عطافرمانے والے، آرزوؤں کے مولا، حضرت سید المرسلین کی ہجرت کے ہزارہ دوم کی چوتھی صدی کے دوسرے عشرے میں سے نصف آخر کے اوّل (۱۳۱۶) میں سے نصف اول کے ماہ آخر (جمادی الآخرہ) کے نصف آخر کے روز اول (۱۶) کو ہوا۔ اللہ تعالٰی ان پر درود وسلام اور برکت نازل فرمائے اور ان کی آل، اصحاب، اولاد، جماعت اور عیال پر بھی، ان کے حسن وجمال اور جود ونوال کے بقدر قبول فرما۔ اور تمام تعریف اللہ کے لیے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ اے اللہ! تیری حمد کے ساتھ تیری پاکی بیان کرتاہوں، اور شہادت دیتاہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تیری بارگاہ میں توبہ واستغفار کرتاہوں۔ پاکی ہے تیرے رب کے لیے جو عزت کامالک ہے، ان باتوں سے جو وہ بناتے ہیں، اور سلام ہو رسولوں پر، اور تمام حمد اللہ کے لیے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ (ت)